عظمتِ ابرار نمبر

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی

انوارِ رضا

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

2012ء کا تیسرا شمارہ

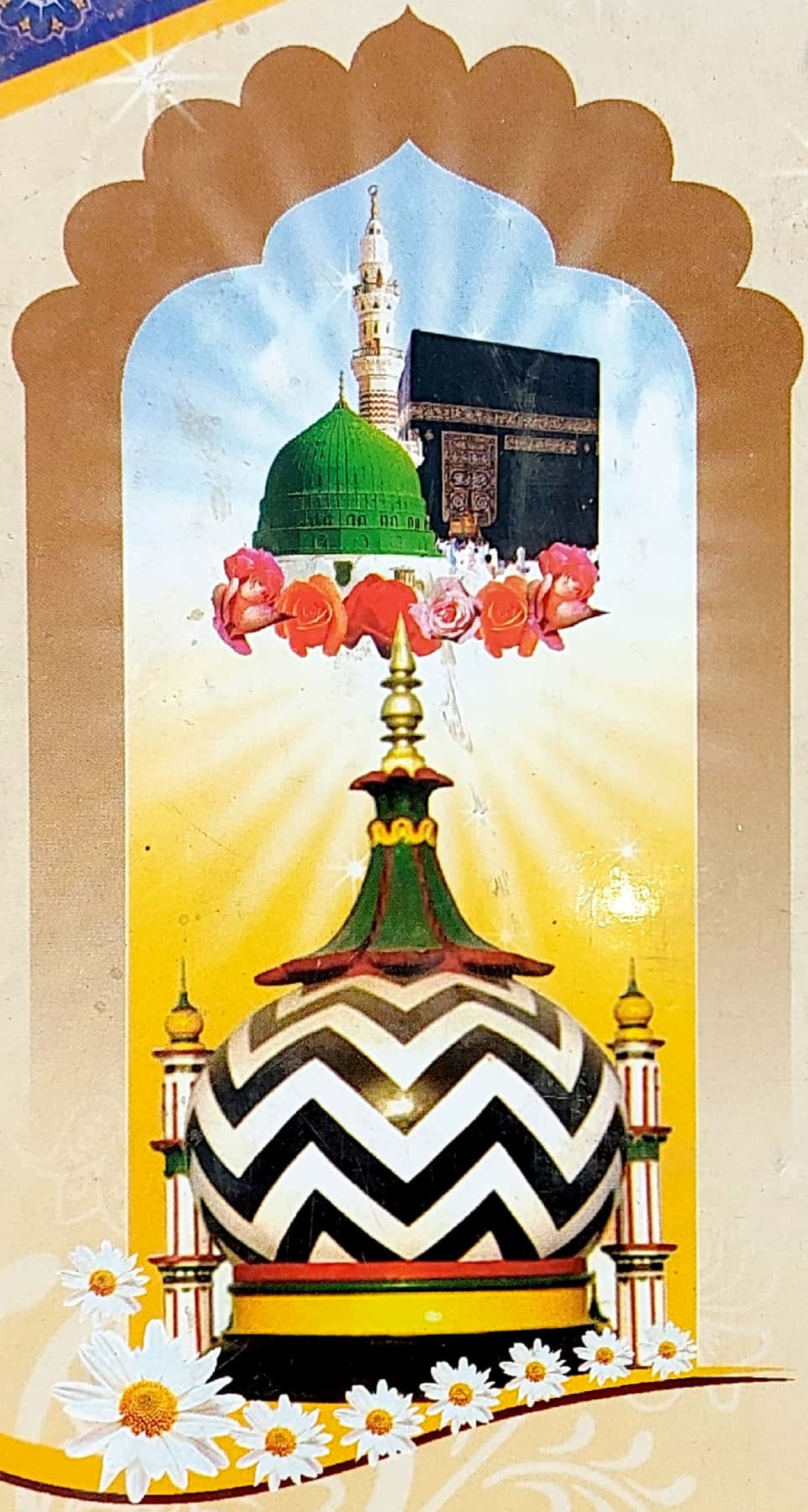

چمنستانِ رضا

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے احوال آثار افکار و نظریات

آئینے سے زیادہ شفاف علمی و روحانی شخصیت کے دلنشین تذکار

سیرِ گلشن

خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین حضرت شیخ طریقت

علامہ صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی مد ظلہ العالی

کا دورۂ پاکستان تفصیلی روئیداد

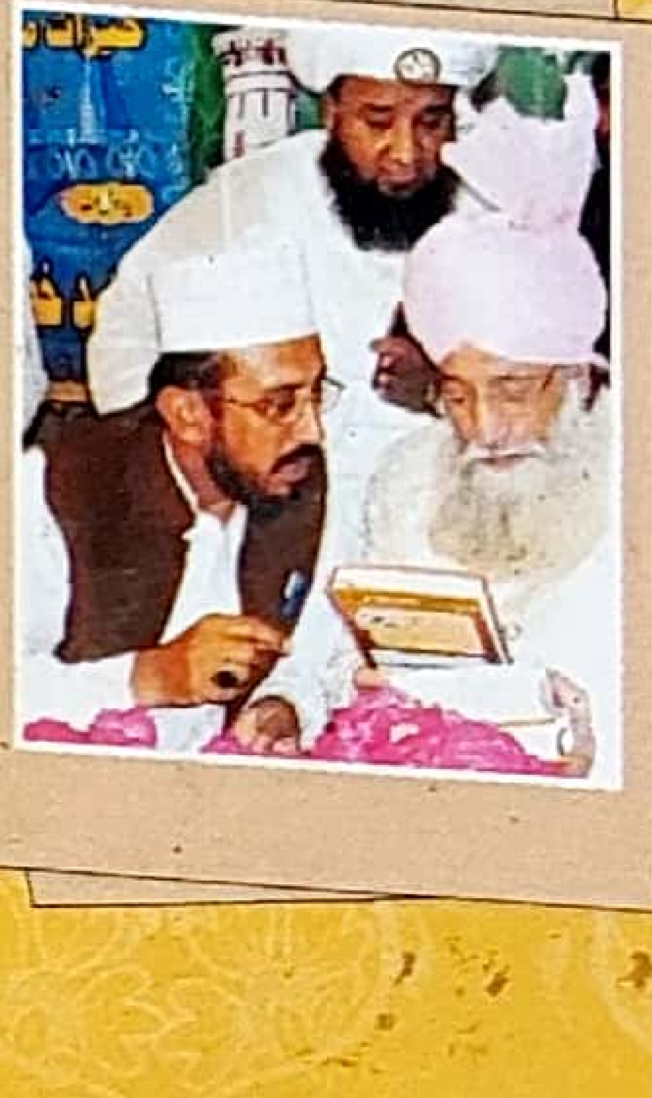

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

Scanned with CamScanner

Quarterly
ANWAR-E-REZA
Jauhar Abad
Vol. 6, No.3, 2012

آؤ مدینہ شریف چلیں

آتا نہیں ہے تب تک دل کو قرار میرے
لگتا نہیں ہے جب تک پھیرا تیری گلی میں

دیتی ہے پیار کتنا یہ سرزمین طیبہ
ہر کوئی لگ رہا ہے اپنا تیری گلی میں

حج وعمرہ خدمات میں وسیع تجربہ کا حامل ادارہ

کاروان محمدیہ سیفیہ
حج وعمرہ سروسز
انٹرنیشنل پرائیویٹ لمیٹڈ

علماء کرام ومشائخ عظام کی زیرنگرانی 2012 ہمارا 9واں کامیاب سال

ہمارے حج وعمرہ کے قافلے سوئے حرمین شریفین روانہ ہوتے ہیں

حج وعمرہ قافلے میں شامل ہونے کے لئے ایڈوانس بکنگ کے لیے رابطہ فرمائیں

چیف ایگزیکٹو
الحاج صوفی غلام مرتضی محمدی سیفی
Mob: 0321-6202022

سرپرست اعلیٰ
الحاج چوہدری خالد حسین محمدی سیفی
Mob: 0345-8484472

آفس بالمقابل عثمان پلازہ رحمان شہید روڈ گجرات
Ph: 053-3601602, 053-3603203

آفس بالمقابل نادرا آفس سروس موڑ گجرات
Ph: 053-3510003, 053-3510004

E-mail: saifiahajjgroup@yahoo.com, E-mail: kms@pakwing.com

اشاعت خاص

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

عظمتِ ابرار نمبر

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہرآباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

2012

جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 3

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایگزیکٹو: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹرز:
سید غفران شرف گیلانی
علامہ محمد شاہد جمیل اویسی
علامہ ظہیر عباس قادری

زیر سرپرستی

☆ امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (بھرچونڈی شریف)

☆ استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالحق بندیالوی ☆ علامہ سید محمد انور حسین کاظمی ☆ مولانا محمد محفوظ چشتی
☆ پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی ☆ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
☆ پروفیسر صاجزادہ محبوب حسین چشتی (بیربل شریف) ☆ الحاج بشیر احمد چوہدری (لاہور) ☆ محمد اشرف کوثر
☆ سید ضیاء النور شاہ ☆ ڈاکٹر خالد سعید شیخ ☆ سید عبداللہ شاہ قادری ☆ علامہ اقبال احمد فاروقی

مجلس تحریر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری۔ ادیب شہیر پیر سید محمد فاروق القادری
علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری۔ علامہ قاری محمد زوار بہادر
پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی۔ سید وجاہت رسول قادری، عبدالمجید ساجد
مفتی محمد ابراہیم قادری۔ مفتی محمد جمیل احمد نعیمی۔ مفتی عبدالحلیم ہزاروی
پروفیسر قاری محمد مشتاق انور۔ محمد طاہر فاروق نورانی۔ حاجی عطاءاللہ خان نیازی

مجلس مشاورت

پیر سید مرید کاظم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان
صوفی گلزار حسین قادری رضوی، محمد ادریس خان سواتی، الطاف چغتائی
ماہ رخ خان قادری، مولانا صوفی غلام مرتضیٰ سیفی، مولانا محمد اختر نورانی
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، محمد جاوید اقبال کھارا
مرزا عبدالرزاق طاہر، پیرزادہ محمد رضا قادری، صاجزادہ محمد بلال الہاشمی
سیّد عارف محمود مجبور رضوی، پیر محمد فراز چشتی، قاری محمد عامر خان
حافظ محمد خان مالل ایڈووکیٹ، مولانا محمد بشیر احمد فریدی، محمد مزمل مرتضیٰ

مجلس انتظامیہ

محمد فواد علی قادری

قیمت فی شمارہ

400 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہرآباد ضلع خوشاب
0300-9429027
0321-9429027
Ph: 0454-721787

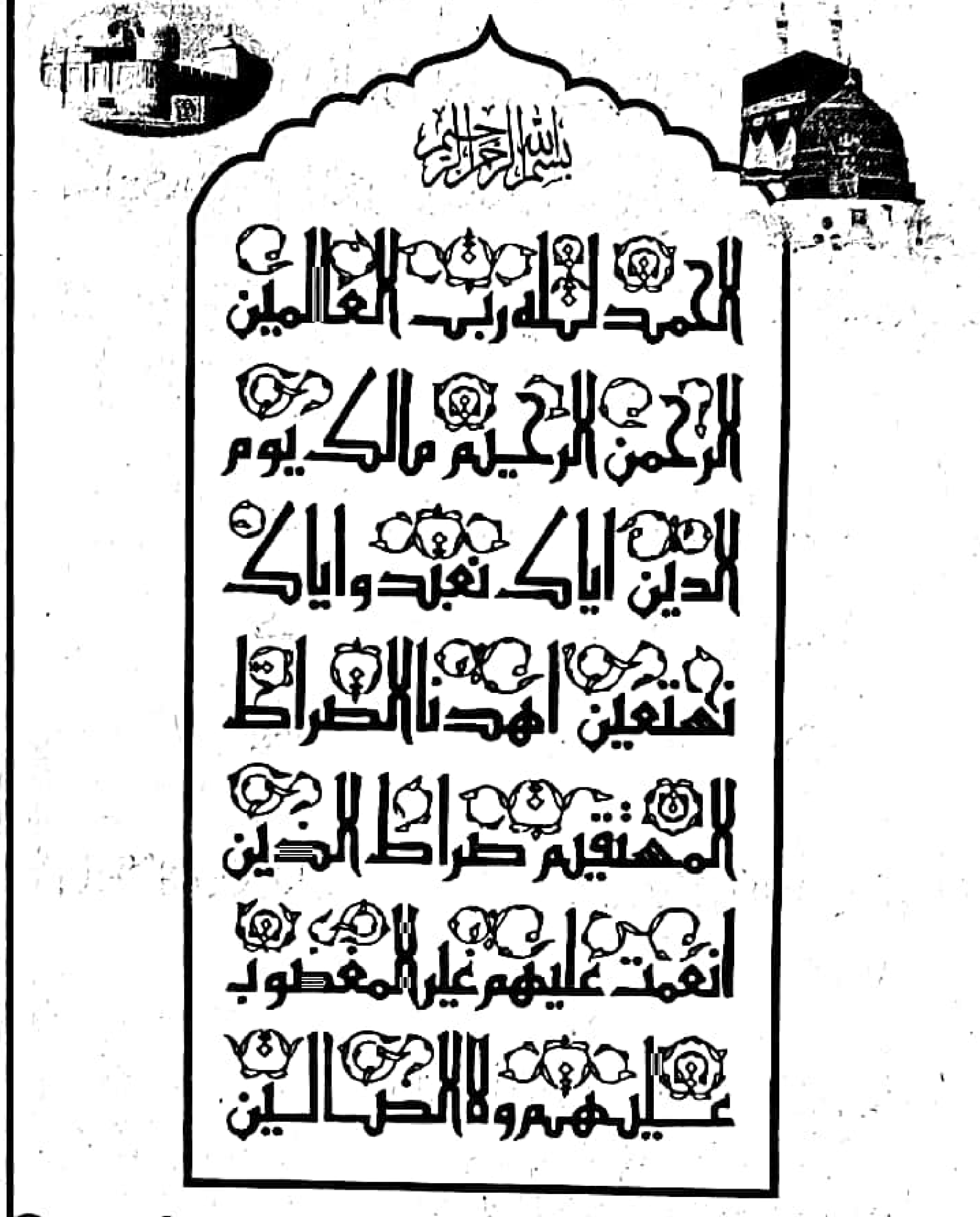

برائے ایصال ثواب

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: لاہور)

یادگار اسلاف حضرت پیر سید محمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بھاری شریف)

حضرت صوفی فضل محمد محمدی سیفی رحمۃ اللہ علیہ
مدفون: چک نمبر 99 آر بی پکہ جنڈیالہ فیصل آباد

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (جوہر آباد)

حُسنِ ترتیب

عنوانات	صفحہ نمبر
سورۂ فاتحہ	2
تحمل و برداشت، اہل سنت اور عصری تقاضے......(میزانِ حروف)	9
کچھ "عظمتِ ابرار نمبر" کے نام کی وجہ	11
گلہائے نعت......نوائے جامی..........(مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ)	12
خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ ﷺ.......... (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)	13
گلہائے نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ.......... (از خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند الحاج مولانا قاری محمد امانت رسول)	15
...........................(ڈاکٹر محب گلشن آبادی)	15
...........................(نیر واسطی)	16

تبرکات و پیغامات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ	19
حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ	20
حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ	22
حضرت سبحانی میاں بریلوی قدس سرہ	23
محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان (اسلام آباد)	25
حضرت علامہ ڈاکٹر ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر (حیدر آباد، سندھ)	26
شیخ العلماء حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی (راوی ریان شریف)	27

حضرت علامہ سیّد ریاض حسین شاہ (راولپنڈی)	29
حضرت پیر طریقت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف	31
واجب التکریم والتعظیم ماہ رخ خان قادری (کاونٹری، برطانیہ)	33
ثناخوانِ مصطفےٰ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی (کراچی)	35
مخدوم زادہ میاں محمد آصف محمدی سیفی (راوی ریان شریف)	37
الحاج محمد صدیق ڈڈیالوی (برطانیہ)	38

شخصیت اور فن

حیاتِ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک نظر میں......(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)	41
تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منصب.......... (حضرت شاعر لکھنوی)	45

مظہر فیضانِ رضا جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

صد سالہ جشن دار العلوم بریلی شریف.......... (شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری)	71
منظوم تاثر.......... (صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی)	75
جامعہ منظر اسلام......ایک منفرد مادر علمی......(مولانا محمد حسن علی رضوی)	77
مبارک صد ہزار مبارک (مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)	79

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور زعماء ملت

علامہ اقبال اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ.......... (اعجاز الحق قدوسی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور)	83
فاضل بریلوی اور پاکستان.......... (جسٹس اجمل میاں)	93

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور انگریز.......... (علامہ زین الدین ڈیروی ابن صوبیدار جلال الدین ڈیروی)	95
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور چشتی مجدد دین اسلام.......... (ڈاکٹر عبدالعلیم عزیزی مرحوم)	105
حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ..........(مطبوعہ: رضا اکیڈمی (انڈیا))	108

دعوت غور وفکر

اہل قبلہ کی تکفیر.......... (حضرت شیخ محقق برکۃ المصطفیٰ فی الہند الشیخ عبدالحق محدث دہلوی)	123
اختلافِ رائے کے اظہار کے لئے راہنما اصول.......... (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ)	124
مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی نہ کی جائے.......... (فاتح قادیان حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)	127
اعلیٰ حضرت کی طرف سے نرم روی کی واضح ہدایت	128
کیا بریلوی کوئی نیا مکتب فکر یا جدید مسلک ہے.......... (آبروئے قلم وقرطاس حضرت پیر سید محمد فاروق القادری)	133
علمائے سو اور علماء حق (شوکت صدیقی کا ایک اور زاویے سے لکھا مضمون)	137
سات متنازعہ مسائل پر فیصلہ کن تحریر.......... (سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)	147

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مشاہیر

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان العلماء پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ...... (سید صابر حسین شاہ بخاری قادری)	161

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ	164
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور فخر السادات ابوالنصر پیر سید سردار احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ	167
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور عالم ربانی مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ...... (سید صابر حسین شاہ بخاری قادری)	168
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ ....(سید صابر حسین شاہ بخاری قادری)	170
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ	173
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ .... (علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ)	174
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر عبدالرحیم آف بھرچونڈی شریف...... (علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ)	175
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور راس الاصفیاء حافظ سید محمد منظور القادری رحمۃ اللہ علیہ	177
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی	180
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ	182
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور زبدۃ العارفین خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ	184
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	187
امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام خراسان رحمۃ اللہ علیہ کی فکری و عملی ہم آہنگی پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی	188
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ	191

دوسرے کیمپ سے ایک گواہی

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی	195

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور اربابِ بصیرت

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ .... (ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)	199
اعلیٰ حضرت کا منہج انقلاب ....(علامہ سید ریاض حسین شاہ)	207
امام احمد رضا......ایک ہشت پہلو شخصیت .... (پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)	214
امام احمد رضا دیارِ قدس میں..........(پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)	221
حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ......(میاں عبدالرشید، نوائے وقت)	226

دانشورانِ قوم اپنے امام کے حضور

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل خراجِ عقیدت..............(ایک مستقل خطاب)	233
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت سائنس دان.......... (ڈاکٹر اے کیو خان)	246
سخن رضا میری نظر میں.............. (شاعر ہفت زبان حضرت شاہ نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)	248
کلامِ رضا پر حضرت نصیر ملت کی تضامین (ایک جائزہ)........... (ڈاکٹر توصیف تبسم)	252
غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ .... (حضرت مولانا صاحبزادہ محمد رضا خان قادری (بریلی شریف))	256
اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی پر ایک نظر	259
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت......(محمد انور سعیدی قمولہ شریف)	263

Scanned with CamScanner

تجدیدِ دین کا بنیادی نکتہ ....پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد قمر علی زیدی	267
اعلیٰ حضرت۔ اعلیٰ حضرت کیوں؟..........(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)	269
ایک عہد ساز آواز امام العصر حضرتِ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ...... (پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین)	273
امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ......(مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی انڈیا)	275

کچھ تعلیمات رضویہ سے

تعظیمی سجدہ کی حرمت کا فتویٰ..........(علامہ حافظ محمد سعد اللہ)	287

شہرۂ آفاق سلام ---- مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سلامِ رضا..........(شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)	297
سلامِ رضا...... چند تاثرات..........(سیّد محمد عبداللہ قادری)	302

عملیاتِ رضویہ

دُعائے حیدری......باجازت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	307

انٹرویو

حضرت پیر محمد افضل قادری سے ایک انٹرویو......(ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری)	315

سیر گلشن (حصہ دوم)

خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین حضرت شیخ طریقت علامہ صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی مدظلہ العالی کا دورۂ پاکستان...... تفصیلی روئیداد......(پیر سیّد ابوالعطاء محمد عبدالقادر شاہ ترمذی محمدی سیفی)	323
جناب محمد عثمان رضوی مکمل روداد بیان کرتے ہیں.............. (ملک محبوب الرسول قادری)	348
حضرت طارق سلطانپوری کو غوثِ اعظم ایوارڈ دیا گیا	351

میزانِ حروف

تحمل و برداشت، اہل سنت اور عصری تقاضے

دین سے دوری اور نااہل قیادت کی بے شعوری ایک المیہ ہے۔ پوری امتِ مسلمہ جسے بھگت رہی ہے سوآپا دھاپی اور مفاد پرستی کا شور ہے ان حالات میں اسلامی قوت کو مجتمع کر کے لادین اور اسلام دشمن شیاطین کا مقابلہ کرنے کی اشد ضرورت ہے ورنہ افغانستان، عراق، تیونس اور برما کی طرح ساری دنیا میں پھیلے مسلمانوں کے وجود کو نیست و نابود کرنے کے لئے استعماری قوتیں اپنے "پروٹوکولز" پر عمل درآمد جاری رکھیں گے اور مسلمان خوابِ غفلت کے سبب تنزل کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں گے اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ اسلامی بلاک، اسلامی فورس اور اسلامی بینک کا قیام یقینی بنا کر طاغوت کو اس کے ناپاک عزائم سمیت ٹھکانے لگایا جائے۔

ان حالات میں بنیادی اکائی کے طور پر اہل سنت کی شیرازہ بندی کی اشد ضرورت ہے اہل سنت ہی اہل حق ہیں۔ یہی ناجی گروہ ہے اور یہی علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین کے زریں اصول پر کاربند و قائم ہے۔ ایسے میں مبلغین و مصلحین کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہیں اور پیشوایانِ طریقت و شریعت کو زیادہ سرعت و حکمت کے ساتھ اپنا پیغام پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ نتیجہ خیزی ہمارا مقدر بن سکے۔

اہل سنت کو باہمی طور پر ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے خصوصی ترجیح کے ساتھ حکمت عملی اختیار کرنی چاہیئے ایک دوسرے سے مناظرہ، مجادلہ، ترش روئی، ناپسندیدگی، نفرتوں اور اس سے بھی بڑھ کر فتووں کی بولی میں بات کرنے کے بجائے خلقِ محمدی اور حلیمی کی روش اپنانا مسلکی حیات کے لئے ازحد ضروری ہوگیا

ہے...... ہم اس وقت نہایت نازک موڑ پر کھڑے ہیں اور یہی بات یہ ہے کہ ہم یہاں ان معاملات و امور کی تفصیلات کے بیان و اظہار کو بھی اجتماعی مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہماری ان مختصر معروضات کو کافی خیال کیا جائے، تحمل، برداشت اور درگزر کو اپنا وطیرہ بنایا جائے۔ غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کے بجائے تحقیق اور دیانت داری کو معمول بنایا جائے ہم نے کوشش کی ہے کہ ایک نقطے پر اہل سنت کے تمام طبقات کی رائے کو یکجا کر دیں۔ یہ پہلا قدم ہے اس کام کو بہت آگے تک جانا ہے لہٰذا مشترکات پر توجہ مرتکز کی جائے تو باہمی فاصلے گھٹیں گے۔ اہل حق کا دائرہ تو بڑا وسیع ہے اس قدر تنگ ہر گز نہیں کہ گنتی کے چند مسلمان روئے زمین پر باقی رہ جائیں اور باقی سارے جہان کو فتووں کی زد میں کھڑا کر دیا جائے اس کی تفصیلات درکار ہوں تو صرف ایک واقعہ کو ملاحظہ کرنے سے کافی معاملہ سمجھ میں آجائے گا ہماری اس "اشاعتِ خاص" کا حصہ دوم غور و فکر سے دیکھ لیا جائے...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حق گوئی، راست گوئی اور دیانت داری کو اختیار کریں اور محض اپنی پسند و ناپسند پر عمل درآمد کے رواج کو ترک کر دیں۔ اختلاف رائے کی اجازت اسلام نے عطا فرمائی ہے اختلاف رائے سے سیخ پا ہو جانے کے بجائے اس کا خیر مقدم کیا جائے اور دلائل و براہین کی روشنی میں حق ہونے کی صورت میں اسے قبول کیا جائے...... نیز مسئلہ تکفیر و خروج کے معاملہ میں جس قدر احتیاط کا اسلام متقاضی ہے اس کو ضرور بہر صورت پیش نظر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل درآمد کی توفیق بخشے آمین۔

ملک محبوب الرسول قادری

............(مدیر اعلیٰ)............

0300/0321/0313-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

کچھ "عظمتِ ابرار نمبر" کے نام کے بارے میں

..................○..................

☆ مشاورت کے دوران "انوار رضا" کی زیر نظر اشاعت کا نام وطن عزیز پاکستان کے نامور اور قادر الکلام تاریخ گو شاعر حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق رضا سلطان پوری نے "عظمتِ ابرار نمبر" اس لئے تجویز کیا کہ وہ تاجدار بریلی شریف کے والا وشیدا ہیں ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور اس سے مسرور ہوتے ہیں نیز جب انہیں معلوم ہوا کہ اس کے اشاعتِ خاص کے دو حصے ہیں اور دوسرا حصہ محض حضرت صاحبزادہ شاہ توصیف رضا خاں بریلوی مدظلہٗ کے دورۂ پاکستان کی پذیرائی کے لیے مختص ہے تو انہوں نے مشورہ مرحمت فرمایا کہ اس اشاعتِ خاص کو "عظمتِ ابرار نمبر" کے نام سے موسوم کیا جائے۔

☆ اس اشاعتِ خاص کے حصہ اول میں ذکر رضا کے گلہائے رنگا رنگ کی مہک نے دل و دماغ کو معطر و معتبر کر دیا اور ازخود اس کو ہم نے "چمنستانِ رضا" کے نام سے موسوم کیا جس پر جملہ احباء و اقرباء، علم دوست احباب نے مسرت کا اظہار کیا۔

☆ شاہ والا شریف ضلع خوشاب کا علمی و روحانی مرکز ہے یہاں کے سجادہ نشین وطن عزیز کے معروف عالم دین، ادیب و خطیب اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خلیق و شفیق شخصیت کے مالک ہیں...... ہمارے اس خاص نمبر کے حوالہ سے انہوں نے ٹیلی فون کر کے خصوصاً حضرت توصیف ملت کی پاکستان تشریف آوری پر مسرت کا اظہار فرمایا اور ہمارے پروگرام پر مسرور ہوئے اور اس حصے کا نام "سیرِ گلشن" تجویز کیا۔

....................لہٰذا....................

سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد ۲۰۱۲ء کے تیسرے شمارہ "عظمتِ ابرار نمبر" کے حصہ اول کو "چمنستانِ رضا" اور حصہ دوم کو "سیرِ گلشن" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے...... پڑھیے ایمان تازہ کیجیے اور ادارہ کو دعاؤں میں یاد رکھیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع کے ذریعے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Scanned with CamScanner

گلہائے نعت......نوائے جامی

مولانا عبدالرحمٰن جامی

نگاہے کہ افتد بہ ہر مرغزارے
گلستاں گلستاں، بہارے بہارے

جس مرغزار پر بھی میری نگاہ پڑتی ہے وہاں گلستاں گلستاں نظر آتے ہیں۔ بہار ہی بہار نظر آتی ہے۔

بہ ہر منزلے بخت خوش می رساند
چہ شام دل آرا، چہ صبح بہارے

میری خوش نصیبی جس منزل پر بھی مجھے پہنچاتی ہے وہاں کی ہر شام دلکش ہوتی ہے وہاں کی ہر صبح بہار آفریں ہوتی ہے۔

دلم خاک شد در رہ شوق لیکن
پس کاروان است مشت غبارے

راہ شوق میں میرا دل خاک ہو گیا لیکن وہی ایک مشت غبار قافلہ کے پیچھے ہے۔

ترحم ترحم خدارا ترحم
بکویت فتادہ غریب الدیارے

رحم کیجئے، رحم کیجئے، خدا کے لئے رحم کیجئے آپ ؐ کے کوچہ میں ایک پردیسی پڑا ہوا ہے۔

فدایم ہزاراں بجان گرامی
بہ آں شہر خوبی، چناں شہریارے

میں ہزار جان سے فدا ہوں اس مبارک شہر پر اور اس محترم شہریار پر۔

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ ﷺ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیا اے دل دمے از ہستی خود ترک دعویٰ کن
میفگن چشم بر صورت، نظر در عین معنی کن

اے دل آ، ایک لحہ کے لئے اپنی ہستی کے دعوے کو ترک کر)۔ صورت پر نظر نہ ڈال، بلکہ حقیقی معنی کی طرف نظر کر)

بیا در انجمن خلوت گزیں و از رہ دیگر
بچشم دل جمال دوست راہر دم تماشا کن

اے دوست آ۔ انجمن میں شریک ہو کر خلوت نشین ہو اور معرفت کے ذریعہ دل کی آنکھ سے ہر وقت جمال دوست کا نظارہ کر۔

بسرش غیر را محرم مکر داں بلکہ در خلوت
چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن

اس کے راز کو غیر پر ظاہر نہ کر، بلکہ خلوت میں اس کے ذکر کو اس قدر پوشیدہ کر کہ اپنے دل سے بھی چھپا لے۔

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہؐ
جمالِ خود نما رحمے بجان زار شیدا کن

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ کے جمال اقدس کے فراق میں، میں خراب وخستہ ہوں۔ للہ اپنا جمال اقدس دکھایئے اور میری جان زار پر رحم کیجئے۔

جہاں تاریک شد از ظلم سیہ کاراں رسولؐ اللہ
بیاؤ عالمے را روشن از نور تجلی کن

یارسول اللہ ﷺ! سیہ کاروں کے ظلم سے ساری دنیا تاریک ہو گئی ہے۔

اے حضور ﷺ! تشریف لایئے اور سارے عالم کو اپنے نور سے روشن کیجئے۔

چوزیں دار فنا قصد سفر سوئے دگر داری
چرا غافل نشینی، اے دل اسبابش مہیا کن

اے دل! اگر اس دارِ فنا سے دوسرے عالم کی طرف سفر کرنا ہے تو غافل و مدہوش کیوں ہے؟ اس سفر کے لئے اسباب مہیا کر۔

چہ حاجت کز پے خلوت روی در کنج تنہائی
بیاد دوست خود را از خیال غیر تنہا کن

اے سالک! اگر وصالِ دوست مقصود ہے تو گوشۂ تنہائی میں جانے کی کیا ضرورت ہے! میدانِ معرفت میں آ اور غیر کا خیال ہٹا کر دوست کو یاد کر۔

اگر خواہی تماشائے جمال شاہد معنی
ثنائے پادشاہؐ یثرب و سلطانؐ بطحا کن

اگر جمالِ اقدس کے دیدار کا آرزومند اور طلب گار ہے تو شاہِ یثرب و سلطان ﷺ بطحا کے فضائل بیان کر۔

اگر از حسرت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیاؤ ہر چہ می خواہی تمنا کن

اگر دنیا و عقبیٰ کی آرزوؤں میں سے کوئی آرزو تیرے دل میں ہے تو ان کی درگاہِ اقدس والے میں حاضر ہو اور جو کچھ تمنا ہے بیان کر، گوہرِ مقصود سے دامنِ مراد بھر دیا جائے گا۔

گلہائے نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ

اللہ کا کرم ہے عنایت رسول ﷺ کی   پھر ہو گئی زیارت تربت رسول ﷺ کی
صل علی یہ عزت و عظمت رسول ﷺ کی   اللہ پاک کرتا ہے مدحت رسول ﷺ کی
جس دل میں ہو محبت و الفت رسول ﷺ کی   پائے گا باخدا وہی جنت رسول ﷺ کی
کعبے سے بلکہ کعبے سے عرش علا سے بھی   افضل ہوئی ہے باخدا تربت رسول ﷺ کی
من زار تربتی و جبت قول مصطفیٰ ﷺ   ہو گی ہمیں نصیب شفاعت رسول ﷺ کی
سب امتوں سے پہلے ہی جنت میں جائے گی   اللہ کو پسند ہے امت رسول ﷺ کی
ہر امتی پہ باخدا جنت حرام ہے   جب تک نہ پائے خلد میں امت رسول ﷺ کی
یوسفؑ کا حُسن ہے بخدا نور احمدی ﷺ   بے مثل باخدا ہے ملاحت رسول ﷺ کی
طیبہ میں قطب طیبہ نے بخشیں خلافتیں   قسمت ہوئی بلند امانت رسول ﷺ کی
شق القمر سے باخدا ثابت یہ ہو گیا   ہر چیز پر ہے جاری حکومت رسول ﷺ کی
طیبہ میں بار بار بلاتے رہیں حضور ﷺ   یا رب یہی دعا ہے امانت رسول ﷺ کی

از خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند الحاج مولانا قاری محمد امانت رسول صاحب پیلی بھیتی

☆☆☆

دل میں سما جائے خوشبوئے محمد ﷺ   پھر کیوں نہ نظر آئے اسے رُوئے محمد ﷺ
جھکتی ہوئی نظروں سے اک سجدہ ادا کر لو   محراب عبادت ہیں دو ابروئے محمد ﷺ
اس وقت نمایاں ہوئی ہر صبح سعادت   جس وقت ہٹے چہرے سے گیسوئے محمد ﷺ
تعظیم نبی ﷺ جو بھی ایمان سمجھتے ہیں   بیشک وہی پاتے ہیں خوشبوئے محمد ﷺ
خالد کی محبت تھی کہ ایمان کا جذبہ   رکھتے تھے عمامہ میں نہاں مُوئے محمد ﷺ
معراج تمنا ہے محبؔ کی یہ خدا سے   اے کاش کہ مل جائے اسے کُوئے محمد ﷺ

ذاکر محب گلشن آبادی

☆☆☆

عظمتِ ابرار نمبر

چمنستانِ رضا

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے احوال آثار افکار و نظریات سے

آئینے سے زیادہ شفاف علمی و روحانی شخصیت کے دلنشین تذکار

چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری

تیری بستی رہے میری مستی رہے
تیرا ڈیرا رہے میرا پھیرا رہے

تیری جالیوں سے پرے کبھی جو نگاہ شوق نکل گئی
تیری جلوہ گاہ جمال میں تیرے آستاں پہ مچل گئی
یوں ہی رات عمر عزیز کی تیرے انتظار میں ڈھل گئی
میری شمع محفل آرزو کبھی بجھ گئی کبھی جل گئی
کشش جہان دل و نظر تری چشم لطف کرم سے ہے
جو تیری نگاہ بدل گئی تو ہر اک نگاہ بدل گئی
لمعات حسنک اشرقت جذبات عشقک نورت
مری زندگی کی شب سیہ شب ماہتاب میں ڈھل گئی
کوئی نذر کام نہ آ سکی تیری بارگاہ قبول میں
مگر اک فغان دل حزیں کہ غزل کے روپ میں ڈھل گئی

(نیر واسطی)

طابع بریدی صدر عن حکومۃ الھند یحمل صورۃ مشھد الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا رحمہ اللہ تعالٰی صاحب الدیوان و قد اقدمت حکومۃ الھند علی ھذا العمل تخلیدا لذکراہ علی الرغم من انہ کان یتمنی لشبہ القارۃ کلھا بر و یعمل من اجل ان تعود تحت حکم الاسلام و المسلمین

حضرت توصیف ملت
اور حضرت پیر
میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی

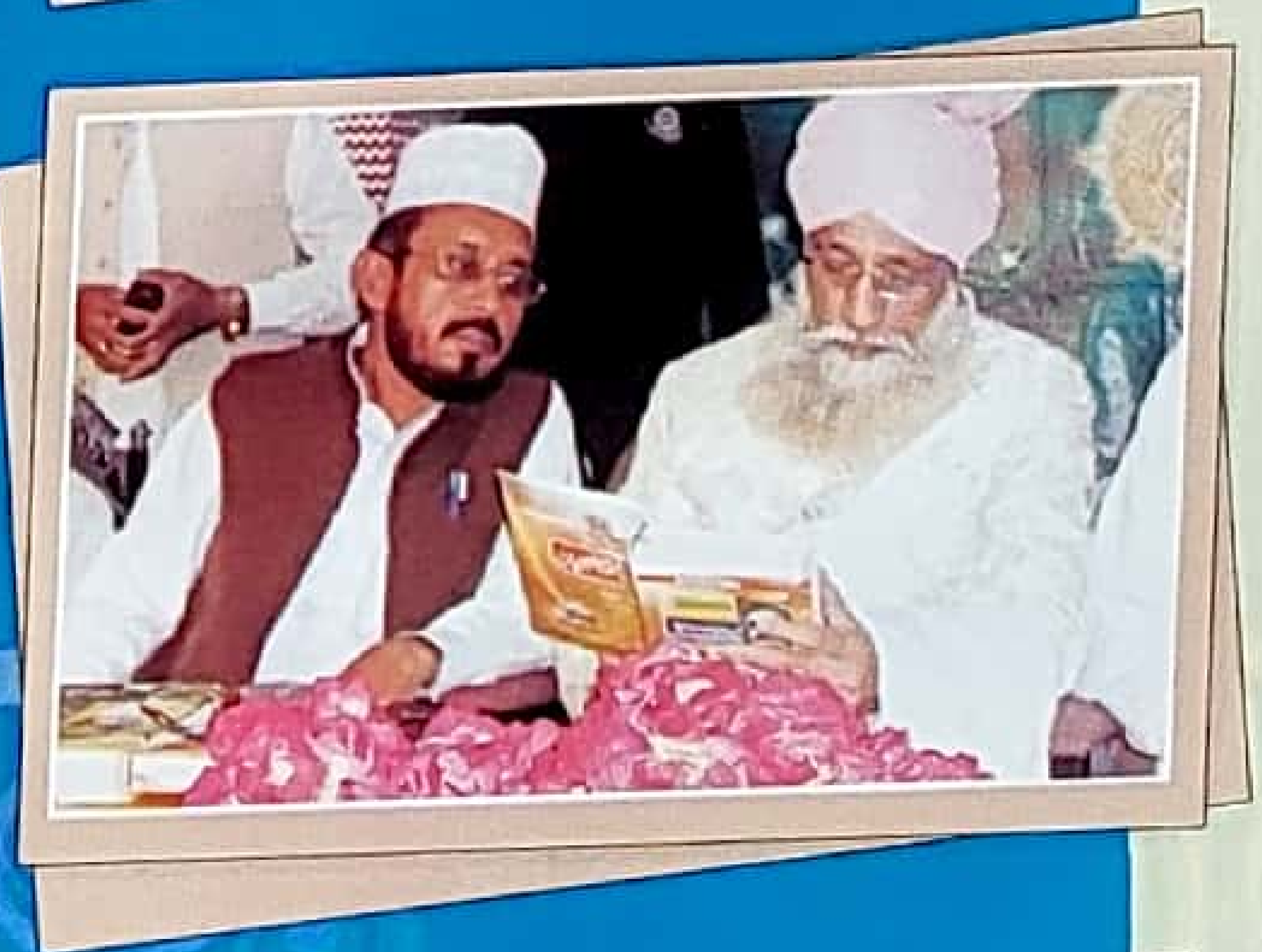

ہمدرد سنٹر لاہور میں
حضرت توصیف ملت
اور محبوب قادری
امام احمد رضا کانفرنس کے اسٹیج پر

حضرت علامہ
پیر سید عبد القادر ترمذی محمدی سیفی
راوی ریان شریف میں
خطبۂ استقبالیہ پیش کر رہے ہیں
مفتی محمد کلیم رضا، مفتی مرتضیٰ حیات
اور دیگر علماء ہمراہ ہیں

سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد ---------- عظمتِ ابرار نمبر

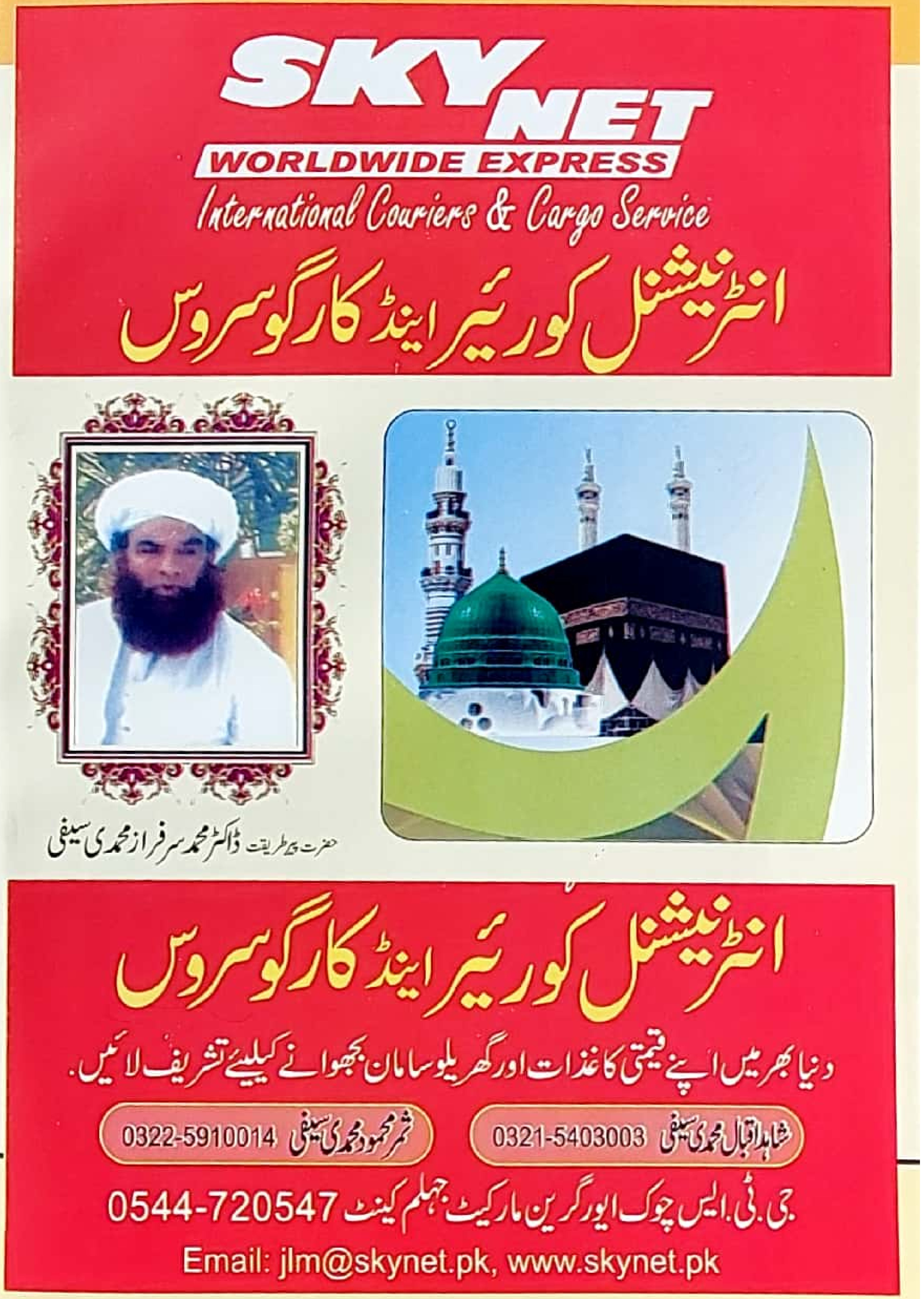

عظمتِ ابرار نمبر

پیغامات از تبرکات

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
☆ حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ
☆ حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ
☆ حضرت سبحانی میاں بریلوی قدس سرہ

پیغامات

☆ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان
☆ حضرت علامہ ڈاکٹر ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر
☆ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ
☆ شیخ العلماء حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی
☆ حضرت پیر طریقت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ بخاری
☆ واجب التکریم والتنظیم ماہ رخ خان قادری
☆ ثنا خوانِ مصطفٰے سید صبیح الدین صبیح رحمانی
☆ مخدوم زادہ میاں محمد آصف محمدی سیفی
☆ الحاج محمد صدیق ڈڈیالوی

قادر الکلام شاعر و ماہر علم الاعداد

حضرت طارق سلطانپوری

(حسن ابدال)

قطعہ تاریخِ طباعت

"تذکرۂ حق"

1433ھ

یہ نمبر خاص ہر صفحہ ہے جس کا
ادب آموز، جاں افروز و دلکش
گذاری خدمت اسلام میں عمر
ملک محبوب صاحب نے بااخلاص
معانی کا ریاض خوب لاریب
وہ اہل دل کے ہیں مقبول و مرغوب
متاعِ علم تحریریں ہیں اُن کی
مسرت سے کہی تاریخ اس کی
کیئے عمدہ تریں کام اس نے پہلے
"ذرۂ راہ حبیب منبر"

(1433ھ)

"جلوہ گاہ فیضان رضا"

2012ء

مہک بار اور پُر انوار الحق
عباد حق کے ہیں تذکار، الحق
حسین کردار اور گفتار، الحق
یہ گلدستہ کیا تیار الحق
معارف کا ہے یہ گلزار، الحق
وہ محبوب اولی الابصار، الحق
بہیں تر ان کے ہیں افکار، الحق
"جہانِ عظمت ابرار، الحق"
ہے اعلیٰ اس کا یہ بھی کار، الحق

پیغام

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، تاجدار بریلی

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

"پیارے بھائیو! تم مصطفےٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیو بندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔ حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔"

(وصایا شریف صفحہ ۳ از مولانا حسنین رضا)

پیغام

مولانا شاہ احمد نورانی

چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن......صدر جمعیت علمائے پاکستان

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بریلی شریف میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا روحانی فیض پہنچا اور انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی راہنمائی کا فریضہ کما حقہ نبھایا۔ اُن کا علمی تبحر اس قدر بلند ہے کہ جو شخص اُن کی کتابوں کے نام کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ لے اسے متبحر عالم دین تسلیم کر لینا چاہیئے۔

فتاویٰ عالمگیری سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سو علماء کو بٹھا کر حکومتی نگرانی میں مرتب کروایا جو یقیناً قابلِ تحسین کوشش تھی اور ایسا کارنامہ ہر عہد کے حکمرانوں کے لیے لائق تقلید مثال رہی ہے لیکن فتاویٰ رضویہ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اکیلے بریلی شریف میں بیٹھ کر تصنیف فرمایا اور اسے کوئی حکومتی سرپرستی حاصل نہ تھی بلکہ یہ صرف ایک ہی فرد کی جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آج فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیس جلدیں سامنے آرہی ہیں۔ یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا عظیم کارنامہ ہے مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ فردِ واحد نے ڈیڑھ ہزار علماء کا کام کر دیا اور اہلِ علم آج تک ورطۂ حیرت میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی دیگر کتابیں مثلاً "احکامِ شریعت"، "الامن والعلیٰ"، "حدائق بخشش" ......وغیرہم جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ اپنی نظیر نہیں رکھتیں اور اُن کا اپنا شعر اُن پر سو فیصد صادق ثابت ہوتا ہے کہ:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

انوارِ رضا جوہر آباد جس انداز میں مسلکِ اہل سنت کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے رہا وہ اسی کا حصہ ہے۔ میں باقاعدگی سے انوارِ رضا کا مطالعہ کرتا ہوں۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صد سالہ جشنِ تاسیس کے موقع پر "تاجدار بریلی نمبر" کی اشاعت پر

میں عزیز گرامی ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ اہل سنت کے عوام و خواص کا فریضہ ہے کہ وہ لٹریچر کی سرپرستی کریں۔ لٹریچر خریدیں۔ انوارِ رضا پڑھیں۔ حالات سے باخبر رہیں، عقیدہ اور مسائل دینیہ سے آگاہی حاصل کریں۔ اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔ مستقبل اسی طبقے کا ہے جو لٹریچر کے میدان میں دوسروں سے آگے نکل جائے گا۔ ("تاجدار بریلی نمبر" کے لیے ۲۰۰۲ء میں عطا فرمودہ پیغام...... جو اس زمانے میں اس اشاعتِ خاص کا حصہ بنا تھا......ادارہ)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی (ﷺ) — سب سے بالا و والا ہمارا نبی (ﷺ)
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی (ﷺ) — دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی (ﷺ)
بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا — نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی (ﷺ)
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس — ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی (ﷺ)
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی (ﷺ)
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات — ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی (ﷺ)
عرش و کرسی کی تھیں آئینہ بندیاں — سوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی (ﷺ)
خلق سے اولیا اولیا سے رسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی (ﷺ)
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم — وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی (ﷺ)
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو — نمکین حسن والا ہمارا نبی (ﷺ)
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل! — ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی (ﷺ)
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی — ان کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی (ﷺ)
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی (ﷺ)
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (ﷺ)
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی (ﷺ)
جس نے مردہ دلوں کو دی عمرِ ابد — ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی (ﷺ)
غم زدوں کو رضاؔ مژدہ دیجئے کہ ہے — بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی (ﷺ)

Scanned with CamScanner

پیغام

حضرت اخند زادہ سیف الرحمٰن

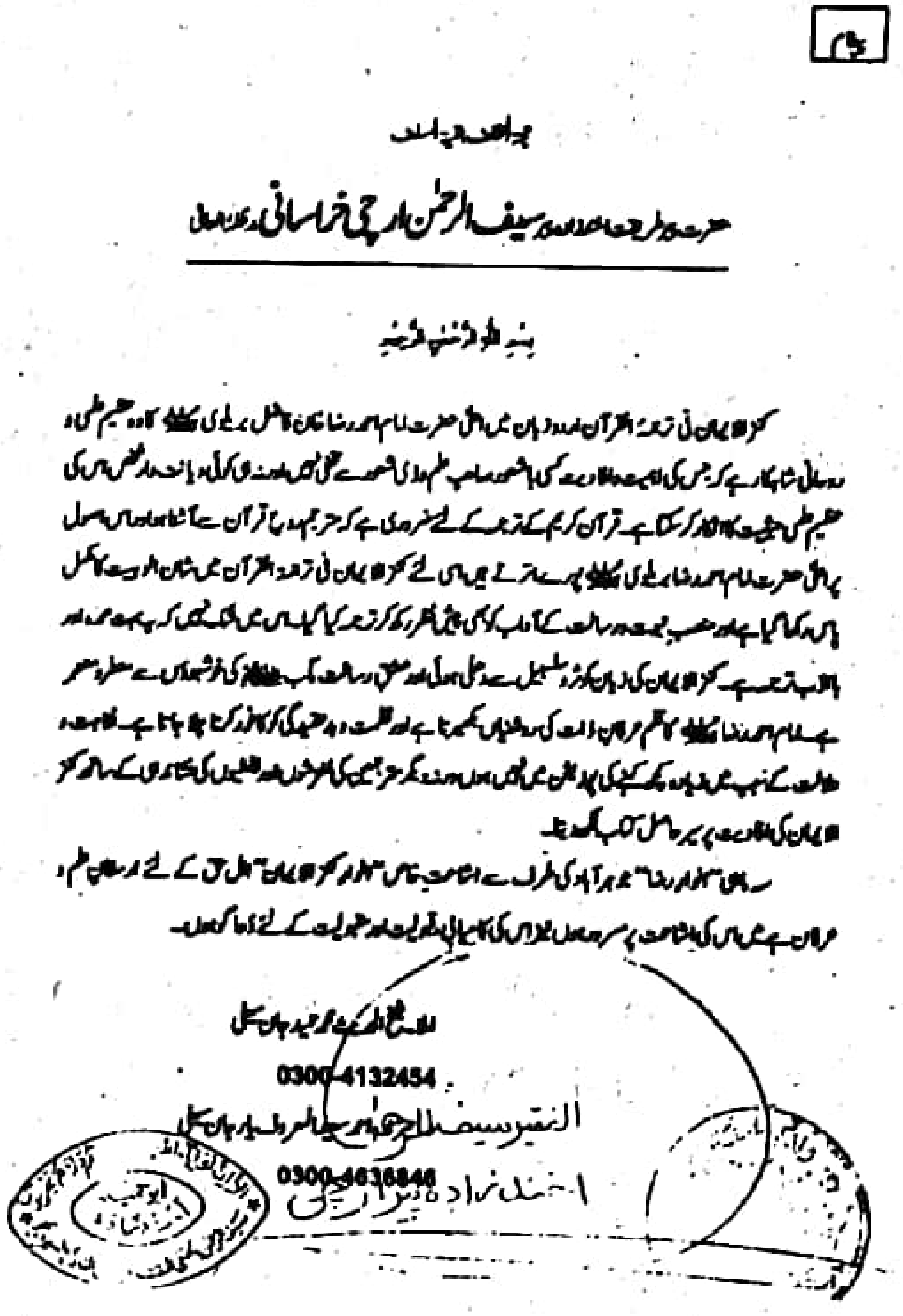

حضرت ... سیف الرحمٰن ارچی خراسانی ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

0300-4132454

الفقیر سیف الرحمٰن ...

0300-4636846

(سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد "انوار کنز الایمان نمبر، جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲،۱، صفحہ نمبر ۲۱.......... حضرت اخند زادہ مبارک نمبر، نقشِ ثانی، صفحہ ۸)

پیغام

حضرت سبحانی میاں رحمۃ اللہ علیہ

سابق سجادہ نشین: بریلی شریف

غریب نواز اور اعلیٰ حضرت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی تصانیف جلیلہ میں بار بار ہمارے خواجہ، ہندوستان کے راجہ سرکار غریب نواز کا ذکر جمیل کیا ہے اور بار بار آپ کے آستانہ پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے اور کیوں نہ ہو اعلیٰ حضرت نے خواجہ غریب نواز کے "روضہ پُر انوار" کو قبولیت دعا کے لئے مجرب بتایا ہے اور اپنے ماننے والوں کو آستانہ غریب نواز پر حاضر ہونے کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔

اب جو نادان یہ کہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتابوں میں غریب نواز کا ذکر نہیں کیا وہ حقائق سے ناواقف ہے۔

اسلام اور دہشت گردی

اسلام امن و شانتی اور اخوت، مساوات کا مذہب ہے۔ اسلام باہمی محبت و انس کا داعی ہے۔ اسلام جملہ اہل اسلام کو خلوص و وفاداری سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام جبر و تشدد، ظلم و استبداد، دہشت و بربریت کا شدید مخالف ہے۔ اسلام آپسی رواداری کا پیغامبر ہے۔ اسلام کا انتہا پسندی اور دہشت گردی سے نہ کل کوئی تعلق تھا نہ آج ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔"

اصلاح معاشرہ

شادی ہو کہ غمی، جلسہ ہو کہ جلوس غرض ہر موقع پر اکثر جگہوں پر خلاف شرع حرکات کا ظہور وصدور ہوتا ہے۔ شادی میں غیر اخلاقی، غیر شائستہ اور غیر اسلامی رسوم کا رواج عام سے عام تر ہوتا جارہا ہے۔ غمی کے ماحول میں تیجے، دسویں، بیسویں، چالیسویں وغیرہ کے موقعوں پر کھانا کھانے اور دعوت وضیافت کا طول طویل اہتمام کرنا، بتمام اہل قرابت وتعلق اور اہل بستی کو کھانے کی دعوت دینے کی رسم اور دیگوں پر دیگیں پکانا قرض میں ڈوبنا مسلک اعلیٰ حضرت کے سراسر خلاف ہے۔

لہٰذا علمائے اہلسنت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حالات کی اصلاح کے لئے مضبوط قدم اٹھائیں اور سنیت کو تنقیدوں اور بد عقیدوں کے طعنہ وتشنیع اور الزام تراشیوں سے بچانے کی بے حد کوشش کریں۔

بے راہ روی

جلسوں میں پرجوش تقریریں کرنا، غیر محتاط انداز اختیار کرنا، غیر علماء کو لمبے لمبے خطابات دینا، فلمی گانوں کی طرز ولب ولہجہ میں نعت واشعار پڑھنا رات بھر کا جلسہ کرنا اسی میں مست رہنا فجر کی نماز اور دوسری نمازوں کو پس پشت ڈالنا کس قدر معیوب وخلاف شرع ہے۔ محافل عرس میں ڈھول تاشہ بجانا، کھیل کود کرنا، میلہ کا ماحول بنانا، عورتوں کا بے پردہ گھومنا، مردوزن کا باہمی اختلاط ہونا، مزاروں پر ناروا انداز میں حاضری دینا سنیت کو بدنام کرانا نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے ماحول میں علماء کرام کا اصلاح کے لئے خصوصی اقدام کرنا اشد ضروری ہے۔ علماء کرام، ائمہ کرام سنیت کو تنقیدوں، بدنامیوں، بدعقیدوں کی الزام تراشیوں سے بچانے کی سعی کریں اور دین کی حمایت وحفاظت کریں۔ عقیدہ وایمان جو زندگی کی اساس وروح ہے اس میں پختگی ضروری ہے آج کے اس دور پُرفتن اور مذہب بیزار ماحول میں علماء کرام کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔

(ماخوذ از مرکزی ریحان ملت کلینڈر)

(مرتبہ: حضرت مولانا محمد شمیم اشرف ازہری (انڈیا))

پیغام

بین الاقوامی شہرت کے حامل ایٹمی سائنس دان، محسن پاکستان

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان

اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

DR.A.Q. KHAN
NI & BAR, HI

"Mountain View"
207, Hillside Road
E-7, Islamabad
Pakistan

Date: 8.6.2012

انوار رضا کا "عظمت ابرار نمبر"

مولانا ملک محبوب الرسول قادری کے بارے میں پہلے بھی میں نے کہیں لکھا ہے کہ آپ جواں فکر صحافی، مبلغ اور محقق ہیں۔ بڑی بات ہے آپ کی تحریروں اور علمی، دینی اور مذہبی خدمات کا میں معترف ہوں۔ سہ ماہی "انوار رضا" ہو یا ماہنامہ "سوئے حجاز" آپ نے ہر دو مجلوں کے خوبصورت اور خصوصی نمبرز شائع کر کے اہل علم وصاحب قلم برادری کی توقیر میں اضافہ کیا ہے۔ "انوار رضا" کی حالیہ اشاعت خاص کا "عظمت ابرار نمبر" بھی بہت بڑی دینی خدمت ہے اور حضرت فاضل بریلوی پر پختہ کار علمی وسماجی شخصیات کی تحریریں بھی لائق تحسین ہیں۔

خانقاہ رضویہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین کے دورہ پاکستان کی روداد بھی معلومات افروز ہیں۔

حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ کو پچپن علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ "فتاویٰ رضویہ" فقہ حنفیہ کی روشنی میں مکمل فقہی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" اہل عجم کے لئے ہدایت وعرفان کا سرچشمہ ہے اور "حدائق بخشش" نعت نگاری میں عمدہ مثال اور بارگاہ نبوی میں عقیدت ومحبت کا گلدستہ ہے۔

حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا چنداں آسان نہیں۔ انکی شخصیت اور خدمات پر مشتمل "عظمت ابرار نمبر" کی اشاعت پر مولانا ملک محبوب الرسول قادری خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ کرے پاکستان اور دین اسلام سے محبت کرنے والے مکتبہ فکر کے تمام احباب ملک صاحب کی طرح فروغ علم اور اسلامی روایات کے احیاء کے لئے میدان میں اتر آئیں تا کہ پاکستان کے حصول کے مقاصد پا سکیں! پاکستان زندہ باد......

مع دعا
(دستخط)
ڈاکٹر عبدالقدیر خان

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ★ صدر: جمعیت علمائے پاکستان ★ شیخ الحدیث: رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

تاریخ ۷/۲/۲۰۱۲ حوالہ ________

پیغام

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک کے معروف قلمکار محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی زیر قیادت اور زیر ادارت سہ ماہی انوار رضا کا عظمت ابرار نمبر شائع ہو رہا ہے جس میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مختلف علماء، فقہاء، اہل علم اور اہل دانش حضرات کے بعض نادر مضامین شامل کئے جا رہے ہیں جو لائق صد تحسین ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت کی فکر اور تعلیمات سے مکمل ہم آہنگی رکھنے والوں کو بعض فروعی اختلاف کی بنیاد پر اعلیٰحضرت کے محبین کی صف سے نکال کر دشمنان اعلیٰحضرت کی صف میں لا کھڑا کیا جاتا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کو اعلیٰحضرت سے محبت اور عقیدت پر محمول کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی فکر سے مکمل ہم آہنگی رکھتے ہوئے ان سے عقیدت رکھنے والوں کو چن چن کو ان کے محبین کی صفوں سے نکال کر ان کے حلقہ ارادت و عقیدت کو کم سے کم کرنا یہ اعلیٰحضرت سے محبت و عقیدت تو نہیں ہو سکتی؟ اس شمارے میں اس اہم موضوع کو بھی اجاگر کیا گیا ہے جو بڑی ہمت کی بات ہے اس پر محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب اور اس رسالہ کی انتظامیہ قابل مبارکباد ہیں۔

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

صدر: جمعیت علماء پاکستان

سربراہ تحریک ناموس رسالت

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ آزاد میدان بیراج حیدرآباد / 1/656 بلاک N سخی حسن نارتھ ناظم آباد کراچی 021-6679364
دفتر 022-2617086 رہائش 022-2612803 فیکس 022-2633794 Email: m.zubair50@yahoo.com - www.ruknulislam.org

پیغام

پیر طریقت، شیخ العلماء، پیکر تقویٰ و اخلاص

حضرت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی

آستانہ عالیہ راوی ریان شریف، لاہور

ہم نے بچیوں کا مدرسہ راوی ریان آستانہ پر قائم کیا میری اہلیہ اس میں باقاعدہ تدریس کا فریضہ نبھا رہی ہیں۔ حضرت اخندزادہ مبارک کی خدمت میں جب میں حاضر ہوا تو مجھے فرمایا کہ آپ کے ہاں قرآن کریم کا کون سا ترجمہ بچیوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ میں نے اپنے ایک سنی عالم کا نام لیا کہ ان کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے اس پر حضرت اخندزادہ مبارک نے مجھے بات قطع کرتے ہوئے فرمایا نہیں آپ اپنے مدرسہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن سبقاً پڑھائیں وہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور روح قرآن سے کما حقہ واقف تھے۔ اس لئے ان کے علاوہ کسی اور ترجمہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ادب کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ بارگاہ الوہیت اور بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب کو ملحوظ رکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

سید ابرار الحسن زیدی نے کہا کہ بنیاد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی اور اس پر الحمد للہ عمارت میرے مرشد کریم حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑی کر دی ہے وہ بھی پٹھان تھے اور یہ بھی پٹھان تھے ان دو پٹھانوں کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ (حضرت اخندزادہ مبارک نمبر نقش ثانی ص ۴۰)

(جو شخص یہ ترجمہ پڑھے گا عقیدے کے حوالے سے مضبوط اور محفوظ ہو جائے گا۔)

میرے لئے یہ بات خوشی اور مسرت کا باعث ہے کہ "انوار رضا" کے مدیر اعلیٰ

Scanned with CamScanner

مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے خانوادہ مبارکہ کے عظیم چشم و چراغ اور ان کی اعلیٰ علمی و روحانی روایات کے امین حضرت صاحبزادہ محمد میاں توصیف رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی (نائب سجادہ نشین بریلی شریف) کے دورۂ پاکستان کو اپنے خصوصی نمبر "عظمتِ ابرار نمبر" میں جگہ دی اور پورے اہتمام سے شائع کیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ خاص نمبر ایک خاص اہمیت کا حامل ہیں جس پر میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ایڈیٹر اور ان کی ساری ٹیم کے حق میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے دینی کاموں کو اپنی خاص رحمت سے نوازے۔ آمین

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں
بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ ان کے ثناخواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

پیغام

خطیب و ادیب اہل سنت

علامہ سیّد ریاض حسین شاہ

ناظم اعلیٰ: جماعت اہل سنت پاکستان

جنوبی ایشیاء میں جن عظیم شخصیات نے معاصر اسلامی تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، ان میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ٹھوس دینی عقائد و رجحانات ہی کے تحفظ و فروغ کا فریضہ سرانجام دیا ہے بلکہ سیاسی افکار ونظریات کو بھی صحیح اسلامی روح اور جذبہ اور ایک نئی تحریک سے روشناس کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ ایک جید اور مستند عالم دین تھے اور تمام متداول علوم اسلامیہ میں تبحرِ تام رکھتے تھے۔ وہ ٹھیٹھ حنفی تھے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کے سچے پیروکار تھے۔ فقہ حنفیہ میں ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں یہ اعتراف کیا ہے کہ یعدم نظیرہ فی الفقہ الحنفیۃ فی عصرنا ھذا کہ ہمارے اس دور میں فقہ حنفی میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ عقائد و اعمال میں اعلیٰ حضرت کا رجحان واضح ہے کہ وہ تسنن و تصوف کے والا وشیدا تھے اور کسی قسم کے اعتزال وانحراف اور رفض وخروج کے شدت سے مخالف تھے۔ عشق رسول ﷺ ان کا مسلک اور عظمت رسول ﷺ ان کا عقیدہ تھا۔ وہ کسی ایسی بات یا تحریک کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے جس سے عظمتِ رسول ﷺ کے عقیدہ ونظریہ پر زد پڑتی ہو یا عشق رسول میں کمی آتی ہو۔ ویسے تو ان کی ہر کتاب ان کے افکار ونظریات اور عقائد ورجحانات سے بھری ہوئی ہے، کنز الایمان جسے بلاشبہ اردو زبان میں قرآن حکیم کا بہترین ترجمہ تسلیم کیا گیا ہے،

Scanned with CamScanner

اس کا سب سے بڑا آئینہ دار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خاص طور پر ان آیات قرآنی کی ترجمانی میں اپنی فصاحت و بلاغت کی تمام تر توانائی کو استعمال کیا ہے جن سے عظمتِ رسول ﷺ کا تصور وعقیدہ زیادہ واضح اور روشن ہو کر سامنے آتا ہے اور وہ دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں۔

والضحیٰ، حجرات، الم نشرح سے پھر مومنو اتمام حجت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب ﷺ اس برے مذہب پر لعنت کیجیے

صرف مذہب کے دائرے میں ہی نہیں بلکہ سیاست کے میدان میں بھی اعلیٰ حضرت نے ملت اسلامیہ کی پاک و ہند کی بروقت بہترین اور صحیح ترین رہنمائی کی ہے۔ اور ایک ایسے دور میں جبکہ بڑے بڑے صاحبانِ جبہ و دستار اور مالکانِ غلبہ و اقتدار بہت سے الجھاؤ اور Confusin پھیلا رہے تھے اور برصغیر میں ایک بار پھر ملت اسلامیہ کا منفرد تہذیبی وجود اور جداگانہ ملی تشخص معرض خطرہ میں پڑ چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت فراستِ مومنانہ اور جذبِ قلندرانہ کے ساتھ ان تمام فتنوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تحریر وتقریر اور تنظیم وتحریک کے ذریعے متحدہ قومیت کے تصور باطل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ پٹنہ کی عظیم کانفرنس ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اسی فکر ونظر کو آگے بڑھاتے ہوئے 1946 میں بنارس سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس نے تحریک پاکستان میں ایک فیصلہ کن تاریخی کردار ادا کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے مسلک عشق کے علم برداروں اور ان کے مدرسۂ فکر کے ضو برداروں کی مخلصانہ تحریک ہی کا نتیجہ تھا کہ بالآخر پاکستان، اپنوں اور بیگانوں کی پے در پے اور گھناؤنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے طور پر معرض وجود میں آیا جواب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قائم ودائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت قائم رہے گا۔

زیر نظر علمی مجلہ سہ ماہی 'انوارِ رضا' جوہرآباد "عظمتِ ابرار نمبر" امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے افکار ونظریات اور احوال وتعلیمات کے حوالے سے خصوصی اشاعت کا حامل ہے جس پر ملک محبوب الرسول قادری مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پیغام

حضرت پیر طریقت صاحبزادہ

پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری

سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بہاری شریف، آزاد کشمیر

اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے برصغیر پاک وہند میں وہ اہل سنت کے لیے علامتی نشان کی حیثیت رکھتے ہیں اُن کا جذبہ عشق رسول ﷺ اُنہیں عزت و وقار اور شہرت کی سربلندیوں پر لے گیا یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بول رہا ہے۔ آپ نے اہل بیت نبوت، خاندانِ رسالت ﷺ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور اولیاء وصلحاء اُمت کا ادب و احترام سکھایا۔ نظم ونثر میں آپ کی تعلیمات اپنے قاری کو آستانہ نبوت کے در کی فقیری اور درویشی کا درس دیتی ہیں۔ موجودہ بدی اور بدعقیدگی کے عہد میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ بعض جگہوں پر خارجی اور ناصبی فکر نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس نام کو اپنے مخصوص عزائم میں کامیابی کے لیے استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے لیکن اُنہیں یاد رکھنا چاہیے کہ فکر رضا یزید اور یزیدیوں کی حمایت کا نام نہیں بلکہ فکر رضا تو حسنین کریمین علیہم السلام کے در کی فقیری اور اُنہی کی محبت میں زندہ رہنے اور موت کو گلے لگانے کا نام ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تو خلیفۂ راشد حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدے کے مطابق ایک مسلمان کو خاندانِ نبوت کا خادم اور غلام بنانا چاہتے تھے آج منبر ومحراب کے وارثان کو اس خاص نقطے کی طرف توجہ مرکوز کرتے

Scanned with CamScanner

ہوئے اپنا اور اپنی قوم کا رشتہ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے ساتھ جوڑنے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والوں کے لیے رافضیت اور شیعہ ہو جانے کا طعنہ ظلم عظیم ہے محبّ اہل بیت شیعہ تو نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کتب تشیع کے ساتھ اہل سنت کا اختلاف محبت اہل بیت کے باب میں ہرگز نہیں بلکہ بغض صحابہ کی وجہ سے ہم انہیں جہنمی خیال کرتے ہیں اس لیے عقل وشعور کا دامن تھام کر دلائل کی بنیاد پر حقائق کو قبول اور تسلیم کیا جائے۔ میری دردمندانہ اپیل ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے اپنے فریق مخالف کو اہل سنت سے خارج قرار دینے کی روش ترک کی جائے ان موضوعات پر شوروغوغا بند کیا جائے وگرنہ آپ کے دامن میں کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ مجلہ ''انوار رضا'' کا زیر نظر خصوصی شمارہ ''عظمت ابرار نمبر'' اس حوالے سے بڑی جرأت کا کام ہے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں ''سچ کڑوا ہوتا ہے'' اور اس کڑے زمانے میں سچی بات کہنا خاصا مشکل جہاد ہے میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی ملک محبوب الرسول قادری کو جرأت و استقامت عطا کرے۔ وہ خوشامد اور چاپلوسی کے اس شور اور اندھیرے میں سچائی اور دیانت کی شمع کو روشن کیے رکھیں۔ میرے سنی مسلمان بھائیو! ذرا سوچو، ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑو۔ حضرت امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سمیت تمام خلفائے راشدین، شہزادۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء، حضرت خاتون جنت و قیامت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن سمیت تمام اکابر اسلام کی یاد منائیں ان کی تعلیمات کو عام کریں۔ اہل سنت کے ہر فرد کے لئے میں یہ پیغام دوں گا کہ علم اور کتاب کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کیجئے۔ شیرینی کے ساتھ ساتھ ایصال ثواب کے لیے کتابیں بانٹیں، مسکین، مستحق، غریب اور یتیم بچوں میں کتابیں اور یونیفارم بانٹیے کہ اسی سے ہماری قوم ایک مرتبہ پھر اٹھ کر اوج ثریا پر پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔

پیغام

واجب تکریم و تعظیم

ماہ رخ خان قادری

بانی چیئرمین: غوثیہ اکیڈمی کاونٹری (یوکے)

ہم اپنی تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ان تابندہ ستاروں کو بھی دیکھتے ہیں جنہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت کا دفاع کیا ہے اور اسے مردہ ہونے سے بچایا ہے۔ ایسی بہت ساری شخصیات ہیں جنہیں ہم فالو (Follow) کرتے ہیں۔ ان میں ایسی ہی ایک ہستی جن کے علمی مقام سے ہر کوئی آگاہ ہے امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت کو زندہ کیا اور وہ کیسے کر پائے۔ وہ علم و تحقیق کے آسمان تو تھے ہی۔ اعلیٰ حضرت کو اللہ رب العزت نے علم، صلاحیت، استعداد، قوت استخراج، استدلال اور جودت رائے اور اس کے نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت جیسی خصوصیات عطا کی تھیں جو پورے ہند میں اس وقت کسی بھی دوسرے مسلک کے کسی عالم کے پاس نہیں تھیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار اور آپ کے دوسرے نعتیہ کلام کو پڑھ کر انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ ضرور کسی ایسے عاشق کا کلام ہے جو اپنے آپ کو اپنے محبوب کی محبت میں فنا کر چکا ہے اور ان کے کلام میں ایک بات جو انہیں معاصر میں منفرد مقام دلاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے الفاظ کی معجز بیانی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فاضل بریلوی کا شعر ہے جیسے پنجابی ادب میں رومی کشمیر میاں محمد بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا مقام ہے۔ شعر سنتے ہی پتہ چل جاتا ہے یہ درد صرف اور صرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہی میں ملتا ہے اور یہ واقعی تڑپ صرف اور صرف امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے کلام میں ملتی ہے۔

لیکن آج جب ہم دیکھتے ہیں ایسے لوگ جو مسلک حق کے نمائندے کے نام کے ساتھ منظر پر آ رہے ہیں وہ انجانے میں اپنے مخالفین کی فہرستوں میں اضافہ کیے جا رہے ہیں۔ نئی نسل کو مشتعل کر کے اور اپنے ہی فریق ثانی کے خلاف پراپیگنڈا۔ جبکہ امام اہل سنت کا پیغام تو امن اور محبت کا پیغام تھا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم منتشر ہونے کے بجائے متحد ہوں اور خدا کی زمین پر انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ کی راہ ہموار کریں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام یہ ہے:

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

عرش حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہو گی جب طلعت رسول اللہ کی

کافروں پر تیغ والا سے گری برقِ غضب
ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

لَا وَرَبِّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنّم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم اُن کا خدا اُن سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یارب اک ساعت میں دھل جائیں سیہ کاروں کے جرم
جوش میں آجائے اب رحمت رسول اللہ کی

ہے گلِ باغِ قدس رخسار زیبائے حضور!
سرو گلزار قدم قامت رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

Scanned with CamScanner

پیغام

ثناء خوانِ مصطفےٰ ﷺ

سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی

مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی ہے کہ سہ ماہی "انوارِ رضا" (جوہرآباد) کے مدیرِ اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری صاحب اپنے رسالے کا "عظمتِ ابرار نمبر" شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کام میں خاصی پیش رفت ہو چکی ہے۔ مذکورہ نمبر کے دو حصے ہوں گے۔ "چمنستانِ رضا" اور "سیرِ گلشن"۔ پہلے حصے میں امام اہل سنت، مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی، ادبی اور مدحِ رسول ﷺ کے حوالے سے شعری خدمات کا تحقیقی جائزہ شامل ہوگا اور دوسرے حصے میں خانقاہِ رضویہ کے نائب سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ توصیف رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کے دورۂ پاکستان کی تفصیل کی جائیں گی۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی، ادبی اور مدحتِ رسول ﷺ کے حوالے سے شعری خدمات کا نقش جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔ آپ کے وجودِ مسعود کے طفیل متحدہ ہندوستان میں شمعِ عشقِ رسول ﷺ کی لو اتنی تیز ہوئی کہ غیروں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ انگریزی حکومت کے گماشتوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ملت میں تفرقہ پیدا کرنے کا کام بڑی سرعت سے کیا۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت ہی اسلام اور ایمان کی بنیاد ہے، اس لیے دشمنانِ دین نے اس بنیاد ہی کو کمزور کرنے کے لیے کام شروع کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے ذریعے دشمنانِ دین کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ حبِ رسول ﷺ کی مشعل کو دلوں میں روشن کرنے کے لئے حضرت مولانا

فضلِ حق خیر آبادی اور حضرت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں میدانِ عمل میں نکل آئیں اور حبِ نبی ﷺ کا پرچم پہلے سے زیادہ بلندیوں پر لہرانے لگا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان نبی ﷺ کے ذکر ہی کو بلند کرنے کا تھا اور اللہ رب العزت نے وہ کام برصغیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیا کہ نبی پاک ﷺ کا مسلسل ذکر کر کے وہ خود لائقِ ذکر ٹھہرے۔ یہ اللہ کی سنت ہے کہ ہر عہد میں کوئی نہ کوئی شخصیت ایسی پیدا ہو جاتی ہے جو اپنے عہد کی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ آج ملتِ اسلامیہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو بظاہر اپنے اعمال کی کمی کے باوجود ناموسِ رسالت پر جان دینے کے لیے ہر وقت خود کو تیار رکھتے ہیں۔

۱۸۲۰ء میں امکانِ نظیر کا مسئلہ چھیڑا گیا جس کا تعاقب کرنے والوں میں حضرت مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش رہے اور الحمد للہ ان کی مساعی جمیلہ کے طفیل مسئلہ امکانِ نظیر ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا اور غالب جیسے شخص نے "امتناعِ نظیر" کے حوالے سے ہمیشہ باقی رہنے والی مثنوی لکھ دی۔ غیر ملکی آقاؤں اور ان کے گماشتوں کو جب امکانِ نظیر کے مسئلے پر پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات والاصفات کی محبت کم کرنے کے لیے مختلف مسائل چھیڑ دیئے اور حضور اکرم ﷺ کے نورِ اول ہونے کے انکار اور آپ ﷺ کو عطا کردہ علمِ غیب کی نفی کا شوشہ چھوڑا گیا۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرما کر انہیں ان لوگوں کے مذموم ارادوں کی بیخ کنی کا منصب سونپا..... اور الحمد للہ! آج اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی عاشقانِ رسول ﷺ کی فہرست میں ان اہل اللہ کے ناموں کے ساتھ لکھا جاتا ہے جن کی زندگیاں اسی عشق کی آئینہ دار رہی ہیں۔ ایسی نابغۂ روزگار ہستی کے تذکار سے مزین علمی، مذہبی، ادبی اور تحقیقی لوازمہ پیش کرنے کا بیڑا اٹھانے پر میں ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ "انوار رضا" کا "عظمتِ ابرار نمبر" مذہبی حلقوں کے علاوہ ادب شناس طبقوں میں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا..... ان شاء اللہ۔

پیغام

مخدوم زادہ

میاں محمد آصف محمدی سیفی

ناظم اعلیٰ: جامعہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان، لاہور

الاستاذ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"آج سو فی صد خرابی کا عہد ہے جہاں دس فی صد بلکہ پانچ فی صد خوبیاں بھی ہوں ان کی خوبیوں کو اجاگر کریں اور انہی سے کام لیں۔"

جب سے اس ارشادِ گرامی کا خیال آتا ہے تو حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ ہمارے اکابر کس قدر زیرک، دانا اور معاملہ فہم تھے حکمت کے ساتھ اسلامی موقف معاشرے میں رائج اور اجاگر کرتے تھے افسوس کہ آج ہم نے ضد، ہٹ دھرمی اور اناؤں کو اپنا منشور بنا لیا ہے۔ "انوار رضا" اہل سنت کا محبوب ترجمان سہ ماہی جریدہ ہے جو ہمارے بھائی جناب ملک محبوب الرسول قادری کی ادارت و قیادت میں مسلسل بڑے اعلیٰ معیار کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اہل سنت کے اجتماعی مقاصد کو سامنے رکھ کر بہت عمدہ اور نفیس خاص نمبر شائع کیے ہیں۔ حضرت اخترزادہ پیر سیف الرحمن مبارک نمبر، انوار کنز الایمان نمبر، تاجدار بریلی نمبر، ماہِ صیام نمبر، امام الشاہ احمد نورانی نمبر، مجاہدِ ملت نمبر، مولانا نیازی نمبر جیسے بیسیوں خصوصی اشاعتیں منظر عام پر لائے جو اہل سنت کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی بہت عمدہ کوشش ہے۔ "عظمتِ ابرار نمبر" کی خبر بھی نیک فال ہے بلکہ خوشخبری ہے جس پر ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے بھائی ملک صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں یہ نمبر ہر گھر کی ضرورت ہیں تا کہ ہر سنی کے مطالعہ میں رہیں ہم ملک صاحب کی کامیابی کے لئے دُعا گو ہیں۔

پیغام

عالی جناب محترم

الحاج محمد صدیق ڈڈیالوی

الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہیں اپنی مرضی سے نہ تو عقیدہ بنا سکتے ہیں اور نہ ہی خدا کے متعین کردہ احکام و حدود میں تغیر و تبدل کے مجاز ہیں۔ اولیاء امت نے اسلام کی روح تک رسائی حاصل کر کے فطرت کے تقاضوں کے مطابق اس پر عمل درآمد کیا۔ صوفیاء و اولیاء کا طریق دراصل منہاج نبوت کے تابع ہے خانقاہیں ہی اہل اسلام کے لیے تربیتی ورکشاپیں ہیں۔ اس کے علاوہ ۷۳ فرقوں والی حدیث پاک کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ناجی اور جنتی گروہ میں شمار رکھے گمراہ اور جہنمی طبقات سے اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

ہمارا یقین ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں اہل سنت ہی اہل جنت ہیں کہ یہی طبقہ حضور ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند ہے۔ اہل سنت پر شیطان حملے کر کے انہیں گروہ در گروہ تقسیم کرنا چاہتا ہے ہمیں اس گروہ بندی سے نجات کا راستہ نکالنا ہے۔ اہل سنت کو باہمی طور پر اختلاف رائے کے اظہار، اس کے قبول کرنے کی گنجائش پر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے اور جذبات میں آکر محض کسی ایک علمی اختلاف کی بنا پر اہل سنت سے اخراج کے فتاویٰ داغنے سے اجتناب کرنا چاہیے اس سلسلہ میں "انوارِ رضا" کا "عظمتِ ابرار نمبر" خاصے کی چیز ہے یہ ہمارے لئے ایک نعمت ہے۔ محترم ملک محبوب الرسول قادری سے ہمارا تعلق گزشتہ اٹھارہ بیس سال سے ہے انہوں نے جس انداز سے مسلک و مذہب کی خدمت کو اپنا مشن بنایا وہ ہم سب کے لیے چراغ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان کی توفیقات میں برکتیں دے اور ہم سب مل جل کر اس مشن کو آگے بڑھا سکیں۔ آمین

عظمتِ ابرار نمبر

شخصیت اور فن

☆ حیات امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک نظر میں..............

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

☆ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منصب..........

(حضرت شاعر لکھنوی)

زود نویس، تاریخ گو اور قادر الکلام شاعر

جناب حضرت صاحبزادہ

پیر محمد فیض الامین فاروقی سیالوی

موہیاں ٹھیکریاں...... گجرات

......قطعہ تاریخ اشاعت......

انوار رضا، عظمتِ ابرار نمبر

ہے مجلّہ خوب "انوار رضا" گوہر بیاں — منتظر اس کی اشاعت کا ہے ہر پیر و جواں

ہوتا ہے ہر اک شمارہ اس کا نمبر خاص ہی — ہوتا ہے مضمون ہر اک اس کا اک گنج گراں

یہ شمارہ ترجمانِ عظمتِ ابرار ہے — جادۂ عرفانِ حق میں ہے یہ اک سنگِ نشاں

اس کی خوشبو سے معطر گلشن فہم و خیال — منتخب تحریروں کا ہے بحرین یہ بوستاں

ہستیاں ہیں دہر میں جو نابغۂ روزگار — ان کے ذکرِ خیر سے ایمان ہوتا ہے جواں

زندگیاں ہیں وقف ان کی بہرِ دینِ مصطفےٰ ﷺ — مہرباں ہیں ان پہ بے حد سرورِ کون و مکاں ﷺ

ان کی خدمت میں ملک صاحب کا ہدیہ ہے خراج — اس کو رکھیں گے بنا کر اہل ایماں حرزِ جاں

لفظ ہے ہر ایک اس کا اک درخشاں ماہتاب — اس سے پائے گا یقیناً روشنی خورد و کلاں

یوں کہو فیضؔ الامین دونوں اشاعت کے سنین

"تذکرۂ حق" ہے "انوارِ رضا حجر فشاں"

۱۴۳۳ — ۲۰۱۲ء

حیاتِ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک نظر میں

تحقیق: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ولادت باسعادت	۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء
ختم قرآن کریم	۱۲۷۶ھ، ۱۸۶۰ء
پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ، ۱۸۶۱ء
پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۸ء
دستار فضیلت عمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن	شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۸۹ء
آغاز فتویٰ نویسی	۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
آغاز درس و تدریس	۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ، ۱۸۷۴ء
فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء
فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	۱۲۹۳ھ، ۱۸۷۶ء
بیعت و خلافت	۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء
پہلی اردو تصنیف	۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء
پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
شیخ احمد بن زین دحلان مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے اجازت حدیث	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوار الٰہیہ	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء
مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارت مغفرت	۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

Scanned with CamScanner

زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے

عدم جواز کا فتویٰ ۱۲۹۸ھ، ۱۸۸۱ء

تحریک ترک گاؤ کشی کا سدباب ۱۲۹۸ھ، ۱۸۸۱ء

پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ، ۱۸۸۲ء

اردو شاعری کا شہکار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۵ء

فرزند اصغر مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ، ۱۸۹۲ء

ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ، ۱۸۹۳ء

تحریک ندوۃ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۷ء

مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق ۱۳۱۶ھ، ۱۸۹۸ء

قصیدۂ عربیہ امال الابرار و آلام الاشرار ۱۳۱۸ھ، ۱۹۰۰ء

ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت رجب ۱۳۱۸ھ، ۱۹۰۰ء

علماء ہند کی طرف سے خطاب...... مجدد مأتہ حاضرہ ۱۳۱۸ھ، ۱۹۰۰ء

تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۴ء

دوسرا حج اور زیارت حرمین شریفین ۱۳۲۳ھ، ۱۹۰۵ء

امام کعبہ شیخ عبداللہ میر داد اور ان کے استاذ شیخ حامد احمد محمد

جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب ۱۳۲۴ھ، ۱۹۰۶ء

علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت

وخلافت ۱۳۲۴ھ، ۱۹۰۶ء

کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی

سے ملاقات ۱۳۲۴ھ، ۱۹۰۶ء

احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید

اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت ۱۳۲۵ھ، ۱۹۰۷ء

شیخ ہدایت اللہ بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی

کا اعتراف مجددیتِ رضا ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء

قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء

شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب

"امام الائمہ المجدد الھذہ الامہ" یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء

حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف

سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین" ۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۲ء

علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ

سوال کا فاضلانہ جواب قبل ۱۳۳۱ھ، ۱۹۱۳ء

ملت اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام

کا اعلان ۱۳۳۱ھ، ۱۹۱۳ء

بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفسار

اور امام احمد کا فاضلانہ جواب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ، ۱۹۱۳ء

مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے

معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ، ۱۹۱۳ء

ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، مابین ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۴ء

علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی اور ۱۳۳۵ھ، ۱۹۱۶ء

انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء

صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء

تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی ۱۳۳۶ھ، ۱۹۱۸ء

سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق (خواجہ حسن

نظامی کے جواب میں) ۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۹ء

امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو

شکستِ فاش ۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء

آئزک نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کے

خلاف فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء

رد حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق	۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء
فلاسفۂ قدیمہ کا رد بلیغ	۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء
دو قومی نظریہ پر حرف آخر	۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء
تحریک خلافت کا افشائے راز	۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء
تحریک ترک موالات کا افشائے راز	۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء
انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان	۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء
وصالِ باکمال	۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء
مدیر پیسہ اخبار لاہور کا تعزیتی نوٹ	یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ، ۳ نومبر ۱۹۲۱ء
سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی لکھنوی کا تعزیتی مقالہ	۱۳۴۱ھ، ۱۹۲۲ء
بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملا کا خراج عقیدت	۱۳۳۹ھ، ۱۹۳۰ء
شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراج عقیدت	۱۳۵۱ھ، ۱۹۳۲ء

ظلمتِ وقت میں سر بسر روشنی
شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا
جس کی ہر ہر ادا آگہی آگہی
شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا

☆☆☆

مثل بانگِ درا جس کی گونجی صدا
جس نے ہم کو نشاں منزلوں کا دیا
جس نے افکار کو بخش دی تازگی
شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

تاریخ نعت گوئی میں

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منصب

حضرت شاعر لکھنوی

زمانہ رسالت حضور ختمی مرتبت ﷺ سے عرب میں نعت گوئی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کا ذکر آتے ہی تاریخ ہمارے سامنے حضرت حسان بن ثابت، کعب بن زہیر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے جگمگاتے ہوئے چہرے پیش کرتی ہے اور ان کی تخلیقات شعری ہمارے قلوب میں عشق نبی ﷺ کا جذبہ پیش کرتی ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی   واجمل منک لم تلد النساء

”حضور ﷺ سے بڑھ کر حسین وجمیل چہرہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ حضور سے بہتر اور برتر انسان دنیا کی کسی عورت نے کبھی نہیں جنا۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی یہ آواز ہماری سماعت کا وقار بڑھاتی ہے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ اس آواز میں۔

روحی الفداء لمن اخلاقہ شھدت   بانہ خیر مولود من البشر

”میری جان ان پر فدا جن کے اخلاق شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین ہیں۔“ کی آواز ملا کر اس وقار میں چار چاند لگاتے ہیں۔ پھر کعب بن زہیر۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ   مھند من سیوف اللہ مسلول

”بیشک رسول اللہ ﷺ وہ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلواروں میں ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں۔“ کا نعرہ لگا کر اس آواز کو اور آگے بڑھاتے ہیں۔

نعت گوئی کے اس سفر میں اور بہت سی آوازیں سماعتوں کے افق پر روشنی بکھیرتی ہوئی گزرتی ہیں۔ ان میں شیخ محمد بن احمد، جمال الدین یحییٰ، شیخ ابو محمد عبداللہ، ابو زید عبدالرحمٰن بن سعید الور میر اندلسی، جمال الدین بن نباتہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان آوازوں میں ایک اور آواز جو سب آوازوں میں منفرد و ممتاز ہے وہ ہے علامہ بوصیری مصری (رحمۃ اللہ علیہ) مصنف قصیدۃ البردہ

Scanned with CamScanner

کی آواز۔

عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کے سلسلے میں یہ آواز قبولیت کے جس درجے پر فائز ہے اس کا جواب نہیں۔ اس قصیدے کا مرتبہ ایسا ہے کہ عرب و عجم دونوں اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس عدیم المثال جواہر پارے میں احساس کی جو بے پناہی، جذبے کا جو عمق، اظہار کی جو برجستگی، الفاظ کی جو اثر انگیزی، خلوص کی جو شدت اور دردمندی کی جو چمک پائی جاتی ہے، وہ اپنا جواب آپ ہے۔ صداقت، پاکیزگی، لطافت اور کیفیت کا رچاؤ اس قصیدے کے حرف حرف میں لو دیتا نظر آتا ہے۔

آوازوں کے یہ جانے پہچانے چہرے محبت رسول ﷺ کے وہ آئینے ہیں جن کی چھوٹ سے آنکھیں بے اختیار اشک ریزی پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ آوازوں کی اس جماعت میں زمانے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جاتا ہے اور۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر   لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

(مجروح سلطان پوری)

کے مصداق چہروں کا ایک بڑا قافلہ بن جاتا ہے اور نعت گوئی اپنے مراحل طے کرتی ہوئی عرب سے ایران کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس سرزمین نے اس قافلے میں ایسے ایسے وقیع چہروں کا اضافہ کیا اور نعت گوئی کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ کیفیت و کمیت، فکر و فن، زبان و بیان، اظہار و ابلاغ، سمت و جہت، تاثیر و تاثر اور مفہوم و معانی کے اعتبار سے وہ کون سی خوبی ہے جو اس ذخیرے میں موجود نہیں۔ نعت کے اس قافلے کو آگے بڑھانے والوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، صوفیاء، فقراء، شعراء، علماء، مجتہدین، فقہاء اور بادشاہ بھی شریک ہیں۔ ابتدائی دور میں محبت رسول ﷺ کا جو جذبہ فارسی مسلمان شعراء کے دلوں میں موجزن تھا اس نے برگ و بار نکالے اور نعتیہ مضامین کا وہ خزانہ وجود میں آیا جس میں فارسی ادب کے بہترین جواہر پارے اپنی تاب سے نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں۔ نعت گوئی کا یہ جذبہ کہیں۔

زہے پشت و پناہ ہر دو عالم   سرو سالار فرزندانِ آدم

کی شکل میں سنائی۔ غزنوی کو ہمارے روبرو دلاتا ہے۔ کہیں۔

غلام حلقہ بگوش رسول ساداتم   زہے نجات نمودن حبیب مو آیا تم

کا نغمہ ہونٹوں پر لئے سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیر دستگیر (رحمۃ اللہ علیہ) کا چہرہ ابھرتا ہے۔ کہیں نظامی گنجوی۔

سرو سرہنگ میدان وفا را   سپہ سالار خیل انبیاء را

کے شعری روپ میں نمودار ہوتے ہیں۔ کہیں۔

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغمبراں   اما بہ معنی بودہ سرخیل جملہ انبیاء

کا ورد کرتے ہوئے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ جنت نگاہ بنتا ہے اور کہیں "حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ما طالب خدائیم بدین مصطفائیم   بر در گہش گدائیم سلطان ما محمد

کے پیرہن میں جلوہ نمائی کرتے ہیں۔ سلسلہ سلسلے سے مل کر آگے بڑھتا جاتا ہے اور۔

آفتاب شرع، دریائے یقیں   نور عالم رحمۃ للعالمیں

کی آواز کے ساتھ عطار نیشاپوری کے خدوخال سامنے آتے ہیں۔ کہیں۔

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشاں ببیں   چوں مہ معطر خرقہا چوں گل معطر شالہا

کے پردے سے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ برآمد ہوتا ہے۔ کہیں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ادائے والہانہ سے۔

سیدو سرور محمد نور جان   مہتر و بہتر شفیع مذنباں

کے الفاظ میں چہرہ نمائی کرتے ہیں۔ کہیں سعدی شیرازی۔

یک جاں چہ کند سعدی مسکیں کہ دو صد جاں   سازیم فدائے سگ دربانِ محمد

کی زبان میں عشق مصطفے ﷺ کی چہرہ آرائی میں مصروف ہیں۔ کہیں حضرت بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔

یک کف خاک از در پُرنور او   ہست مارا بہتر از تاج و نگیں

کے نعرۂ مستانہ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہیں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی آواز۔

Scanned with CamScanner

صبا بسوئے مدینہ رُو کن ازیں دعا گو سلام برخواں   بگرد شاہ مدینہ گردو بصد تضرع پیام برخواں

کے حساب سے محوجلوہ آرائی ہے۔ کہیں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی آواز۔

مبارک نامۂ قرآں تو داری   کہ مرغ نامہ شد روح الامین

کی روشنی بکھیرتی نظر آتی ہے یا (اللہ دو من قال) کا چہرہ۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر   من وجہک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے آئینے میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کہیں نور الدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

یا شفیع المذنبیں بار گناہ آوردہ ام   بردرت ایں بار با پشت دوتاہ آوردہ ام

کی تفسیر بہتے اشکوں اور بھیگے چہرے کے ساتھ کر رہے ہیں تو کہیں جان محمد قدسی کا چہرہ۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی   دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات   لطف فرما کہ زحدمی گزرد تشنہ لبی
نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم   زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

کی چھوٹ سے گلزار نظر آتا ہے اور ان تمام آوازوں کے چہرے مل جل کر اپنے لہجے، مزاج، شوق و ذوق، ماحول، زبان اور عشق کے مطابق نعت گوئی کی ایسی سدا بہار فضا تیار کرتے ہیں جو فارسی نعتیہ شاعری کے کینوس کو وسیع سے وسیع تر کر دیتی ہے۔

فارسی نعت گو شعراء، صوفیاء، اہل کمال اور صاحبان بصیرت کا یہ قافلہ سرزمین فارس سے اپنے سفر کا رخ ہندوستان کی طرف موڑتا ہے اور عصری سفر کے تسلسل کی کڑیاں ایک دوسرے سے مل کر تخلیق کے دائرہ کار کو مزید وسعت اور سمت و جہت عطا کرتی ہیں اور جب فارسی زبان اردو سے گلے ملتی ہوئی اور آگے بڑھتی ہے تو اس کارواں کی قطار کا سرا صدیوں کو چھو لیتا ہے۔ نعت گوئی کے مقدس جذبے کو اظہار کی قدرت عطا کرنے کا یہ سلسلہ کتنا رنگا رنگ، کتنا پہلودار اور کتنا پُرکشش ہے جذبہ عشق کی یہ صورت نمائی۔

یا محمد ﷺ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں   خلق کو لازم ہے، جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

کے آئینے میں ڈھل کر ولی دکنی کا چہرہ بن جاتی ہے کہیں فراقی بیجاپوری کی آواز بن کر۔

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیسا ہوتا   محمد ﷺ کی گلی بھیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا

کے الفاظ میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ جذبۂ مدحتِ رسول ﷺ کبھی۔

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آپ محمد ﷺ کا   جو چاہے پاک ہو، ہو اصحاب محمدؐ کا

کے وسیلے سے مرزا رفیع الدین سودا کی آواز بن جاتا ہے۔ محبت کی یہ کرن کبھی۔

اے بہر شفاعت دو عالم لائق   دارم زجناب تو امید واثق

کے روپ میں خواجہ میر درد کی ذات میں چمک بکھیرتی ہے تو کہیں میر تقی میر کی آواز۔

جرم کی کھو شرمگینی یارسول ﷺ   اور خاطر کی حزینی یا رسول ﷺ
کھینچوں ہوں نقصان دینی یارسول ﷺ   تیری رحمت ہے یقینی یارسول ﷺ
رحمۃ للعالمینی یارسول ﷺ   ہم شفیع المذنبینی یارسول ﷺ

کے واسطے سے ہماری سماعت کو زندگی بخشتی ہے۔ کہیں نظیر اکبرآبادی اپنے جذبۂ عقیدت کو فکر کے قالب میں اس طرح ڈھالتے ہیں۔

تم شہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفےٰ ﷺ   سرگروہ مسلمیں ہو یا محمد مصطفےٰ ﷺ
حاکم دین متین ہو یا محمد مصطفےٰ ﷺ   قبلۂ اہل یقیں ہو یا محمد مصطفےٰ ﷺ

کہیں انشاء اللہ خان انشاء کا جذبۂ صادق یہ روپ اختیار کرتا ہے۔

لمعۂ ذات کبریا باعث خلق جزو کل   فخر جمیع مرسلیں رہبر و ہادیٔ سُبل
نور سے جس کے ہوگئی آتش کفر بجھ کے گل   بعد نماز تھا یہی ورد وظیفہ رُسل

صل علی نبینا صل علی محمد

کہیں حکیم مومن خاں مومن، جان محمد قدسی کی آواز میں آواز ملا کر اس طرح گویا ہوتے ہیں۔

ہوں تو مومن مگر اطلاق ہے یہ بے ادبی   میں غلام اور وہ صاحب ہے میں امت وہ نبی

یا نبی یک نگہ لطف بامی و ابی   مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کہیں ذوق اپنے دیدۂ نم کے ساتھ خدائے قدوس سے ان الفاظ میں محوِ التجا نظر آتے ہیں ۔

رہے نام محمد ﷺ لب پہ یارب اوّل و آخر   الٹ جائے بوقتِ نزع جب سینے میں دم میرا

کہیں بہادر شاہ ظفر ۔

اے سرور دو کون و شہنشاہ ذوالکرم   سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم

کا وظیفہ دہراتے ہوئے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ کہیں مدح کا یہ انداز ۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد ﷺ است   آرے کلام حق بہ زبان محمد ﷺ است

کے الفاظ میں سمٹ کر قالب بن جاتا ہے تو کہیں داغ دہلوی ۔

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ ﷺ   تمہی سے ہے فریاد یا مصطفیٰ ﷺ

کے لب و لہجہ میں نقش فریادی بن کر در قبول کے وا ہونے کے منتظر ہیں۔ کہیں محسن کاکوروی قصیدہ لامیہ ۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل   برق کے دوش پہ لائی ہے صبا گنگا جل

میں اپنے سدا بہار روپ کے ساتھ جگمگاتے ہیں۔ کہیں مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۔

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر   سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

کے پردے میں راز و نیاز کے پھول برساتے ہیں۔ کہیں حالی کا جذبہ نعت گوئی اس مسدس ۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

کے سہارے سماعت کی وادیوں میں اترتا جاتا ہے۔ کہیں احمد رضا خان رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی منفرد آواز اس طرح گونجتی ہے ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا   نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

غرضیکہ آوازوں کا یہ سفر پوری آن بان سے جاری ہے۔ ذیل کی آوازیں اپنے

اپنے لہجے میں اپنا اپنا تعلق عشق ظاہر کرتی ہیں ۔

زسر تا بہ پا رحمتی یا محمد ﷺ   نظر جانب ہر گنہ گار داری

(عزیز صفی پوری)

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے   کعبۂ دل ہرے اللہ مدینہ ہو جائے

ریاض خیرآبادی

دل نثار مصطفیٰ ﷺ جاں پائمال مصطفیٰ ﷺ   یہ اویس مصطفیٰ ﷺ ہے وہ بلال مصطفیٰ ﷺ

(اصغر گونڈوی)

وہ دانائے سُبُل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے   غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر   وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

آئی نسیم کوئے محمد ﷺ   کھینچنے لگا دل سوئے محمد ﷺ

(بیدم شاہ وارثی)

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی   سر پر کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں

(حسرت موہانی)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں   اک روز جھمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

(مولانا ظفر علی خاں)

اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ   ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ

(جگر مرادآبادی)

وجود پاک ہے کتنا محبت آفریں تیرا   نہیں ثانی کوئی اے رحمت للعالمیں تیرا

(ہادی مچھلی شہری)

جڑے ہوئے ہیں جو دل میں مرے نگینے سے   یہ داغ ہجر میں، لایا ہوں جو مدینے سے

(اصطفےٰ خاں لکھنوی)

ترا است رتبۂ عالی ز حضرتِ قیوم   کہ ہست ہر دو جہاں زیر حکم تو محکوم

(معروف اٹھوی)

Scanned with CamScanner

شب و روز مصروف صل علیٰ ہوں — میں وہ چاکر خاتم انبیاء ہوں

(سردار عبدالرب نشتر)

صاحب تاج ختم نبوت ﷺ — صدر نشین بزم رسالت ﷺ

(روش صدیقی)

ارض دل سے اٹھے نوائے درود — گونج اس کی فلک فلک جائے

(حفیظ تائب)

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں — محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

(بہزاد لکھنوی)

دم آخر مجھے آقا کی زیارت ہو گی — ایک دن آئیں گے سرکار قضا سے پہلے

(حافظ مظہر الدین)

رحمۃ للعالمینی سے جلے دل کا چراغ — انس و جاں کو خیر خواہ انس و جاں درکار تھا

(احسان دانش)

اے ساقی کونین یہ کیا بوالعجبی ہے — سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

(زائر حرم حمید صدیقی)

تعبیر شب غیب شبستان محمد — والفجر طلوع رخ تابان محمد

(ذہین شاہ تاجی)

وہ جس نے نوع انساں کو غلامی سے رہائی دی — وہ جس نے پنجۂ مرگ دوامی سے رہائی دی

(حفیظ جالندھری)

نعت سرکار بطحیٰ رقم ہو گئی — آج معراج لوح و قلم ہو گئی

(شاعر لکھنوی)

جب بھی سپاہیوں سے پیمبر کو پوچھئے — خندق کا ذکر کیجئے خیبر کو پوچھئے

(عبدالرحمٰن کیانی)

محمد ﷺ عربی آبروئے ہر دوسرا — حبیب پاک جان عالم و آدم

(عبدالعزیز خالد)

نعت محبوب داور سند ہو گئی — فرد عصیاں مری مسترد ہو گئی

(منور بدایونی)

ہم حلقہ بگوشانِ در مصطفوی ہیں — ہم اور کسی در پہ جبیں کیسے جھکائیں

(اقبال عظیم)

ریاض خدا کا گل سرسبد — محمد ﷺ ازل ہے محمد ﷺ ابد

(سلیم احمد)

کہکشاں بڑھ کے چھولے قدم آپ ﷺ کے — یہ تو معراج ہے کہکشاں کے لئے

(محشر بدایونی)

آوازوں کے یہ رنگا رنگ زاویے پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کاروان نعت کے اس عہد تک آتے آتے نعت کے فن میں رنگ و آہنگ کے جو نئے نئے گوشے پیدا ہوئے ان کا پورا منظر نگاہ میں رہے۔ نعت گوئی کا یہ سلسلہ اب صرف جذبہ ہی نہیں رہا، اس جذبے نے ایک مستقل موضوع کی صورت اختیار کر لی ہے اور موجودہ دور کے جو شعراء فرضی محبوب کے لئے غزل کہنے کو اپنی ہنرمندی اور کمال کا ذریعہ سمجھتے تھے اب محبوب خدا کی نعت کو سرمایۂ دین و ایمان سمجھ کر اپنی فکر کی باگ موڑ رہے ہیں۔ اس طرح یہ کارواں برابر رواں دواں ہے اور ہمیں اس میں جمود اور تھکن کے آثار کہیں نہیں ملتے۔ نئے نئے چہرے ذوق و شوق کی فراوانی کے ساتھ اس میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ ان میں صہبا اختر، امید فاضلی، نیر مدنی، اعجاز رحمانی، کوثر القادری، شعلہ آسیونی، مجید کھام گانوی، رشید گوالیاری، انعام گوالیاری اور احسان کاکوروی کے نام قابل ذکر ہیں۔

برصغیر ہند و پاک میں نعت رسول کہنے والوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان میں زیادہ تعداد ایسی ہے جو دوسری اصناف سخن کے دوش بدوش نعت پر بھی خاصی توجہ دے رہے ہیں لیکن اگر ہم اس فہرست سے ایسے چہروں کا انتخاب کریں جنہوں نے نعت گوئی کے سوا کسی دوسری صنف کو وسیلۂ اظہار بنانا تو کجا چھونا بھی گوارا نہ کیا ہو تو ان کی تعداد چار چھ سے آگے نہیں بڑھتی۔ ان میں بلاشبہ محسن کاکوروی، احمد رضا خان رضا بریلوی اور ضیاء القادری بدایونی کے نام گلشن نعت کے گل سرسبد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ زائر حرم حمید صدیقی،

عزیز حاصل پوری، حفیظ تائب، حافظ مظہر الدین کے نام ہیں۔ فی الوقت ہمارے اس مضمون کا موضوع چونکہ حضرت احمد رضا خاں رضا بریلوی سے متعلق ہے اس لئے ہم اپنے قلم کو اسی دائرے تک محدود رکھیں گے۔

احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نعت اور صرف نعت کو اپنا مقصد حیات بنایا۔ اس صنف کو بہترین ادبی جواہر پاروں سے مزین کیا اور ایسی ایسی نعتیں لکھیں جو زبان و بیان فکر و فن، اظہار و ابلاغ اور تاثیر و تاثر کے اعتبار سے اردو ادب میں سرمائے کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کی فارسی نعتیں بھی اسی درجۂ کمال پر فائز ہیں۔ انہوں نے نعت کے میدان میں اپنی جودت طبع کے جو اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں، ان میں سے ان کی ایک مشہور و مقبول نعت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں اردو، ہندی، فارسی اور عربی کے تانے بانے سے وہ عمارت تعمیر کی گئی ہے جو نعت گوئی کا ذوق رکھنے والوں کے ذہنوں میں ہمیشہ اپنی جگہ قائم رکھے گی۔ یہ تخلیقی ذہنی تنوع اور علمی ظرف کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی مثال ہمیں فیضی، قاآنی، خسرو اور انشاء اللہ خان انشا کے علاوہ شاید ہی کہیں اور نظر آ سکے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے، تجھ کو شہِ دوسرا جانا

☆☆☆

البحر علا والموج طغیٰ من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

☆☆☆

یاشمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی، مری شب نے نہ دن ہونا جانا

☆☆☆

مندرجہ بالا نعت ہندی، اردو، فارسی اور عربی آمیز ہونے کے باوجود اپنے تاثر کی اکائی کو برقرار رکھتی ہے۔

نعت گوئی کا فن عشقِ رسول ﷺ کی منزل میں ایک ایسا پل صراط ہے جس پر قدم

رکھنے اور توازن قائم رکھتے ہوئے اس پر سے گزر جانے کی سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جب تک دینی علوم کی بصیرت، شریعت و طریقت سے آگہی اور عشق کے باریک سے باریک رمز کا عرفان نہ ہو، ادھر رخ کرنا ٹھوکر کھانے کے مترادف ہے۔ اصناف شعر میں اس صنف سے زیادہ مقدس، نازک اور دشوار گزار کوئی دوسری صنف نہیں۔ شدت احساس کو عشق رسول ﷺ کی دیوار میں چُن دینے کے بعد ہی نعت گوئی کا صحیح شعور پیدا ہوتا ہے۔ جذبے کو لفظ عطا کرنے، لفظوں کی تہذیب و ترتیب کرنے اور اظہار کے گوشوں کی تراش خراش کے ہنر کی تکمیل بچوں کا کھیل نہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں طویل علمی سفر طے کرنے اور مشاہدات و تجربات کی کڑی دھوپ سے گزرنے کے بعد ہی الفاظ جذبے کی آفاقیت کو چھونے کے متحمل ہوتے ہیں اور فکر و خیال کی کتنی ہی صدیاں پار کرنے کے بعد مفہوم و معانی کے ایک لمحے کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ رضا بریلوی کی تاریخ حیات کے مطالعے سے ان کی علمی گہرائی گیرائی، دینی و مذہبی ظرف، فکری و ذہنی صلاحیت، فقیہانہ بصیرت اور مجتہدانہ جدوجہد کے بہت سے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ نعت کا بنیادی ڈھانچہ آگہی اور باخبری پر قائم ہوتا ہے۔ باخبری حصول علم سے پیدا ہوتی ہے اور حصول علم کے لئے جدوجہد کے سمندروں میں ڈوب ڈوب کر ابھرنا لازمی ہے۔ احمد رضا خاں بریلوی کی ذات کے کوزے میں کتنے سمندروں کی سمائی ہے اس کا جائزہ ان کی تاریخ حیات کے مطالعے کے بغیر ادھورا اور نامکمل رہے گا۔ ذیل میں ان کی زندگی کے چند علمی و عملی گوشے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ نعت گوئی کی منزل کے لئے انہوں نے آگہی اور باخبری کا کتنا سرمایہ اپنے ساتھ رکھا۔ اس جائزے کی مدد سے ناظرین کرام کو ان کے منصب و مقام کا صحیح ادراک ہو سکے گا۔

۱۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، جدل، ہندسہ، معانی اور بیان کے علوم انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے حاصل کئے۔

۲۔ ارثما طیقی، جبر و مقابلہ، ریاضی، مناظرہ و مرایا، زیجات اور جفر کے علوم اپنی ذہانت و طباعی اور مطالعے کی لگن سے حاصل کئے۔

۳۔ مختلف علوم دینی میں شیخ احمد بن زینی، شیخ دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن مکی، شیخ حسین بن صالح مکی اور شیخ ابو الحسین احمد النوری سے استفادہ کیا۔

Scanned with CamScanner

۴۔ علوم روحانی میں قادریہ سلسلے سے بیعت کے علاوہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت واجازت حاصل کی مثلاً سہروردیہ، بدلعیہ، علوم وغیرہ

۵۔ دوبار حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار قیام مکہ کے دوران شیخ حسین بن صالح کی خواہش پر "الجوہرۃ المضیہ" کی عربی شرح صرف دو یوم میں مکمل کی۔ تاریخی نام "الیزۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" رکھا گیا۔

۶۔ فقہ میں ردالمحتار اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور دینی وعلمی کارنامہ ترجمہ قرآن بھی ہے جو ۱۹۱۱ء میں "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے منظر عام پر آیا۔

۷۔ اردو، ہندی، فارسی، عربی زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

۸۔ ۳۱ سال کی عمر تک ۷۵ کتابوں کی تصنیف وتالیف کا کام مکمل کر چکے تھے۔

۹۔ تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں تمام علوم عقلی ونقلی کی تکمیل کے بعد فتویٰ نویسی کا منصب سنبھالا۔

ان معلومات کے حصول کے بعد ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعے "حدائق بخشش" حصہ اول و دوئم کا مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ ان کی نعتیں جذبے کو الفاظ کا پیرہن عطا کرنے اور محبت رسول ﷺ کے اظہار میں احترام کی حدود قائم رکھنے کے لحاظ سے ہمارے ادب میں ایک مستقل سرمائے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہماری سامنے ہیں۔

۱۔ وہ نعت جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ وہ نعت جو عشق سے چل کر "ایمان" پر ختم ہوتی ہے۔

رضا بریلوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے اسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی و امتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ وہ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن سیرت مصطفےٰ ﷺ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو روبرو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی نعتوں کا معیار پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

نعت کی پہلی حیثیت بھی اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے اور وہ شعراء بھی جو دوسری اصناف سخن کے شانہ بشانہ نعت کہتے ہیں ہمارے لئے باعث افتخار ہیں۔ انہوں نے بھی قافلۂ نعت کو زادِ راہ عطا کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہاں میرا اشارہ ان نعت گوؤں کی طرف ہے جو نعت گوئی کو ایک تقلیدی رسم تک محدود سمجھتے ہیں اور جن کے ہاں نعت کہنے میں حصول علم سے کہیں زیادہ "مشق" اور "ریاضت" کو دخل ہوتا ہے۔ اسی بنیادی کمزوری کی بنا پر وہ خدا شناسی، محبوب شناسی اور خود شناسی کے باہمی رشتوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان کا تقلیدی جذبہ کم علمی کے باعث ایسے الفاظ کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جو جذبے کو سہارنے کی قوت نہیں رکھتے اور اس طرح ان کے اشعار تاثیر کے معاملے میں گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ دیکھنا علوم وفنون کے باکمالوں ہی کا کام ہے کہ لفظ کا ظرف کتنا ہے اور وہ فکر کو کس حد تک قبول کرنے کا متحمل ہے۔ رضا بریلوی چونکہ علوم وفنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لئے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقف ہے۔ ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی، الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر ان کے فکری عمل کو فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے، جن کی مثال اس دور کے شعراء میں بہت کم ملتی ہے۔ ذیل کے شعر کی جذباتی، فکری اور فنی حیثیت پر غور کیجئے۔ ایسی سنگلاخ اور سخت زمین میں ان کی فکر رسا نے جدت وندرت کے کتنے گوشے نکالے ہیں۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی، نازک، سیدھی نکلی شاخ　　مانگوں نعت نبی ﷺ لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

روح القدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی، نازک اور سیدھی شاخ مانگنے اور اس کا قلم بنا کر نعت نبی لکھنے کی تمنا ان کی نازک خیالی، تنوع اور ندرت فکر کا پتہ دیتی ہے۔ اسی سلسلے کا ایک اور شعر طالب توجہ ہے۔

ظاہر و باطن، اول و آخر، زیبِ فروع و زینِ اصول　　باغ رسالت میں ہے تو ہی گل، غنچہ، جڑ، پتی، شاخ

یہاں فروع، اصول، اول و آخر اور ظاہر و باطن کہہ کر اس سے پھول، غنچہ، جڑ، پتی

Scanned with CamScanner

اور شاخ کا ثبوت فراہم کرنا، ابداع و اختراعِ سخن کا بڑا جامع نمونہ ہے۔

ایک دوسری زمین میں ان کی جودتِ طبع کی رنگینی و تازہ کاری ملاحظہ ہو ۔

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول　　لب پھول دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

قامتِ محبوبِ خدا کی اس سے بہتر اور کیا تصویر کھینچی جاسکتی ہے۔ تشبیہ کی ندرت و پاکیزگی، فکر کی معانی آفرینی، الفاظ کا انتخاب، اظہار کی معصومیت، سب کے سب وصف ایک مطلع میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ منزلِ سخن باکمالوں ہی سے سر ہوتی ہے۔ دوسرا مطلع بھی قابلِ غور ہے۔

صدقے میں تیرے باغ تو کیا، لائے ہیں بن پھول　　اس غنچۂ دل کو بھی تو ایماء ہو کہ بن پھول

دونوں مصرعوں میں بن پھول کی تکرارِ الفاظ کی یکسانیت کے باوجود مفہوم و معانی کا کتنا فاصلہ رکھتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "جذبے کو فن بنانے کا ہنر" اسی زمین میں ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا　　اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول

یہاں ناخنِ پا اور مہِ نو کی نسبت کے علاوہ "پھول" کا لفظ اپنا کچھ اور ہی رنگ روپ رکھتا ہے۔ نازک خیالی اپنے عروجِ کمال کو چھو رہی ہے۔ مقطع کا بانکپن بھی دیکھئے ۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی　　زہرا ہے کلی جس میں، حسینؓ اور حسنؓ پھول

غالب اپنی مشکل پسندی کی آسانی کے لئے کیسی کیسی سنگلاخ، دشوار طلب اور عجیب عجیب زمینیں تراشتا ہے۔ ان زمینوں میں شعر کہنے کو کلیجہ چاہئے۔ پھر اس میں اپنی انفرادی اور امتیازی حیثیت کو قائم رکھنا آسان بات نہیں لیکن رضا بریلوی ایسی ایسی بہت سی زمینوں سے عقیدت و محبتِ رسول کے پھول برساتے اتنی سبک رفتاری کے ساتھ گزر جاتے ہیں کہ اہلِ فن دیکھتے رہ جاتے ہیں ۔

پوچھتے کیا ہو، عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں　　کیف کے پَر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

شبِ معراج کے واقعے کو دو مصرعوں کے قالب میں اس طرح سمونا کہ الفاظ مفہوم کا آئینہ بن جائیں، غیر معمولی اندازِ بیان ہے۔ "کیف کے پَر جلنا" میں جو اچھوتا پن ہے، اس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔

علماء مجتہدین اور بحر العلوم قسم کے لوگوں کی شاعری میں موٹے موٹے اور ثقیل الفاظ کی بھرمار، شعر کے الفاظ تلے دب جانے اور ماسن شعری کے فقدان کی روایت عام ہے اور بعض مواقع پر اس کی صداقت ثابت بھی ہو جاتی ہے لیکن رضا بریلوی کی کاوشِ فکر اس روایت کی نفی کرتی ہے۔ آئیل کے شعر میں ان کا روئے سخن اسی طرف ہے۔ ۔

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حُسن کیونکر آئے　　لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

غالب کی مشہور غزل کا مصرعہ ہے۔

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

ذرا اس میں بھی حضرت رضا کی مشاقی ملاحظہ ہو ۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں　　دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالب نے تو پاسبانِ عقل کو دل کے پاس رکھنے کا مشورہ دے کر ایک چونکا دینے والی بات کہی تھی مگر حضرت بریلوی نے "دل کو جو عقل دے خدا" کہہ کر اس خیال کو اور آگے بڑھا دیا ہے۔ اسی زمین میں یہ شعر پڑھیے اور وجد کیجئے ۔

جان ہے عشقِ مصطفےٰ ﷺ روز فزوں کرے خدا　　جس کو ہو درد کا مزہ، نازِ دوا اٹھائے کیوں

"نازِ دوا اٹھائے کیوں" کا ٹکڑا کیفیتِ عشق کے عمق کو ظاہر کر رہا ہے۔ ایک اور سخت زمین کو کس طرح پانی کیا ہے ۔

رخ دن ہے یا مہرِ سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں　　شب زلف یا مشکِ ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر　　بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آخری شعر کے خط کشیدہ الفاظ پر نظر جمایئے "یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں" کا انداز قیامت ہے۔ اس زمین کی مشکل کو کس آسانی کے ساتھ حل کیا ہے۔ قابلِ دید ہے ۔

ہے دمِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں　　سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

اگر کسی شاعر سے کہا جائے کہ "مقالی ہاتھ میں" نظم کرو تو وہ ہکا بکا رہ جائے گا۔ مگر ایک نعت گو شاعر (جناب رضا بریلوی) اسے اس سادگی اور پُرکاری کے ساتھ الفاظ کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں کہ وجدان عش عش کرنے لگتا ہے۔ تسلسل کی دوسری کڑی ملاحظہ کیجئے ۔

Scanned with CamScanner

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں   دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

مالک کونین "پاس کچھ رکھتے نہیں" کی گہرائی "دو جہاں کی نعمتیں" اور ان کے "خالی ہاتھ میں" کس کس [illegible] جائے اور کس کس لفظ کو خراج تحسین پیش کیا جائے اور اس کیفیت عشق کا تو جواب ہی نہیں ۔

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود   وقف سنگ در جبیں روضے کی جالی ہاتھ میں

اللہ اللہ کیا منظر کشی ہے، کیا جذب و مستی ہے، کیا گم شدگی ہے۔ اس سادہ سے شعر میں فکر و نظر کی ہزار وارداتیں تڑپتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اس زمین نعت کے گل بوٹے بھی آپ کی توجہ کا دامن کھینچتے ہیں ۔

پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب   پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب
تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عرب   تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزاران عرب

"بے دام کے بندے" اور "بے دام کے بندی" (قیدی) نے شعر میں کیسی فنی لطافت پیدا کر دی ہے۔

ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضاؔ   چار دن برسے جہاں ابر بہاران عرب

"ابر بہارانِ عرب" کے چار دن برسنے میں وہ کیف، رنگینی، تازگی اور زندگی ہے کہ ہشت خلد بھی ان سے کسب لطافت کے لئے آتے ہیں۔ کیا پاکیزہ خیال ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ندرت بیان کا اک اور شاہکار دیکھئے۔ یہ شعر بحر کی روانی، الفاظ کے درو بست، فکر کی گہرائی اور تنوع کے اعتبار سے بڑے سے بڑے ادب کے مقابل رکھے جاسکتے ہیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحٰی ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

☆☆☆

ترا مسند ناز ہے عرش بریں، ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں خدا کی قسم

کیسی کیسی پاکیزہ اور سراپا نور و نکہت قسمیں کھائی جارہی ہیں۔ ذرا ان کے زاویوں پر غور کیجئے۔ ہر لفظ سے خوشبو کے فوارے چھوٹ رہے ہیں ۔

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل   پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل
رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں   کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

پہلے مطلع میں شاعر خیال کرتا ہے کہ رخ نبوی کو پھول سے تشبیہ دی جائے پھر اسے فوراً ہی خیال آتا ہے کہ پھول کا جمال تو ان کے جلوۂ کف پا سے پامال ہے۔ ایسی صورت میں اس مثال کا بچاؤ بھرپور نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے شعر میں مژہ پر ابھرتے ہوئے اشکوں کو عطر جمال گل کہنا اور مژہ کو کانٹے سے نسبت دینا بڑی نازک بات ہے۔ یہ شعر بھی دیکھئے ۔

حرز جاں ذکر شفاعت کیجئے   نار سے بچنے کی صورت کیجئے
ان کے نقشِ پا پہ غیرت کیجئے   آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

آنکھ سے چھپ کر زیارت کرنے میں جو جہان معنی پوشیدہ ہے اس کی کیا داد دی جائے ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

بات کس منطقی انداز سے کہی گئی ہے۔ دو عالم خدا کی رضا کے طالب ہیں اور خدا محمد ﷺ کی رضا کا طالب۔ مفہوم یہ نکلا کہ سرکار کے بغیر کونین کو سرخروئی حاصل نہیں ہوسکتی۔ کتنی سادہ بات کیسے خوبصورت انداز میں کہہ دی گئی ہے ۔

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی   مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

قافلے کا دیار حبیب کی طرف چلنے کے لئے کمر کسنا اور ایک عاشق رسول ﷺ کا ایسے موقع پر تنہا رہ جانا کیا قیامت کا منظر ہے۔ ساتھ جانا اسی وقت ممکن ہے جب تنہائی کی مشکل آسان ہو۔ دیکھئے اس مشکل کی آسانی کے لئے وہ کیسی تڑپ کے ساتھ التجا کرتے ہیں۔

مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

اس التجا میں کتنی دردمندی، آرزو اور حسرت کارفرما ہے۔ اس خوبصورت لہجے میں شاعرانہ حسن کے ساتھ انہوں نے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا ہے کہ جس کا ایک خاص اثر مرتب

ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت امیر مینائی نے اپنے لہجے میں اس طرح ادا کیا ہے۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

ان کے لہجے میں بھی کتنا درد اور کتنی معصومیت ہے ان دونوں کو سامنے رکھیے۔

"حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں" اور "مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی" میں اگرچہ دونوں لہجوں کی انفرادیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے مگر حضرت رضا بریلوی کے مصرعہ ثانی کا تاثر امید و آرزو کے ساتھ ساتھ شاعرانہ اظہار کا بڑا نادر نمونہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

اس زمین میں دو شعر ملاحظہ ہوں۔

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ
برق انگشت نبی ک چمکی تھی اس پر ایک بار آج تک ہے سینۂ مہ میں نشان سوختہ

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں شمع گویا اور زبان کی باہمی نسبت کتنا مزہ دے رہی ہے۔ دوسرے شعر میں چاند کے اندر دھبوں کو "نشان سوختہ" کہنا اور اس کا سبب برق انگشت نبی ﷺ کے چمکنے کو قرار دینا کتنی نادر بات ہے اور طلوعِ فکر کی ایسی روشن مثال جس کا ادب و شعر میں جواب نہیں۔

"حدائق بخشش" کے اوراق عشق نبی ﷺ کے عمیق جذبے سے بھرے پڑے ہیں۔ وجدان مشکل میں ہے کہ کس شعر کا انتخاب کرے اور کسے چھوڑے۔ وقت کی قلت اختصار کی متقاضی ہے اور ذوق سخن کا اصرار ہے کہ زیادہ سے زیادہ لکھا جائے۔ بہرحال چند اور شعر پیش کیے بغیر تشنگی رہے گی۔

یاالٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب بہیں آنکھیں "حسابِ جرم" میں اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

☆☆☆

جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی
سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

☆☆☆

خامۂ قدرت کا حُسن دستکاری واہ وا کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

اس نعت کی کیفیت میں بیخودی و سرشاری کے سینکڑوں سمندر موجیں مار رہے ہیں۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یار اِرم تاجدار حرم نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

غالب نے اپنی غزل کے ایک مصرعے میں "بھوں" کا لفظ نظم کیا تھا جس پر اہل نظر نے بڑی ناک بھوں چڑھائی تھی۔ رضا بریلوی نے "بھووں" کا لفظ ایک شعر میں استعمال کیا ہے۔ ذرا نعت میں اس لفظ کی پاکیزگی اور لطافت دیکھیے۔

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی دیکھیے کتنے پیارے اور محبت بھرے لہجے میں آقائے کونین سے مخاطب ہے۔

مصطفےٰ ﷺ خیر الوریٰ ہو سرور ہر دو سرا ہو
اپنے اچھوں کا تصدق ہم بدوں کو بھی نباہو

یہاں التجا کی دردمندی اور "نباہو" کی طرز ادا پر قربان ہو جانے کو دل چاہتا ہے۔

اسی طرح اس شعر کے تاثر کی بے پناہی کا انداز ملاحظہ طلب ہے۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا ہم مفلس کیا مول چکائیں، اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

لفظ و معنی کی ہم آہنگی "سستا سودا"، "بیچنا"، "مول چکانا" اور "ہاتھ ہی خالی ہے" کے ٹکڑے گویا نگینے جڑ دیے گئے ہیں۔ اپنی بے بضاعتی کی اس سے بہتر اور کیا منظر کشی ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مصور کا قلم شاعر کے قلم کو سجدہ کرتا ہے۔ اپنی بے بضاعتی کے باوجود امید کا دامن ان کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹتا۔ فرماتے ہیں۔

رضا قسمت ہی کھل جائے جو گیلاں سے خطاب آئے
کہ تو ادنیٰ سگ درگاہ خدام معالی ہے

پھر اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

ایمان ہے قال مصطفائی قرآن ہے حال مصطفائی
میری شب تار دن بنا دے اے شمع جمال مصطفائی

کُل سے بالا رُسل سے اعلیٰ اجلال و جلال مصطفائی

اس شعر میں فکر کی مشاقی نے معنی کا عجیب پیکر تراشا ہے۔

ذرے جھڑ کر تیری پیزاروں کے تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

ان ذروں کا سیاروں کے سر کا تاج بننا جو حضور کی نعلین مبارک سے جھڑ کر گرے ہوں ندرت فکر کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

روضۂ اطہر کی زیارت کے موقعہ پر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

آب زمزم تو پیا، خوب بجھائیں پیاسیں آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب حرم خوب کرم کے چھینٹے ابر رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

ایک دوسری جگہ دل کی آرزو کو کس خوبصورتی کے ساتھ الفاظ کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحٰی تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

انہیں یقین ہے کہ وہ جس در سے مانگ رہے ہیں وہ جود وعطا اور رحمت وکرم کا در ہے۔ یہاں ''نہیں'' کا لفظ سننے ہی میں نہیں آتا۔ دینے والا اتنا دیتا ہے کہ بقول بیدم شاہ وارثی، سائل کو اپنے دامن کی کوتاہی کا شکوہ ہو جاتا ہے۔

دینے والے تجھے دینا ہو تو اتنا دے دے کہ مجھے شکوۂ کوتاہیٔ داماں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی ''دینا ہو تو اتنا دے دے'' کے قائل نہیں۔ انہیں اعتماد ہے کہ وہ خواہ کچھ مانگ لیں، اس در سے ''نہیں'' نہیں ہو سکتی۔

ذرا اس نعتیہ قصیدے کے مطلع سے بھی سماعت کو محظوظ کیجئے۔

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

دریا کا پیاسوں کے تعاقب میں پھرنا رحمت سرکار دو عالم ﷺ کے لئے کتنا وسیع استعارہ ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

کتنی بڑی بات کتنے اختصار کے ساتھ کہہ دی گئی ہے۔ ''محبوب و محب'' اور ''میرا

تیرا'' کی نسبتیں مفہوم ومعانی کی کیا کیا منزلیں سر کر رہی ہیں۔ ایک اور گوشہ فکر ملاحظہ ہو۔

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ وا قرض لیتی ہے گنہ، پرہیزگاری واہ وا

پہلے مصرعے میں ''ذوق افزاء'' کا ٹکڑا معانی کے کتنے گوشوں پر محیط ہے۔ دوسرے مصرعے میں وہی بات کو گھما کر تازہ کاری اور تنوع پیدا کرنے کا فن کار فرما ہے جو حضرت رضا بریلوی کے مزاج عشق کا حصہ ہے۔ پرہیزگاری کا قرض کے طور گناہ حاصل کرنا، محض اس لئے کہ شفاعت کا موقع ہاتھ سے نہ جانے پائے، کتنا وجد آور اور اچھوتا خیال ہے۔

اعلیٰ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کو اپنی اس حیثیت پر ناز ہے کہ وہ شہ گردوں جناب کی بارگاہ کا ایک ذرہ ہیں اور اس نسبت سے وہ خود کو رشک قمر اور رنگ رخ آفتاب کہنے میں حق بجانب ہیں۔

رشکِ قمر ہوں، رنگ رخ آفتاب ہوں ذرہ جو تیرا اے شہ گردوں جناب ہوں

ذرہ ذرہ ہے آفتاب نہیں، اس کی صفت یہی ہے کہ وہ آفتاب کی نسبت سے اس کے رنگ کا پرتو اور مظہر ہے لیکن اس ذرے کا کیا پوچھنا جس پر چاند رشک کرے اور جسے آفتاب اپنے رنگ رخ سے نوازے۔

نعت گوئی میں احترام کی حدود کا عرفان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آدمی صاحب دل، صاحب نظر، پاک باطن، اہل خبر اور اہل کمال ہو ورنہ وہ آفتاب اور رنگ رخ آفتاب کے بنیادی فرق اور اس کی نوعیت ونزاکت میں تمیز نہیں کر سکتا۔

عام طور پر شعراء کے نزدیک تمام اصناف سخن میں غزل کو اظہار کا بہترین وسیلہ گردانا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ غزل باریک سے باریک جذبات عشق کو اپنے میں سمونے اور اظہار کے رنگا رنگ زاویے تراشنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتی ہے۔ بات اس حسن سے کہی جائے کہ سننے والا پھڑک کر اسے اپنے دل کی بات سمجھ لے۔ یہ ہے غزل کا بنیادی وصف۔ غالباً یہی سبب ہے کہ بے شمار صوفیائے عظام، شعراء، فقراء اور اہل تصوف نے اپنی بات کو دل میں اتارنے کے لئے غزل ہی کا انتخاب کیا ہے۔ میرے ذہن میں مدتوں سے ایک شعر چھایا ہوا تھا۔

تیرے آنے کا انتظار رہا عمر بھر موسمِ بہار رہا
(رسا چغتائی)

اسی بحر اور قوافی میں جب حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر میری نظر سے گزرا تو میں چونک گیا۔ آپ بھی سنیئے اور محسوسات و لطافت شعری کی داد دیجئے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

ان کے سوئے لالہ زار خرام فرمانے سے بہار کے دن پھر جانا ذہنی بوقلمونی کی کیا نادر مثال ہے۔ محاورے کا برمحل استعمال، اظہار کی لذت اور فکر کی پاکیزگی نے رنگ و نکہت کا ایک ایسا آمیزہ تیار کیا ہے جس کے ذائقے کو آنکھوں ہی سے چکھا جا سکتا ہے۔

شہنشاہ عرب و عجم کے حضور حضرت رضا بریلوی کی فریاد کی لے مختلف لباس بدلتی اور اظہار کے پیکر تراشتی اس منزل تک آجاتی ہے۔

غم ہو گئے بے شمار آقا بندہ تیرے نثار آقا
مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہو گا تم سا نہیں غم گسار آقا

☆☆☆

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

یہاں خاک کے مختلف پیمانے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی لو وہ قد بے سایہ اب سایہ کناں آیا

یہاں کڑی دھوپ میں اس قد بے سایہ کا سایہ کناں آنا، اتنی خوبصورت منظر نگاری ہے جس پر وجد کرنے کو جی چاہتا ہے۔

جناب حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ حضور آقائے مدینہ حاضری دینے کو کس شوق و ذوق سے جاتے ہیں مگر وہاں سے واپسی پر ان کا جو حال ہوتا ہے وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں مجھ کو پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں مجھ کو
میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا اے ملیح عربی کر دے نمکداں مجھ کو

ملیح عربی کی ترکیب پر جتنی بار صل علیٰ پڑھا جائے کم ہے۔ ملاحت کا ذکر آیا ہے تو بیدم وارثی کا یہ شعر بھی سن لیجئے۔

او نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمکداں ہو جائے

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نعت رسول ﷺ کی منزل میں اپنا مقام خوب جانتے ہیں۔ انہیں اپنے جذبۂ عشق پر اعتماد ہے۔ اس اعتماد کو وہ مختلف انداز میں شعر کا لباس پہناتے رہتے ہیں۔

اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لئے نذر دیتے ہیں چمن مرغ خوش الحاں مجھ کو

☆☆☆

اے رضا جان عنادل تیرے نغموں کے نثار بلبلِ باغ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے

☆☆☆

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

☆☆☆

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبد مصطفیٰ تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

احکام شریعت کی سختی سے پیروی علماء کے بعض مکاتب فکر میں حضرت رضا بریلوی کو سخت گیر کے روپ میں پیش کرتی ہے۔ لیکن ان کے علمی تبحر اور شاعرانہ کمال سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔

آتے رہے انبیاء کما قیل لہم والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

☆☆☆

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ
شہا بے کس نوازی کن، طبیبا چارہ سازی کن مریضِ درد عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

☆☆☆

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انساں، وہ انساں ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے، مری جان ہیں یہ

اس رباعی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے معتبر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت، بیان کی لطافت کس کس ہنر کو سراہا جائے۔ بے ساختہ مرحبا اور صلِ علیٰ کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا کہ سرکار دو جہاں محمد عربی ﷺ سرتا بقدم اللہ کی شان ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی لباس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی۔ پھر یہ بتایا گیا کہ یہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ...."ایمان یہ کہتا ہے، مری جان ہیں یہ"...... کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھانا مولیٰ

ذرا فارسی میں مانگنے کا لب و لہجہ اور آرزو کی تڑپ کا منظر ملاحظہ کیجئے۔ قربان اس آرزو کے۔

امتان و سیاہ کاری ہا شافعِ حشر غم گساری ہا
سگِ کوئے نبی و یک نگہے من و تا حشر جاں نثاری ہا

اردو میں اندازِ طلب کی معصومیت دیکھئے۔

یاالٰہی! جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے دولتِ بیدار عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو

رباعی، قطعات، قصائد، غزلیں "حدائقِ بخشش" میں ایک سے ایک انمول موتی موجود ہے۔ افسوس کہ ہمارے ملک کے بعض، یک رخے ناقدین نے تصویر کا یہ رخ دیکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ فرمائی ورنہ رضا بریلوی کا کارنامۂ نعت گوئی ان کے دوسرے علوم و فنون کی طرح کب کا عوام کے سامنے آچکا ہوتا۔ میں نے اپنے مضمون میں اگرچہ ان کی نعت گوئی کا مقدور بھر جائزہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی وقت کی کمی نے بہت سے گوشوں سے نقاب نہیں اٹھانے دیا۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہ مضمون رضا دوستوں، نقادوں اور اہل انصاف کے لئے ایک تحریک کی حیثیت ضرور رکھتا ہے۔ اگر عشق سچا اور طلب صادق ہو تو تلوار کی دھار سے بھی انتہائی توازن اور سبک گامی کے ساتھ گزرا جا سکتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اس منزل سے گزر کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ بڑے بڑے نعت گووں کے درمیان اپنی ایک منفرد و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

عظمتِ ابرار نمبر

مظہر فیضانِ رضا
جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

☆ صد سالہ جشن دارالعلوم بریلی شریف..........................
(شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری)
☆ منظوم تاثر..........................
(حضرت استاذ العلماء مولانا صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی (کلام شاعر بقلم شاعر))
☆ جامعہ منظر اسلام......ایک منفرد مادر علمی..........................
(حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی)
☆ مبارک صد ہزار مبارک..........................
(مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)

خوارج ہو گئے ہم میں بھی پیدا

یزیدی فکر کے والا و شیدا
بکھرے بیٹھے ہیں یہ بغضِ علیؓ سے
گھٹائیں شان یہ مولیٰ علیؓ کی
عقیدت کے سبق میں رخنہ ڈالیں
یہ چھیڑیں راگنی بے وقت والی
مسلّم بات کی تردید کر کے
سنّیوں کے رد میں یہ ہر حد سے گزرے
ہوا فتنہ و شر کو دے رہے ہیں
بہت خوش خارجی طبقہ ہے ان سے
بنامِ علم یہ تفریق ڈالیں
حوالوں سے حقیقت کو رگیدیں
کریں کمزور یہ چاہت کے رشتے
نُشنت کی کریں یہ آبیاری
گوارا شان نہیں آلِ نبیؐ کی
بہانے ڈھونڈنے کی خوئے بد ہے
روافض دشمنی اچھی ہے لیکن
مسائل اور بھی کچھ حل طلب ہیں
توجہ ان کی جانب بھی ذرا ہو
علیؓ مولودِ کعبہ ہے؟ نہیں ہے؟
ضرورت جب نہیں ٹھہری یہ دیں کی
اُچھالا کس لیئے اس بات کو ہے
مقاصد اور ہی پیشِ نظر ہیں
بنا کر دستِ حیدرؓ کو نشانہ
ہوس شہرت کی ایسے ہو نہ پوری
خدا کے دین پر کچھ رحم کھاؤ
رہو نہ لیس بس تیر و تفنگ سے
کرو آسانیاں سب کو میسّر
بصیرت کے تقاضے بھی نبھاؤ
تکبّر علم کا اچھا نہیں ہے
انا کے خول سے پیچھا چھڑاؤ
کہاں تحقیق ایسی دل رُبا ہے
نہیں خدمت یہ کوئی دین کی ہے

خوارج ہو گئے ہم میں بھی پیدا
نبھائیں خوب یہ نسبت نبیؐ سے
دکھائیں راہ دوزخ کی گلی کی
حقیقت کے مخالف کر کے چالیں
تدبّر سے تہی، دانش سے خالی
رہیں نہ خوف سے اللہ کے ڈر کے
سراسر عقل کی سرحد سے گزرے
کریڈٹ نفرتوں کا لے رہے ہیں
کھلا شورش کا اک رستہ ہے ان سے
شرارت کر کے پُر پرزے نکالیں
یہ ڈالیں دین کی تھالی میں چھیدیں
کہاں سے آ گئے منکر فرشتے
تفرقہ کی انہیں لاحق بیماری
انہیں بھائے کہاں شوکت علیؓ کی
فضائل سے علیؓ کے ان کو کد ہے
علیؓ سے بغض کب رکھتا ہے مومن
بنے ہے خرمستی کا جو سبب ہیں
قلم کی خودسری داں بھی روا ہو
تقاضا کب کرے دینِ متیں ہے
تو کیوں کی ہم نوائی منکریں کی
دبا ڈھکو مرتضیٰؓ کی ذات کو ہے
حقیقت جانتے یہ باخبر ہیں
یہ آخر چاہتے ہو کیا دکھانا
کرو وہ کام جو کہ ہیں ضروری
مسائل نہ مسلماں کے بڑھاؤ
اٹھا لو ہاتھ اب بے سود جنگ سے
مصائب کم ہیں کیا پہلے مقدّر
تدبّر کو بھی کچھ خاطر میں لاؤ
لگاڑے صورتِ دین میں ہے
عداوت کے نہ دہکاؤ الاؤ
مکدّر جو کرے دیں کی فضا ہے
یہی رائے دلِ مسکین کی ہے

نصیحت مان لو مہجورؔ کی یہ
نہ کوڑی لاؤ ہرگز دور کی یہ

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی۔ گجرات

گجرات۔

صد سالہ جشن، مرکزی دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف

شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

یہ امر باعثِ مسرت و فرحت ہے کہ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف کو قائم ہوئے سو سال پورے ہو چکے ہیں اور ۲۵ صفر ۱۴۲۲ھ کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر جشن صد سالہ منایا جا رہا ہے۔ دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت مسرت و شادمانی کے اس موقع پر آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کے صاحبزادگان والا شان اور تمام متوسلین و معتقدین کو تہہ دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

بلاشبہ دارالعلوم منظر سلام بریلی شریف مینارہ نور و ہدایت ہے، مرکز حق و صداقت ہے، منبع رشد و معرفت ہے، سرچشمۂ فیض و برکت ہے۔ شیخ مکتب کے فیضان نظر کا یہ عالم ہے جو یہاں آیا صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) میں رنگا گیا۔ کوئی مفتی اعظم ہند ہوا تو کوئی ملک العلماء کہلایا، کوئی مفسر اعظم ہند تو کوئی شیر بیشہ اہل سنت قرار پایا، کوئی محدث اعظم پاکستان تو کوئی شیخ القرآن کے منصب پر فائز ہوا۔ (رحمت اللہ علیہم)

منظر اسلام بریلی شریف میں ۱۳۲۲ھ میں اولاً رحیم یار خان کے مکان پر قائم کیا گیا۔ مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ محدث بریلوی امام احمد رضا نے بخاری شریف کا سبق شروع کرایا۔ منظر اسلام تاریخی نام ہے جو امام احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا علامہ محمد حسن رضا خان نے تجویز کیا، وہی اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔

ممتحن حضرات:

۱۳۲۳ھ کی روئداد میں امتحان لینے والے علماء کے تاثرات بھی شامل ہیں اور ممتحن حضرات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری، مولانا

حافظ قاری بشیر الدین جبلپوری، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری، مولانا محمد ارشد علی رامپوری (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

حضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری کے تحریر کردہ تاثرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان اور حضرت مولانا حسنین رضا خان رحمہما اللہ تعالیٰ بھی امتحان دینے والوں میں شامل تھے۔ اگرچہ یہ واضح نہیں ہوتا کہ انہوں نے کس درجہ کا امتحان دیا؟ تو مولانا عبدالسلام جبلپوری تحریر فرماتے ہیں:

"خصوصاً مولوی مصطفیٰ رضا خان اور مولوی حسنین رضا خان نے جس عمدگی اور خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شاید و باید محققانہ امتحان دیا، حق تو یہ ہے کہ وہ انہیں کا حصہ تھا بارك الله فی علمهما و فهمهما (روئداد ۱۳۲۳ھ صفحہ ۳)

حضرت علامہ مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری (رحمہما اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں۔

"ہمت عالی اور توجہ خاص مہتمم دفتر جناب مولانا محمد حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسے برکات سے فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کے لئے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔" (روئداد صفحہ ۱۵)

اس روئداد میں طلبہ کے لئے لکھے ہوئے دو فتوے بھی شامل ہیں ایک فتویٰ اردو میں ہے جو مولانا علامہ ظفر الدین بہاری کا تحریر کردہ ہے اور دوسرا فارسی میں ہے جو مولانا علامہ غلام محمد بہاری کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منظر اسلام میں کس نہج پر طلباء کو تیار کیا جاتا تھا۔

منظر اسلام بریلی شریف کے پہلے مہتمم حضرت مولانا حسن رضا خان تھے۔ دوسرے مہتمم حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور ۱۳۶۲ھ کے بعد پانچ چھ سال مولانا تقدس علی خان مہتمم رہے پھر مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان، ان کے بعد مولانا ریحان رضا خان اور اب حضرت مولانا سبحان رضا خان قادری رضوی مدظلہ العالی مہتمم ہیں، ابتدائی دور کے اساتذہ

کے نام یہ ہیں۔

مولانا بشیر احمد علی گڑھ، مولانا علامہ رحم الٰہی منظفر نگر، صدر الشریعہ مولانا امجد علی گھوسی اعظم گڑھ، بدر الطریقہ مولانا عبدالعزیز خان بجنور، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلی شریف (فرزند اکبر امام احمد رضا)۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی علوم شرعیہ نقلیہ میں اور مولانا علامہ رحم الٰہی علوم عقلیہ میں ممتاز تھے۔ ان میں سے کسے صدر مدرس بنایا جائے؟ اس بارے میں آراء مختلف ہو گئیں امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا کہ انہیں باری باری صدر مدرس بنایا جائے اور پچاس روپے مشاہرہ دیا جائے، اگر کوئی مدرس غیر حاضر ہوتا تو اس کی ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی اور اگر ان کے صاحبزادے (حجۃ الاسلام) غیر حاضر ہوتے تو ان کی دو چند تنخواہ کاٹ لی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی للّٰہیت کا یہ عالم تھا کہ نظام حیدر آباد دکن نے آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کو صدر الصدور کے عہدہ پر مقرر کرنا منظور کیا جب یہ آرڈر امام احمد رضا بریلوی کو دکھایا گیا تو آپ نے یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیا۔

ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

اسی طرح نظام حیدر آباد دکن نے منظر اسلام بریلی شریف کے لئے دو سو روپے ماہانہ منظور کئے جو امام احمد رضا بریلوی نے تاحیات وصول نہیں کئے۔

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

انہوں نے صرف یہ کہا نہیں بلکہ اس پر عمل کر کے دکھا دیا اور اس کی برکت یہ ہوئی کہ ان کا قائم کیا ہوا دار العلوم منظر اسلام دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت کا مرجع اور مرکز قرار پایا۔

دو کروڑ مسترد

موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا صاحبزادہ سبحان رضا خان مدظلہ العالی نے سابق

Scanned with CamScanner

وزیرِ اعظم ہند کی دو کروڑ روپے کی پیشکش مسترد کر کے اسلاف کی یاد تازہ کر دی۔

اللہ تعالیٰ منظرِ اسلام بریلی شریف کو مزید وسعت اور ترقی عطا فرمائے۔ اس عظیم الشان ادارہ کو صبحِ قیامت تک پائندہ و سلامت رکھے۔ آمین۔ مقامِ مسرت ہے کہ اس وقت بھی متبحر علماء اور مدرسین کی ایک ٹیم منظرِ اسلام میں مسندِ تدریس کی زینت ہے اور قوم سازی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ، محرم الحرام ۱۴۳۲ھ)

"ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لیے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے لیکن وہی شخص اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے برابر سمجھے گا...... کچھ اسی طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم و فنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آ رہا ہو مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم و فضل اور تحقیق و تصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور، وہ خود اپنے آپ کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوکِ قلم سے الفاظ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں۔ نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے نہ قلم کی رکاب پاؤں میں۔ یک رخا بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر و خیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے...... فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے...... اعلیٰ حضرت کو آفتابِ علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبیت کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آ جاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تری تصویر کے بعد ذہن خالی ہی رہا، کاسۂ سائل کی طرح

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

منظوم تاثر

حضرت استاذ العلماء مولانا صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی (کلام شاعر بقلم شاعر)

ہدیۂ تحسین

اے جلوہ گاہِ محبت اے منظرِ اسلام
بر تو ہزار سلام و بتو ہزار سلام

بہارِ گلشنِ حکمت وقارِ علم و ہنر
نگارِ دیدۂ خوباں تو افتخارِ کرام

ز دستِ چشمِ حقیقت نگر جمال افروز
ز دستِ قلبِ محبت شناس ہوش ستان

خدائے سرورِ عالم ترا پناہ دہد
ز شرِ حاسدِ حاسد تبار دار قیام

تو ہیچ دیدہ اے دوست گر ترا پرسند
مدرسہ رہ نگہبان اوست چہ نام

بگو بغیر تامل اگر ترا نظر است
بلے بہ شہر بریلی است منظر اسلام

دریں زمانہ مسلّم حقیقتے است فقیر
کہ ہست منظر اسلام، منظر اسلام

[illegible]

۱۴۳۳ [illegible] المعظم

جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

ایک منفرد مادر علمی

مولانا محمد حسن علی رضوی (میلسی)

برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش میں یہی وہ عظیم واحد دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہے جس کا آغاز و سنگ بنیاد امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ذات قدسی صفات کا مرہون منت ہے۔ یہی وہ عظیم علمی روحانی مرکز ہے جس کے وجود سے ہزاروں جامعات معرض وجود میں آئے۔ یہی وہ جامعہ رضویہ ہے جس سے گذشتہ ایک صدی میں ہزاروں علماء وفقہاء ومحدثین، اساطین علم وفضل فارغ التحصیل ہوئے۔ یہی وہ واحد عظیم منظر اسلام ہے جس نے فرنگی برٹش اور یہود و ہنود کی نصرت و اعانت اور معاونت کے بغیر صرف اور صرف مسلمانوں سے فروغ پایا اور بام عروج کو پہنچا۔ یہی وہ عظیم دارالعلوم ہے جس نے رزم گاہ حق و باطل میں مردانہ وار فتنوں کا استیصال کیا اور ہر باطل نظریہ کو کچل کر رکھ دیا۔ یہی وہ مرکز علم وعرفان ہے جس نے عظمت شان الوہیت عظمت شان سرکار رسالت، عظمت صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و عظمت اولیاء اللہ کا مضبوط تحفظ و دفاع کیا اور مسلمانان ہند کے دین و ایمان وعقائد کو بد مذہبیت و لادینیت کی اندھیریوں سے بچایا۔ یہی وہ مرکز اہل سنت ہے جس نے خود سیدنا اعلیٰ حضرت و شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی، ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہاری، محدث اعظم پاکستان ابو الفضل محمد سردار احمد لائلپوری، استاذ العلماء مولانا عبدالعزیز خاں، شیر بیشہ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خاں، استاذ العلماء مولانا احسان علی محدث فیض پوری، مفسر اعظم مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی، فخر اہل سنت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی قدست اسرارہم وصدر العلماء مولانا تحسین رضا خان بریلوی جیسے مسلمہ اکابر اہل سنت نے درس و تدریس کی عظیم وجلیل خدمات انجام دیں۔ یہی وہ جامعہ رضویہ منظر اسلام ہے جہاں

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قادری بریلوی، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری، مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی فاضل جلیل علامہ حسنین رضا قادری، علامہ ریحان رضا قادری، قدست اسرارہم محو استراحت و فیض بخش عام ہیں۔

یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے — جیسا اس کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے
یادگار اعلیٰ حضرت درسگاہ علم و فن — منظر اسلام کہتے ہیں اسے اہل سنن

بہت خلیق، بہت منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں.......... اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔

(ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم...... سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

☆☆☆

وہ حرمت سجدہ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے ایک کتاب بنام "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ" تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفورِ علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔ وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات اور متبحر عالم تھے، رواں راں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے...... فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاویٰ اور "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" اس پر شاہد عادل ہیں...... علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔

(مولانا ابوالحسن علی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مبارک صد ہزار مبارک

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ

بخدمت مولانا صاحبزادہ سبحان رضا خان صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے مکتوب گرامی اور ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" کے ذریعہ یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ آپ بریلی شریف میں ۲۵ صفر ۱۴۲۲ھ کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس کے موقع پر جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کا صد سالہ جشن منا رہے ہیں۔ مبارک صد ہزار مبارک۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف صرف ایک ادارہ اور محض ایک مدرسہ نہیں بلکہ مجدد اسلام امام احمد رضا بریلوی کی وہ ایمانی تحریک ہے جس نے کروڑوں دلوں کو نور ایمان سے منور کیا جس نے اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کی چاندنی چاردانگ عالم میں پھیلا دی، جس نے بے دینی اور بدمذہبی کی طاغوتی شورشوں کا رخ موڑ دیا، جس نے ایسے جانباز مجاہدین اسلام تیار کیے کہ ان کا ایک ایک فرد پورے پورے ملک کے لئے کافی تھا۔ یہ وہ مرکز ہے جس کی سرپرستی حسان زمانہ مولانا حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے کی جس میں حضرت مولانا ظہور حسین فاروقی مجددی، حضرت مولانا رحم الٰہی اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی (مصنف بہار شریعت) رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر نادر روزگار اساتذہ علم و عرفان کے جواہر لٹاتے رہے جس کے پہلے طالب علم ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا عبدالرشید تھے جو بعد میں علم و حکمت کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، جس کی کشش مولانا علامہ محمد سردار احمد چشتی قادری اور مولانا علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی ایسے شاہبازوں کو زیر دام لائی، ان میں سے ایک کو محدث اعظم پاکستان اور دوسرے کو شیخ القرآن کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ علم و حکمت کے ان تاجداروں نے علم و عرفان کے دریا بہا کر پوری دنیا کو سیراب کیا۔ اس جامعہ کے طلباء ہی نہیں مدرسین بھی حضور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری سے فیض یاب

☆ (سابق ناظم اعلیٰ: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ و تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان)

ہوتے رہے۔ مظہر اسلام بریلی کے پاس اگرچہ وسائل کی فراوانی اور بلڈنگ کی خاطر خواہ وسعت نہیں رہی لیکن یہ مرکز کبھی باطل کے آگے سرِ انداز نہیں ہوا، لادینیت کے ساتھ کبھی صلح نہیں کی، پرچم اسلام کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیا، یہ ایک لاہوتی نغمہ ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے کانوں میں نہیں دلوں میں جاں نواز آواز بن کر اتر گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے بانی اخلاص و للہیت کے پیکر تھے، اسلام کے سچے شیدائی اور سرکار دو عالم ﷺ کے جاں نثار غلام تھے، انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کے عشق و محبت کا پیغام عام کرنے کے لئے نچھاور کر دیا تھا اور ان کے بعد آنے والے منتظمین اسی شاہراہ عشق و ایمان پر چلتے رہے (رحمت اللہ علیہم)۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس مرکز اہل سنت کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف حضرت مولانا سبحان رضا خان مدظلہ العالی کو عمر دراز عطا فرمائے اور انہیں اپنے آباء و اجداد کے مشن کو آگے بڑھانے کی مزید توفیق عطا فرمائے جن کی ذات والا سے ہمیں بڑی توقعات ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ "الحسن" پشاور)

"امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہم رنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائداعظم بھی اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے۔ دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی۔ پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ رکھتے۔"

(کوثر نیازی۔ امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت، صفحہ ۲۵، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۹۱ء)

عظمتِ ابرار نمبر

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور زعماء ملت

☆ علامہ اقبال اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ....

(اعجاز الحق قدوسی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور)

☆ فاضل بریلوی اور پاکستان ....

(جسٹس اجمل میاں (چیف جسٹس: سپریم کورٹ آف پاکستان))

☆ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور انگریز ....

(علامہ زین الدین ڈیروی ابن صوبیدار جلال الدین ڈیروی)

☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور چشتی مجدد دین اسلام ....

(ڈاکٹر عبدالعلیم عزیزی مرحوم)

☆ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ....

(حضرت علامہ محمد سعید نوری (بمبئی))

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ ﷺ
سلاسل تصوف و روحانیات کا ترجمان
ماہنامہ السیف الصارم
بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے آپ بھی اطمینانِ قلب کے لیے ذکرِ الٰہی کی طرف رجوع کریں
سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ
محمد بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ
سیدنا شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ
حضرت شیخ احمد الفاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ
امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ
چیف ایڈیٹر: حضرت پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی مدظلہ
ہر طرح کی دینی، روحانی راہنمائی کے لیے اس کا مطالعہ کریں
خصوصاً
عقائد اسلامیہ، صوفیاء کے طرزِ معاشرت، اتحاد اہل سنت روحانی بالیدگی،
کے حوالے سے اس رسالہ کا مطالعہ نفع اور خیر کا باعث ہے
خود خریدار بنیئے دوستوں کو خریدار بنائیے
آپ کا یہ عمل کارِ خیر میں تعاون کے مترادف ہوگا
آپ کا اپنا...... ماہنامہ السیف الصارم
پوسٹ بکس نمبر 147۔ جی پی او راولپنڈی
آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ (ترنول) اسلام آباد 0313-4777147

علامہ اقبال اور حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعجاز الحق قدوسی ☆

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تاثر:

ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا...... میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے کہ ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقہ اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں...... مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنے رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی، بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی...... اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے۔

(تاثر علامہ اقبال۔ برائے مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، فاضل بریلوی اور ترک موالات مرتبہ پروفیسر محمد مسعود صاحب، ص ۱۵ و ۱۶ بحوالہ محمد صدیق اکبر، آسمان علم کا ایک درخشاں ستارہ ماہنامہ عرفات لاہور، اپریل ۱۹۷۰ء، ص ۲۷، بحوالہ ڈاکٹر احمد عابد علی، بیت القرآن لاہور)

حالات

برصغیر کے متاخر دور کے علماء میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا شمار سرخیل علماء میں ہوتا ہے، وہ فضل و کمال کا مرقع، علم و عمل کی تصویر، علوم عربیہ کا گنجینہ، علوم دینیہ کے ماہر، جلیل القدر فقیہ، عشق رسول ﷺ سے سرشار، اردو اور فارسی کی نعت گوئی میں بلبل شیراز تھے، وہ اپنے معتقدین میں اعلیٰ حضرت کے لقب سے مشہور ہیں۔

خاندان و ولادت

مولانا احمد رضا خان بن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں بڑھیچ پٹھانوں

☆ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور

کی شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو پٹھانوں کا ایک معزز اور شریف قبیلہ ہے، مولانا 10 شوال 1272ھ (مطابق 14 جون 1856ء) کو اپنے وطن بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے، تاریخی نام المختار ہے، بعد میں خود مولانا نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔
اپنے دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ ؐ — تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

تعلیم

مولانا احمد رضا خاں کے جوہر قابل کو جن بزرگوں نے نکھارا اور سنوارا ان میں ان کے والد محترم مولوی نقی علی خاں، مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولوی عبدالعلی رامپوری اور شاہ ابو الحسین نوری میاں مارہروی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، غیر معمولی ذہانت اور حافظے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے، مولانا فطرتاً نہایت ذہین، طبع تھے، ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں علوم متداولہ کی تعلیم سے فراغت حاصل کی، فقہ سے طبعی مناسبت تھی، ان کے والد محترم نے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا، اسی دن رضاعت کے استفتاء کا جواب لکھا۔

(تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ، ص ۹۸)

بیعت

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مولانا تزکیۂ باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہو کر تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، سب نسبتوں کے یک جا ہونے نے مولانا کو ذوق و عشق، سکون و محبت، شریعت و طریقت کا مجمع البحرین بنا دیا تھا۔
اپنے شیخ طریقت سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ جب یہ عقیدت و محبت شعر کے سانچے میں ڈھلتی ہے تو ایک قاری کے سامنے اپنے شیخ سے ان کی عقیدت و محبت کی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسولؐ — خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسولؐ

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۱۳)

حج

مولانا ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں عازم حج و زیارت حرمین شریفین ہوئے اور وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر اور دوسرے علوم کی اسناد حاصل کیں۔
شیخ حسین بن صالح امام شافعیہ نے مولانا سے بغیر کسی سابقہ تعارف کے صرف مولانا کی پیشانی کو دیکھ کر فرمایا کہ میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔ یہ فرما کر شیخ حسین نے مولانا کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اپنے قلم سے اجازت مرحمت فرمائی۔

(تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ، ص ۹۸، ۹۹)

دوسری دفعہ بھی مولانا نے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی، اس دفعہ بھی علماء حجاز نے بے حد قدر و منزلت کی۔ (اخبار جنگ: ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء، مضمون جناب پروفیسر شاہ فرید الحق)

مولانا کا شرف

شہرت و مقبولیت نے مولانا کو اس منزل پر پہنچایا کہ شہر بریلی، مولانا کا وطن ہونے کی وجہ سے پورے برصغیر پاک و ہند میں مشہور ہو گیا، یہاں تک کہ بریلویت مسلم معاشرے میں مولانا کے معتقدین اور اس مکتبۂ فکر کے مسلمانوں کا سمبل بنی، جس کے ترجمان مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ تھے۔

عشق رسول ﷺ

عشق رسول ﷺ مولانا کے صحیفہ سیرت کا عنوان جلی ہے، مولانا عشق رسول ﷺ کی مے سے بیخود و سرشار تھے اور اس راہ میں نکتہ چینی کرنے والوں کی پروا نہ کرتے تھے، وہ عندلیبِ چمنستان رسالت تھے۔ ان کی نعتیں اردو اور فارسی شاعری میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔
محترمی ڈاکٹر سید عبداللہ نے مولانا احمد رضا خاں کو بڑی جامعیت کے ساتھ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر، مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے، لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ عاشق رسول ﷺ" (عاشق رسول، تالیف پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۱۰ بحوالہ پیغامات یوم رضا)۔

مولانا توحید خالص کے پرستار اور ان کے روئیں روئیں میں رسول اکرم ﷺ کا عشق پیوست تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میرا سینہ چاک کیا جائے تو ایک طرف لا الہ الا الہ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوگا۔"

(مضمون شاہ فرید الحق صاحب مطبوعہ اخبار جنگ۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء)

استغنا و بے نیازی

استغنا و بے نیازی مولانا کا وصف خاص تھا، انہوں نے اپنے قلم کو امرا و جاگیرداروں کی مدح وثنا سے ملوث نہیں ہونے دیا۔

جب نواب ریاست نان پارہ نے مولانا سے قصیدے کی فرمائش کی تو یہ شعر فرما کر اس بات کو ٹال دیا:

کروں مدح اہلِ دَوَل رضاؔ، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ نان نہیں

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۴۳)

سیاسی نظریات

پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلمانوں میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے رہنماؤں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی، مولانا حسرت موہانی وغیرہ جیسے زعمائے ملت تھے۔

کانگریس اور متحدہ قومیت کی مخالفت

کانگریس اگرچہ ۱۸۸۵ء میں قائم ہو چکی تھی، لیکن تقریباً ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ قوم پرست ہندوؤں نے مسلمانوں سے مل کر اپنے مشترکہ دشمن انگریز کے خلاف تحریک ترک موالات کو جنم دیا۔

مولانا احمد رضا خاں کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت تھی لیکن ان کی دور رس

نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وقتی طور پر یہ ایک فریب ہے جو اکثریت اقلیت کو دے رہی ہے، نتیجتاً اگر یہ تحریک کامیاب بھی ہو جائے تو ہندوؤں کی اکثریت ہر شعبۂ زندگی میں اقلیت پر اثر انداز ہوگی اور عجب نہیں کہ یہ اتحاد اکثریت میں ادغام کی صورت اختیار کر لے۔

پھر وہ وطنیت جس کا تصور اہل مغرب نے ہمیں دیا ہے اکثریت اس کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے، حب وطن کی نفی اگرچہ اسلام نہیں کرتا، لیکن وہ وطن کی محبت کے بھی حدود قائم کرتا ہے، اخوت و محبت کا اصل رشتہ اسلام ہے، وہ رنگ و نسل، علاقائیت اور اختلاف زبان کے بتوں کو پاش پاش کر کے سب سے زیادہ محکم رشتے کی دعوت دیتا ہے اور وہ اسلام ہے۔

ان بنیادوں پر مولانا احمد رضا خاں نے ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت فرمائی اور ترک موالات کی تحریک کو رد کر دیا۔

علی برادران جب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو مولانا نے فرمایا:

"مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔"

(اعلیٰ حضرت کی مذہبی اور سیاسی خدمات، ماہنامہ عرفات لاہور، اپریل ۱۹۷۰ء۔ ۲۔ نصرۃ الابرار، ص ۱۹، ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ)

ترک موالات کی مخالفت

۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا، جس میں گاندھی جی کی تحریک عدم تعاون (ترک موالات) کو تسلیم کیا گیا، لیکن مولانا احمد رضا خاں کی نگاہ دور بین نے اس حقیقت کو سمجھ لیا کہ اس تحریک سے کانگریس کی متحدہ قومیت کے نظریے کو تقویت پہنچے گی، اس لئے مولانا نے تحریک ترک موالات کی سخت مخالفت کی، مولانا نے نہ صرف اس تحریک کی مخالفت کی بلکہ "کل ہند مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ" قائم کر کے قابل قدر

Scanned with CamScanner

خدمات انجام دیں۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت، از سید نور محمد قادری، ص ۱۸، ۱۹)

مولانا احمد رضا خاں نے ترک موالات کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرات لیاڈر نے مسئلۂ موالات میں سب سے بڑھ کر اُدھم مچائی، اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے۔ اس میں دونوں کی رنگت رچائی۔ افراط وہ کہ نصاریٰ سے نرمی معاملت بھی حرام قطعی اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض شرعی۔"

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۶۴)

دو مکتبہ فکر کے جلیل القدر علماء ترک موالات کی مخالفت میں متحد تھے

عجیب بات یہ ہے کہ دو مختلف مکتبہ فکر کے جلیل القدر علماء یعنی حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دونوں ترک موالات کی مخالفت میں متحد تھے، دونوں نے ترک موالات کے خلاف علیحدہ فتوے دیئے تھے۔

ان دونوں بزرگوں کی شان اپنے اپنے مکتبہ فکر میں اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ایک لمحے کے لئے بھی ان دونوں کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ خدانخواستہ انگریزوں نے اپنے توڑ کے لئے ان دونوں بزرگوں سے یہ فتوے لکھوا کر لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیے تھے۔

ہماری رائے میں تاریخی حقائق کو جذبات کی رو میں کبھی دیکھنا نہیں چاہئے بلکہ واقعات کے پرکھنے میں عقل و قراین کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، جو لوگ ان دونوں بزرگوں کے عالمانہ تبحر، تقدس و دیانت سے واقف ہیں اور ان دونوں کے علم و عمل کی عظمت کو جانتے ہیں انہیں یہ بھی علم ہے کہ وہ حق گوئی و جرات ایمان میں عزم آہنی رکھتے تھے، وہ انگریز کی تجارتی منڈیوں کا بکاؤ مال نہیں تھے کہ انگریز (توڑ) کے لئے ان دونوں سے اپنی تائید میں فتوے لکھوا سکتا بلکہ یہ خود ان کے ضمیر کی آواز تھی اور جسے وہ دینی اعتبار سے حق سمجھتے تھے، یہ اور بات ہے کہ ان دونوں کے یہ فتوے انگریزوں کے وقتی طور پر موافق پڑتے تھے۔

تحریک پاکستان

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مولانا نے متحدہ قومیت کے نظریے کی شدید مخالفت کی تھی،

وہ ترک موالات کے بھی اس لئے مخالف تھے کہ اس سے نظریہ متحدہ قومیت کو مدد ملتی تھی، انہوں نے متحدہ قومیت کے فریب کا پردہ چاک کیا اور دو قومی نظریے کی راہیں فراہم کیں۔

علمی خدمات

مولانا احمد رضا خان صاحب، صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ تذکرۂ علمائے ہند کے مؤلف مولانا رحمان علی نے اپنی کتاب میں مولانا کی پچاس تصانیف کے نام دے کر لکھا ہے کہ اب تک ان کی تصانیف کی تعداد ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

ان کے سرمایہ علمی و دینی میں باعث شرف و افتخار مولانا کا ترجمہ قرآن کریم ہے، یہ ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے ۱۳۳۰ھ (۱۲۔۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا، مولانا کا دوسرا شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے، یہ مولانا کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا نے ساری عمر رشد و ہدایت اور درس و تدریس میں گزاری، ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے، جنہوں نے مولانا کے فکر کو عام کیا اور مولانا کے نقطہ نظر کو مختلف گوشوں میں پہنچایا۔

خلفاء

مولانا کے سرچشمۂ باطنی سے جن حضرات نے فیض حاصل کیا اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، ان میں سے چند نام یہ ہیں:

(۱) مولانا حامد رضا خاں۔ (۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں۔ (۳) مولانا ظفر الدین بہاری۔ (۴) مولانا سید دیدار علی شاہ۔ (۵) مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ (۶) مولانا عبد العلیم میرٹھی۔ (۷) مولانا ابو البرکات سید احمد قادری۔ (۸) مولانا امجد علی۔ (۹) مولانا سید سلیمان اشرف۔ (۱۰) مولانا حشمت علی اور مولانا نجندی وغیرہ ہیں۔

مولانا اپنے دور کی سیاست کے افق پر کبھی جلوہ گر نہیں ہوئے لیکن جب بھی سیاست اسلام کے اصولوں سے ٹکرائی، مولانا سیاست میں مرد میدان بن کر آئے اور بغیر لومۃ لائم، انہوں نے بے لگام سیاست کو اسلامی اصولوں میں محدود کرنے کی پوری پوری جدوجہد کی۔

Scanned with CamScanner

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی دینی مکتبہ فکر کے اعتبار سے ایک تھے جن کا سب احترام کرتے تھے، وہ تحریک عدم تعاون و تحریک خلافت کے لیڈروں میں تھے، پہلے مولانا احمد رضا خاں نے ان کو خطوط لکھے، لیکن یہ کوشش بارآور نہ ہو سکی، پھر مولانا نے "الطاری الداری لھفوات عبدالباری" کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور عدم تعاون سے ان کے اتفاق و تائید کے سلسلے میں لکھا کہ آپ جس راہ پر گامزن ہیں، یہ راہ کوئے یار کی طرف نہیں جاتی بلکہ وادی کفر کی طرف جاتی ہے۔ اس رسالے میں لکھا کہ آپ اپنے اسلاف کے علی الرغم غلط راستے پر پڑ گئے ہیں۔ مسلمان قوم کی تباہی کا بار بحیثیت ایک روحانی پیشوا ہونے کے آپ پر پڑے گا، چنانچہ اس رسالے سے مولانا فرنگی محلی پر صراطِ مستقیم واضح ہو گی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت، سید نور محمد قادری، ص ۱۹، ۲۰)

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے نزدیک دین اور سیاست کا محور قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک تھی، اس کے سوا وہ تمام سیاستوں کو وقت کا ضیاع سمجھتے تھے۔

مولانا کے تبحر علمی، اوصاف روحانی اور کثیر خوبیوں میں ان کی شاعرانہ عظمت کا پہلو دب کر رہ گیا ہے، اس کا بہت کم لوگوں کو اندازہ ہے کہ وہ فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے، شاعری کی کوئی صنف ایسی نہیں جس میں ان کی طبع رسا نے جولانی نہ دکھائی ہو، لیکن عشق رسول ﷺ نے ابتدا ہی سے انہیں اپنایا اور مولانا نے نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا اور اس صنف میں زمین شاعری کو آسمان بنا دیا، کم از کم اردو شاعری میں ان کی نعتوں کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ ان کے نغمہ ہائے سرمدی سے برصغیر پاک و ہند کی فضائیں گونج اٹھیں، ان کی شاعری کا تقدس محافل میلاد اور محراب و منبر کی رونق بنا۔ فرماتے ہیں:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ‏ ‏ ‏ شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق ‏ ‏ ‏ مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
معنی قد رائی، مقصدِ ماطغیٰ ‏ ‏ ‏ نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ان کی نعت گوئی کا استاد بھی قرآن حکیم ہے، فرماتے ہیں:

"قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔"

عشق رسول ﷺ ان کے خمیر میں تھا۔ فرماتے ہیں:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

عشق رسول ﷺ نے دولت نعت گوئی کو مولانا کا مقدر بنا دیا تھا، فرماتے ہیں:

زحسنت تا بہار تازہ گل کرد ‏ ‏ ‏ رضایت را غزل خواں آفریدند

(یہ تمام اشعار فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ص ۲۰، ۲۱ سے ماخوذ ہیں)

مولانا احمد رضا خاں نے مرزا داغ دہلوی کو جب مولانا حسن رضا برادر خورد مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع سنایا:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ‏ ‏ ‏ تیرے دن اے بہار! پھرتے ہیں

تو مرزا داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔

(عاشق رسول ص ۱۳ بحوالہ فاران کراچی ص ۴۴، ۴۵)

شاعری نے مولانا کی شخصیت کو نہیں بنایا بلکہ مولانا کی شخصیت سے شاعری کو چار چاند لگے۔ دیکھئے کس انداز سے اپنی غزل خوانی کا تذکرہ اس شعر میں فرماتے ہیں:

اے رضا! واصف رخ پاک سنانے کے لئے ‏ ‏ ‏ نذر دیتے ہیں مرغ چمن غزل خواں ہم کو

چشم بصیرت کو وا کرنے کے لئے مولانا کے ان اشعار میں کتنا پاکیزہ تاثر ہے، فرماتے ہیں:

سُونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے ‏ ‏ ‏ سونے والو جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف اڑا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں ‏ ‏ ‏ تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا ‏ ‏ ‏ ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

مولانا قلبی واردات کو جب شعر کے سانچے میں ڈھالتے ہیں اور شعر میں اپنی دلی تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں تو شعر کو ایک نیا کیف عطا کر دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود ‏ ‏ ‏ طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

مولانا کی شاعری میں لف و نشر مرتب کی بڑی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

دل بستہ، بے قرار، جگر چاک، اشک بار ‏ ‏ ‏ غنچہ ہوں، گل ہوں، برق تپاں ہوں، سحاب ہوں

صنعت ملمع میں شعر کہنا شاعر کی قادر الکلامی کی بڑی دلیل ہے، مولانا احمد رضا خاں

Scanned with CamScanner

نے صنعت ملمع میں ایسے اشعار کہے ہیں، جس میں عربی، فارسی، ہندی (بھاکھا) اور اردو چاروں زبانوں کے الفاظ ہیں، فرماتے ہیں:

"لم یاتِ نظیرک فی نظر" مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا
"البحر علا والموج طغیٰ" من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں، بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

(یہ تمام اشعار مولانا احمد رضا خاں کی اردو شاعری مضمون محترمی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدفیوضہم مطبوعہ اخبار جنگ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۷۶ء سے ماخوذ ہیں)۔

مولانا کا دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات

مولانا احمد رضا خاں نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) میں وصال فرمایا۔ ۶۵ سال تک مولانا برصغیر پاک و ہند میں رشد و ہدایت، علم و عمل کی وادیوں کو اپنی خوشبو سے مہکاتے رہے، ان کی ساری زندگی علم دین اور ملت کی خدمت میں صرف ہوئی انہوں نے اپنے قلم اور زبان سے مسلمانوں کی عظیم خدمات انجام دیں، وہ اپنے علم و عمل میں پہاڑ کی طرح مستقیم تھے، بایں ہمہ بقول علامہ اقبال ان کے مزاج میں شدت زیادہ تھی، وہ اپنے مکتبہ فکر کے مخالفین کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، لیکن ان کی یہ شدت نفسانیت سے پاک اور ان کے عشق و محبت کا مظہر تھی، ان کے مکتبہ فکر سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے، لیکن ان کے ہمعصر مخالف حتیٰ علماء نے ان سے نفس مسائل سے اختلاف کیا ہے اور ہمیں ان کی کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس پر نکتہ چینی کی جا سکے۔

مختصر یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں پاک و ہند کے خزانہ علمی کا وہ گوہر گراں مایہ تھے جن کی تابانی سے غیر منقسم ہندوستان منور و روشن تھا، وہ بریلوی مکتبہ فکر کے مؤسس تھے، نہ صرف انہوں نے بریلی کے نام کو روشن کر دیا بلکہ ان کا کمال یہ ہے کہ بریلویت کو ایک مکتبہ فکر کے علماء کی علامت بنا دیا۔

بعد از وفات تربتِ ما در زمیں مجو　　در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

(ماخوذ از: اقبال اور علمائے پاک و ہند)

فاضل بریلوی اور پاکستان

جسٹس اجمل میاں ☆

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات سے کون واقفیت نہیں رکھتا۔

ان کی ہستی وہ ہے جس نے مسلمانانِ ہند کی ازسرِنو شیرازہ بندی کی اور ان کے لیے ایک واضح لائحہ عمل متعین کر کے منزلِ مقصود سے ہمکنار کیا۔

اگر ہم ایک متحد قوم بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں اور پاکستان کا وقار دنیا میں بلند دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے مذہب سے سچے معنوں میں وابستگی پیدا کرنا ہوگی۔ پاکستان مذہب کے نام سے وجود میں آیا تھا اگر ہم مذہب سے لاتعلقی اختیار کریں گے تو اس کا نتیجہ بھی ہوگا جو ہم آج کل پاکستان کے کچھ حصے میں دیکھ رہے ہیں، ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن اور خون کا پیاسا بنا ہوا ہے۔ مذہب سے صحیح معنوں میں تعلق اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اپنے انبیاء کرام اور بزرگانِ دین کی یاد میں مجالس کا برابر انعقاد کریں اور ان کے بنائے ہوئے اصولوں کو اپنائیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی نے مسلمانانِ ہند کو جن مشکلات سے دوچار کیا اس میں سیاسی، معاشی، معاشرتی دینی اور علمی بے چارگی سے دوچار ہونا مشکل تھا۔

مسلمان نئے نئے فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنی متحدہ قوت کو جو ان کی سرفرازی کا امتیازی نشان تھا، زائل کر رہے تھے۔ ان کے دلوں سے خدمت دین و ایمان اور حُبِ رسول ﷺ کو ختم کرنے کے لیے کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا گیا۔ ان حالات میں روہیل کھنڈ (بریلی، یوپی، بھارت) کے ایک معزز افغان گھرانے میں ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ (بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء) کو مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تیزی کے ساتھ تحصیل علم کے مدارج طے کیے روایات کے مطابق آپ نے ۱۸۶۰ء میں قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۸۶۸ء میں پہلی عربی تصنیف کی، ۱۸۶۹ء میں شعبان کے مہینے میں آپ کو دستار فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ

☆ چیف جسٹس: سپریم کورٹ آف پاکستان

Scanned with CamScanner

نے فتویٰ نویسی کی باقاعدہ اجازت ۱۸۷۶ء میں حاصل کی، آپ علم تفسیر و حدیث، فقہ، منطق نجوم، جفر، ریاضی، تاریخ اور نعتیہ شعر و شاعری وغیرہ میں ایک کامل استاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کو اردو، عربی اور فارسی پر کامل دسترس حاصل تھی۔ آپ نے اصلاح رسوم پر پوری توجہ مرکوز کی۔

گستاخان رسول ﷺ کی تحریروں پر گرفت کی۔ آپ کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ علوم اسلامی فقہ و حدیث کی درس و تدریس کی اور بے شمار موضوعات پر تصنیف و تالیف کی۔ فتنہ انکارختم نبوت کی بیخ کنی کی اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے شبانہ روز کاوش کی۔ دین عقائد واعمال کا مجموعہ ہے اور آپ دونوں پر مجددانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ احکام شریعہ کے تمام جزئیات پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" جو بارہ جلدوں میں ہے اور اس میں فقہ حنفی سے متعلق تمام موضوعات پر جامع بحث کی گئی ہے رہتی دنیا تک آپ کی منفرد شخصیت کی عکاسی کرتی رہے گی۔

آپ کی شخصیت حب رسول ﷺ کی ضیا پاشیوں سے منور تھی۔ آپ کی نعتیہ شاعری اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے جس کا ہر مصرع اور شعر عشق رسول ﷺ کے نور سے منور ہے۔ علوم قرآن و تفسیر کا ناقابل تردید شاہکار آپ کا ترجمہ قرآن کنز الایمان ہے جو نہایت سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور ایک عام آدمی کے لیے مشعل راہ ہے۔

آپ کی شخصیت ہی کے طفیل مسلمانان ہند میں تجدید دین کا احساس، قومی یکجہتی و اتحاد کی برکتوں کی اہمیت اور سیاسی بصیرت کا شعور پیدا ہوا جس نے ان کی مائل بہ انحطاط قوت کو استحکام بخشا اس طرح انہوں نے سیاسی معاشی دینی اور ملی پراگندگی پر قابو پا کر دنیا کی دو انتہائی متعصب مقتدر قوتوں کا مقابلہ کر کے اپنے لیے ایک نئے ملک کا وجود مذہب کی بنیاد پر دنیا سے تسلیم کرایا۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس تقریب پُر سعید میں شرکت کا موقع ملا جو اس عظیم ہستی کے متعلق تھی اور یہ جان کر نہایت مسرت ہوئی کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی ہر سال "امام احمد رضا کانفرنس" منعقد کراتا ہے نیز امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر گراں قدر کتابیں بھی شائع کرتا ہے۔ ادارہ کی یہ خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور انگریز

علامہ زین الدین ڈیروی ابن صوبیدار جلال الدین ڈیروی ☆

ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور اسلام کے شیدائی کی حیثیت سے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام غیر مسلموں کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے، جس طرح انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی پرزور مخالفت کی، بالکل اسی طرح وہ انگریزوں سے میل جول، ان کی تہذیب و تمدن اور مسلم کش پالیسیوں کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ عمر بھر مسلمانوں کو یہی تلقین کرتے رہے کہ اپنی علیحدہ تنظیم بناؤ، اپنے وسائل پر بھروسہ کرو اور اسلام کے تحفظ کے لئے اپنی قوت بڑھاؤ، ہندو مسلم اتحاد کے داعی حضرات کو ان کا یہ رویہ ایک آنکھ نہ بھایا اور خوف خدا سے بے نیاز ہو کر یہ مشہور کرا دیا کہ فاضل بریلوی آزادی ہند کے مخالف ہیں، نعوذ باللہ وہ انگریزوں سے مل گئے ہیں یا کم از کم ان کے افعال سے انگریزوں کے مفادات کو تقویت ملتی ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی، اس الزام کی تردید کرتے ہوئے مولانا بریلوی رقمطراز ہیں:

"للہ انصاف کیا یہاں اہل حق نے انگریزوں کو خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا، ان اہل باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ اور احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مسل ڈالا، مسلمانوں کو خدا لگتی کہنی چاہئے، ہندوؤں کی غلامی چھڑانے کو جو فتوے اہلسنت نے دیئے، کلام الٰہی اور احکام الٰہی بیان کئے یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے، وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اپنی تھی جسے اب آدھی صدی کے لیڈر رونے بیٹھے ہیں کیا اس کا رد علمائے اہلسنت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا۔ کیا بکثرت رسائل و مسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے حتیٰ کہ اس کے بچے عدوے کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جابجا اس نیم نصرانیت کا بھی رد بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا؟

☆ گاؤں رحمانی خیل تحصیل پنیالہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا، صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا واللہ الحمد، سنئے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار دو ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کو خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رسائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد و مدعا ہو اور ساتھ یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار دو ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام و احکام تحریف و تغیر سے کایا پلٹ کر ڈالے، شعائر اسلام بند کئے، شعائر کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا ان سے وداد و اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں۔ آمین۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ تحریک خلافت کے دوران بعض ذمہ دار لیڈر ایسے بھی تھے جو بیک وقت خلافت کمیٹی کے عہدوں پر بھی فائز تھے اور انگریزوں کے ساتھ بھی ان کا گٹھ جوڑ تھا، نیز خلافت کے نام پر اکٹھی کی گئی رقوم میں خورد برد کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے لیکن چونکہ وہ اس غیر اسلامی روش کے موید تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بے حد نقصان اٹھانا پڑا، اس لئے انہیں حریت پسندوں کا درجہ ہی حاصل رہا، مولوی عبیداللہ سندھی کا بیان ہے "محمد خاں تحریک خلافت کمیٹی کراچی کا پریزیڈنٹ (صدر) تھا۔ یہ محمد خاں بہت ہوشیار آدمی تھا، خلافت کے زمانے میں اس نے عقلمندی سے انگریزوں کے ساتھ نبھائے رکھی اور خلافت سے بھی۔"

تحریک خلافت کے خاتمہ پر جب یہی محمد خاں بے کار ہو گیا تو "مولوی اسمٰعیل اس کو بھی ساتھ (مکہ معظمہ) لے گیا، محمد خاں پر غلاف کعبہ بنوانے کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی۔"

یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ محمد خاں در پردہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا، نہ تو اس پر انگریز پرستی کا الزام لگایا گیا اور نہ ہی اسے بے روزگار رہنے دیا گیا، اس کے علاوہ خلافت فنڈ میں بھی گھپلوں کا انکشاف ہوا تھا۔ "ڈاکٹر کچلو نے امرتسر میں خلافت کمیٹی کے اکاؤنٹ کی جانچ پڑتال کے دوران جو بیان جاری کیا، اس سے غبن اور بداعتمادی کے شدید اندیشوں نے جنم

Scanned with CamScanner

لیا۔ مولوی داؤد غزنوی اس چھ ہزار روپے کا جو اسے مسٹر شوکت علی نے دیئے تھے، حساب کتاب پیش کرنے سے قاصر رہا، اگرچہ اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ رقم خفیہ پروپیگنڈا پر خرچ کی گئی لیکن عام طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ مذکورہ رقم ایک کوٹھی بنانے پر صرف ہوئی، اس سے قبل یہ انکشاف ہوا تھا کہ ڈاکٹر کچلو، آغا صفدر خان اور ملک لال خان کو معقول تنخواہیں ادا کی گئی تھی۔

انگریزوں سے تعلقات استوار رکھنے اور خلافت فنڈ کے استعمال میں بے قاعدگی پر کہیں سے بھی صدائے احتجاج بلند نہیں کی گئی، عتاب کا نشانہ بنے تو صرف وہ لوگ جو مسلمانوں کے مفادات کا خیال رکھتے ہوئے ہندوؤں کی عیاری سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ تحریک خلافت و ترک موالات کے خاتمہ پر اگرچہ کچھ قوم پرست لیڈروں نے اعتراف حق کر لیا لیکن ان میں سے بعض اپنے غلط موقف پر قائم رہے، وہ اور ان کے موجودہ دور کے معتقدین ان تحریکوں کے مخالفین کو انگریزوں کا ایجنٹ منوانے پر اصرار کرتے اور کر رہے ہیں۔ حالانکہ تحریک پاکستان کے آخری دنوں میں یہ راز بھی راز نہ رہا کہ انگریز تقسیم ہند کے مسئلہ پر ہندوؤں کے ہمنوا تھے اور آج بھی یہ دونوں اقوام ہر اس بات کی مخالفت کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو معمولی سا فائدہ بھی پہنچنے کا احتمال ہو۔

بات ہو رہی تھی انگریز اور فاضل بریلوی کی، حضرت کسی ایسی بات کو پسند نہیں فرماتے جس سے کسی بھی غیر مسلم کی تعریف یا اچھائی کا پہلو نکلتا ہو۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انگریز ہندوؤں سے اچھا ہے، آپ نے فرمایا، نہیں، انگریز ہندو سے بدتر اور ہندو انگریز سے بدتر ہے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کسی بھی زبان کو فی نفسہ سیکھنے کے خلاف نہیں تھے لیکن اگر اس کے سیکھنے سے اسلام پر برے اثرات پڑنے کے امکانات ہوتے تو اس سے متنبہ ضرور فرماتے۔ انگریزی تعلیم کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "انگریزی اور وہ بے سود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں وآں و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں۔ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا۔"

انگریزوں نے اپنی زبان، تعلیم اور تہذیب و تمدن کو پھیلانے اور نشو و نما کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس مہم میں انہوں نے اپنے آدمیوں سے حسب منشاء کام لیا، اگر امام احمد رضا خدانخواستہ انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے تو ان کی تحریروں میں اتنی شدت کبھی نہ ہوتی، وہ مخالفت میں اپنا زورِ قلم استعمال نہ فرماتے بلکہ انگریزی تعلیم اور تہذیب و تمدن کی تعریف و توصیف کرتے یا کم از کم خاموش رہتے۔

حکام وقت سے ہمدردی رکھنے والوں نے اپنے آقاؤں سے جاگیریں حاصل کیں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو بڑی بڑی نوکریاں دلائیں، خطابات حاصل کیے، اپنی کمزور مالی حالت کو مستحکم کیا لیکن فاضل بریلوی کے متعلق ایسی کوئی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی بلکہ "اعلیٰ حضرت کی انگریز دشمنی کا یہ حال تھا کہ آپ کے دادا جان حضرت مفتی شاہ رضا علی خاں اور والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کے جرم میں انگریزی حکومت نے جائیداد ضبط کر لی تھی اور ضبطی جائیداد کے باوجود اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے جائیداد کی واگزاری کے لئے انگریزوں سے مطالبہ تک نہ کیا اور مدعی کی حیثیت سے کورٹ جانا پسند بھی نہ کیا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ انگریزی عدالتوں میں مقدمات لے جانے کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے پہلی تدبیر و تجویز کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "اولاً باستثنا ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔"

"اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی تو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں کیا آپ ان باتوں کو بدل سکتے ہیں۔ فهل انتم منتهون۔"

انگریزی عدالتوں سے آپ کے صاحبزادوں کو بھی نفرت تھی، مفتی محمد خاں کو ایک مقدمے میں شہادت کے لئے ایک ایسی عدالت میں بلایا گیا جو بریلی سے دو سو میل دور واقع

تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا اپنے خلیفہ مولانا عبدالسلام جبل پوری کو لکھتے ہیں "معاملہ ممبری میں بحمداللہ تعالیٰ میرا نام تو نہیں تھا مگر مصطفیٰ رضا کا نام لکھوایا ہے، وہ بفضلہ تعالیٰ کچہری سے گھبراتا ہے۔ کل اس نے ایک طویل مضمون لکھ دیا کہ قانوناً ۲۰۰ میل کے فاصلے سے حاضر ہونا پڑتا۔"

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود عمر بھر انگریزی عدالت میں حاضری نہیں دی۔ محترم سید الطاف علی صاحب بریلوی کا بیان ہے "جب بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں انگریز کی عدالت میں نہیں جاؤں گا، عدالت سے وارنٹ بھی جاری ہوئے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ محلہ سوداگراں بریلی شریف کی تمام گلیاں اور بازار اعلیٰ حضرت کے معتقدوں سے پٹ گئے تو ہندوستان کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگوں نے میونسپل ہائی سکول کے وسیع احاطہ میں بستر جما دیئے اور کہا کہ ہماری لاشوں سے گزر کر ہی گورنمنٹ اعلیٰ حضرت تک پہنچ سکتی ہے۔ آخر ایک صاحب (حشمت اللہ ایڈووکیٹ) نے جو سرسید کے ساتھیوں میں سے تھے، کوشش کر کے فریقین میں صلح کروادی، صلح نامہ عدالت میں داخل کر دیا گیا۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ انگریز کو کسی طرح بھی کوئی فائدہ پہنچانے کے حق میں نہیں تھے، مولانا محمد حسین بریلوی میرٹھی، حاجی علاؤالدین کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے مابین جو گفتگو ہوئی، مولانا محمد حسین میرٹھی کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں "حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ (دو پیسے) میں لفافہ آتا ہے، حاجی (علاؤالدین) صاحب نے فرمایا کہ حضور (دو پیسے) کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں، فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔"

ندوۃ العلماء کے لئے گورنمنٹ نے ایک وسیع قطعہ اراضی کے علاوہ معقول گرانٹ بھی دی اور ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو سر جان ہیوٹ لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ نے دارالعلوم کی عالی شان عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء انگریزوں کی منظور نظر تھی، اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء کے روح رواں شبلی نعمانی کے متعلق عبدالماجد دریا

Scanned with CamScanner

آبادی کا یہ بیان بھی قابل توجہ ہے "میں اس وقت گیا۔ مولانا (شبلی نعمانی) بہت دیر تک تخلیہ میں گفتگو کرتے رہے، ماحصل یہ تھا کہ گورنمنٹ آج کل مجھ سے بدظن ہے۔ خصوصاً معاملہ کانپور کے متعلق میری نظموں سے، حکیم اجمل خان حاذق الملک مجھے آج مسٹر برن چیف سیکرٹری کے پاس لے گئے تھے۔ وہ بہت کبیدہ تھے، حالانکہ اس سے پیشتر نہایت اخلاق و تپاک سے ملتے تھے، تم اس کے نام مفصل چٹھی اس مضمون کی میری طرف سے لکھ دو کہ میں مدت العمر بھی انگریزی گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا ہوں، میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق ومغرب کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں دور ہوں، چنانچہ اس پر میری تصانیف شاہد ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں، میں نے الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری قریباً فرض ہے اور اسی سال ندوہ کے سالانہ جلسے میں وفاداری کا ایک رزولیوشن بھی پاس کرایا۔ پھر معاملہ مولوی عبدالکریم میں مجھے محض اس جرم پر کہ میں نے اپنے ضمیر کے مطابق ایک باغیانہ مضمون کی اشاعت بند کی، اخبارات میں گالیاں سننا پڑیں، واقعہ کانپور کے متعلق نظمیں تو وہ ایک ہنگامی جوش کا نتیجہ تھیں جس میں سارے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ میں بھی شریک تھا۔"

انگریزوں کے اس محبوب دارالعلوم کے متعلق پٹنہ کے ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ندوہ تمام بددینوں، گمراہوں سے وداد واتحاد فرض کرتی ہے۔ خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے، کلمہ گو کیسا ہی بددین، بدمذہب ہو، ان میں جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے، ان میں جس کی توہین کیجئے خدا ورسول پر حرف آتا ہے، یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے جو مقال ہے ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے، سب صریح وشدید نکال وعظیم وبال وموجب غضب ذی الجلال ہیں۔"

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا کفایت علی کافی نے مردانہ وار حصہ لیا۔ ۱۸۵۸ء میں انہیں پھانسی کی سزا ہوئی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شیر خوار

بچے تھے، خود فرماتے ہیں "مولانا کافی علیہ الرحمۃ کی زیارت آٹھ برس کی عمر میں مجھے خواب میں ہوئی، میری پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔"

انگریزوں کے دور حکومت میں حکومت کے کسی باغی کو اچھے الفاظ سے یاد کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن فاضل بریلوی نے نعت گو شعراء میں نہ صرف مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے قلبی تعلق کا اظہار فرمایا بلکہ انہیں سلطان اور اپنے آپ کو وزیر اعظم قرار دیا، فرماتے ہیں ؎

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم   یاں نغمہ شیریں نہیں، تلخی سے بہم
کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا   ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

سڑک کی تعمیر کو بہانہ بنا کر حکومت نے کانپور میں مسجد کے ایک حصہ کو منہدم کر دیا تھا، مسلمانوں نے اس حصہ کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہا لیکن ان پر گولی چلائی گئی، بارہ آدمی شہید، ۳۳ زخمی اور ۱۰۵ گرفتار ہوئے جن پر مقدمہ چلایا گیا۔ ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، راجہ صاحب محمود آباد اور سر رضا علی وغیرہ شامل تھے، لیفٹیننٹ گورنر سے ملا اور پھر ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی، جن میں ایک شرط یہ تھی "چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے، اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لئے جائیں گے لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تاکہ راہ رو اس پر سے گزر سکیں۔"

اس سلسلہ میں ایک استفتاء کے جواب میں نہ تو امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی حکومت کی پروا کی اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی۔ خود تحریر فرماتے ہیں "میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منگا کر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے مگر افسوس کہ جتنا خوض وتفتیش سے کام لیا، اس کی شناعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا، عالم مذکور (عبدالباری) سے مراسم قدیم، حفظ حرمت اسلام ورفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالیٰ غالب نہ آ سکتے تھے۔"

جبلپور کے قیام کے دوران، امام احمد رضا کبھی کبھی سیر وتفریح کے لئے جایا کرتے تھے، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لئے

Scanned with CamScanner

بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی، فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی، انھیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا "کم بخت بالکل بندر ہیں۔"

اس واقعہ پر غور کرنے سے ایک حقیقت پسند شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ فاضل بریلوی پر انگریز پرستی کا الزام یا تو غلط فہمی یا بدنیتی پر مبنی ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے خاتمہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی پر الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا، مولوی صاحب نے اس بے بنیاد الزام کا جواب دیتے ہوئے عدالت میں بیان دیا "میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے، جو چاہے کرے۔"

اس کے برعکس امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ انگریز تو کیا، ایک مسلمان نواب کو بھی سرکار ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، ایک دفعہ مولانا ہدایت الرسول رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے سامنے نواب رامپور کو "سرکار" کے لفظ سے یاد کیا تو آپ نے فوراً فرمایا:

بجز سرکار سرکار ایجاد سروکارے بسرکارے نداریم

یعنی حضور سید کائنات ﷺ کے سوا ہم کسی دنیاوی سرکار سے غرض نہیں رکھتے، فاضل بریلوی کی تمام تصانیف کا مطالعہ کر جایئے، انگریز تو انگریز کسی مسلمان بادشاہ کے لئے بھی سرکار کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا کردار (مسلم زعماء کی نظر میں)

امام احمد رضا اور انگریز:

ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی نے ایک انٹرویو میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی جانب سے تحریک ترک موالات کی مخالفت کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا "اس مخالفت کا ایک سبب تو یہ تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہندوؤں کا اثر ورسوخ بڑھے اور مسلمانوں سے ان کا اس قدر زیادہ میل جول ہو، یہ بات انہوں نے انگریز دوستی کی

بناء پر نہیں کہی تھی بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو انگریز سے اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا ہندوؤں سے ہے۔"

ڈاکٹر سید مطلوب حسین (ڈپٹی ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور) تحریر فرماتے ہیں "تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی۔ جس کا مقصد حکومت برطانیہ سے عدم اعتماد تھا۔ اس میں ہندو نواز مسلم اکابرین نے اپنے ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے اہل ہنود کے آگے دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ انھیں اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا۔

امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا کیونکہ وہ اس کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کا طوق اتار کر ہندوؤں کی غلامی قبول کر لیتے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیتے۔ قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص نیت پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کی نیتوں کو خوب سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے خود کو اس تحریک سے الگ رکھا لیکن اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس بات کو شہرت دی کہ انہوں نے انگریزوں سے پیسہ کھا کر ترک موالات کے خلاف فتویٰ تحریر کیا جو انگریزوں کے ایما سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔

یہ سراسر کذب و افتراء ہے کیونکہ اتنی کثیر تعداد میں فتویٰ کی کاپیاں چھپنے اور تقسیم ہونے کے باوجود ان کے مخالفین ایک نقل بھی فراہم نہ کر سکے۔"

روزنامہ نوائے وقت کے کالم نگار میاں عبدالرشید رقمطراز ہیں "گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی، اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بینائی زائل ہو گئی مگر علامہ اقبال اور قائد اعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور ہلڑ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی، حضرت احمد رضا خاں بریلوی تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں، انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ کانگرسی مسلمانوں نے اپنی صرف ایک آنکھ کھلی رکھی تھی، وہ صرف انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا، اس لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی

Scanned with CamScanner

لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پروپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔"

تحریک ترک موالات کے رہنما اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے سیاسی مخالف مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوار (امام احمد رضا اور مولوی اشرف علی تھانوی) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔"

ہر دو بزرگوار اس امر پر متفق ہو گئے کہ موالاتِ نصاریٰ قطعاً ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ ان کے شاندار استدلالات سے ہویدا ہے۔

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے
مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا نہ یہاں "نا" ہے نہ منگتا سے یہ کہنا "کیا" ہے
پند کڑوی لگے ناصح سے ترش ہوائے نفس زہر عصیاں میں ستمگر تجھے میٹھا کیا ہے
ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے
اُن کی امت میں بنایا انہیں رحمت بھیجا یوں نہ فرما کہ ترا رحم ہیں دعویٰ کیا ہے
صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجئے مری کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
اس کی بے چینی سے ہے خاطرِ اقدس پہ ملال بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہیں پیش ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے
لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ امم! آ گئی جاں تنِ بے جاں میں یہ آنا کیا ہے
پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور اور فرمائیں ہٹو اس پر تقاضا کیا ہے
صدقے اس رحم کے اس سایۂ دامن پہ نثار اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے
اے رضا جانِ عنادل ترے نغموں کے نثار بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور چشتی مجددین اسلام

تحریر......ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم

ہندوستان کی خوش بختی، عظمت اور اس کے اسلام دیس بننے کی ضمانت تو اسی وقت مل گئی تھی جب کائنات گیر اقتدار کے مالک پیغمبر اسلام ﷺ کو وہاں سے ٹھنڈی ہوا کی آمد کا احساس ہوا تھا جس کی ترجمانی ڈاکٹر اقبال نے اس طرح کی ہے۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

مجاہد اسلام محمد بن قاسم کی فتوحات (۹۴ھ) کے بعد سندھ کو باب الاسلام بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اب مسلم تاجروں، صوفیوں، عالموں اور لشکریوں کی آمد تیزی سے شروع ہو گئی اور اسلام کا اجالا اس دیس میں پھیلنے بڑھنے لگا۔ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کی بدولت پنجاب و سرحد کے بہت سے علاقے بھی مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے۔

آخر ۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء میں وہ مبارک گھڑی آ گئی جب سرور کون و مکاں ﷺ کے دربار گہر بار کی حاضری سے شرفیاب ہو کر انہیں کے حکم سے غلبہ اسلام کی خاطر انہیں کے چمنستان کرم کے ایک معطر پھول، انہیں کے سبط اصغر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ایک آل عطائے رسول سیدنا معین الدین حسن سنجری نے اجمیر میں قدم رنجہ فرمایا۔

حضرت معین الدین حسن سنجری کو مملکت ہند کی ولایت مختار دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کے اشارے پر انہیں کے چمن زار کرم کے ایک البیلے گلاب۔ حسنی آسمان کے ماہتاب حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ نے عطا فرمائی۔

سیدنا ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ شیخ حسن کے پوتے شیخ نور اللہ نے لطائف قادریہ میں لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین نے سرکار غوث اعظم سے عراق طلب کیا تو حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ عراق تو ہم نے (حضرت شیخ) شہاب الدین سہروردی کو دے دیا اور تم کو ہم ہند دیتے ہیں۔"

عطائے رسول، ہند کے راجہ، حضرت خواجہ، خواجہ خواجگاں غریب نواز سیدنا معین

الدین حسن چشتی سنجری نے اجمیر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو ہند کی دھرتی نہال ہو گئی۔ جس وقت حضرت خواجہ اجمیر تشریف لائے وہاں کا راجہ پرتھوی راج چوہان (رائے پتھورا) تھا جس کی حکومت کا دائرہ دہلی تک پہنچا ہوا تھا۔ پرتھوی راج کے ملازمین اور سپاہیوں نے حضرت خواجہ اور ان کے مریدوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔ مقابلے پر بڑے بڑے جادوگر بھیجے گئے لیکن سب کو شکست ہوئی اور جادوگروں کے بڑے بڑے سرداروں نے اسلام قبول کر کے خواجہ بزرگ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا اور ان کی غلامی میں رہنے لگے۔ راجہ نے یہ ماجرا دیکھ کر خواجہ صاحب کو اجمیر سے نکل جانے کا حکم دیا اس پر سرکار خواجہ نے فرمایا کہ ہم نے تجھے سلطان محمد غوری کے حوالے کیا۔ آخر معرکہ آرائی میں سلطان کو فتح حاصل ہوئی اور پرتھوی راج تہ تیغ ہوا۔

اب ہند کے بیشتر علاقوں میں اسلام کا بول بولا ہو گیا۔ وادی مہران اور علاقہ راجستھان سے لے کر گنگ و جمنا کے دوآبے اور ہمالیہ کی ترائی تک توحید و رسالت کا غلغلہ بلند ہونے لگا۔

حضرت خواجہ غریب نواز ہی وہ فیروز بخت بزرگ ہیں جن کو ہند کی ولایت بھی عطا کی گئی اور ہند سے ظاہر ہونے والے پہلے مجدد کا شرف بھی حاصل ہوا۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی نور اللہ مرقدہ کو ساتویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے علاوہ ساتویں اسلامی صدی کے دوسرے مجددین کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ)
۲۔ شیخ اکبر محی الدین محمد المعروف بہ ابن عربی (م ۶۳۸ھ)
۳۔ حضرت امام ابوالفضل جمال الدین محمد بن منظور افریقی (م ۷۱۱ھ)
۴۔ حضرت امام ابوالحسن عزالدین علی بن محمد المعروف بہ ابن اثیر (م ۶۳۰ھ)
۵۔ حضرت امام تقی الدین بن دقیق العید

ساتویں صدی ہجری سے ہندوستان سے مجدد اسلام کا ظہور شروع ہوا تو یہ دیس صحیح معنی میں اسلامی دیس بن گیا۔ ساتویں اسلامی صدی سے چودھویں اسلامی صدی تک

ہندوستان میں سولہ ۱۶ مجددین اسلام ہوئے ہیں جن میں سلسلہ چشتیہ کے چار مجددین کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ساتویں صدی ہجری۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری (م ۶۳۳ھ)
۲۔ آٹھویں صدی ہجری۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی (م ۷۲۵ھ)
۳۔ گیارھویں صدی ہجری۔ حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی چشتی (م ھ)
۴۔ بارھویں صدی ہجری۔ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی (م ۱۱۴۳ھ)

رحمہ اللہ تعالیٰ علیھم

۱۴چودھویں صدی اسلامی کے تنہا مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز ہیں۔ عظیم البرکت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے جہاں اپنی تصانیف اور ملفوظات وغیرہ میں غیر ہندی و ہندی مجددین اسلام کے تذکرے کیے ہیں اور ان کی کتب وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں وہاں چشتی مجددین اسلام میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی، حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیھم کا تذکرہ اور حوالہ بھی سیدنا امام احمد کے ہاں پایا جاتا ہے۔

کلام امام احمد رضا......مؤثر تحریکِ نعت

"کسی ایک نعت گو نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کی ہیں بلکہ ان کے زیر اثر ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی ہے۔ سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک مؤثر تحریکِ نعت کا درجہ رکھتا ہے۔"

(پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، فیصل آباد)

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فرزند جلیل

حضور مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ

حضرت علامہ محمد سعید نوری (بمبئی)

............(۱)............

وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیاہ

سلام اس پر جس نے دلوں پر حکومت کی.........سلام اس پر جس نے دلوں پر حکومت کی.........سلام اس پر جس کی یاد روشنیاں لے کر آتی ہے.........سلام اس پر جس کا خیال تاریکیاں لے کر جاتا ہے.........سلام اس پر جس کے قدم نہ ڈگمگائے.........سلام اس پر جس کی نظر نہ بہکی.........سلام اس پر جو صراط مستقیم پر رواں دواں رہا.........سلام اس پر جس نے ملت کو شعور زندگی بخشا.........سلام اس پر جس نے سب کچھ لٹایا.........سلام اس پر جس نے کچھ نہ چاہا.........سلام اس پر جو محبت کا پاسدار تھا.........سلام اس پر جو غریبوں کا غمگسار تھا.........سلام اس پر جس نے گرتوں کو سنبھالا.........سلام اس پر جس نے ڈوبتوں کو نکالا.........سلام اس پر جس نے طوفان کے منہ پھیر دیئے.........سلام اس پر جو یادگار سلف تھا.........سلام اس پر جو افتخار خلف تھا.........سلام اس پر جس کا جہاں سارا جہاں تھا

سلام اس پر جو فقر غیور کا علم بردار تھا۔ سلام اس پر مدحان رسول جس سے فیض پاتے تھے۔ سلام اس پر گستاخان رسول جس سے خار کھاتے تھے۔ سلام اس پر جس نے عشق مصطفےٰ کے چراغ روشن کیے۔ سلام اس پر جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھا۔ سلام اس پر جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ سلام اس پر جو قدم قدم پر خدا کو یاد رکھتا تھا۔ سلام اس پر جو واصل باللہ تھا۔ سلام اس پر جو باقی باللہ تھا۔ سلام اس پر جس نے اسلام کی آن رکھی سلام اس پر جس کے شب و روز خدا کی عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ سلام اس پر جس کے رات دن مخلوق خدا کی خدمت میں صرف ہوتے تھے۔ سلام اس پر جس کی ہر بات نصیحت تھی۔ سلام

اس پر جس نے ہدایت کا حق ادا کر دیا۔ سلام اس پر جس کا مسکن مرکز ارباب صفا تھا۔ سلام اس پر جس کا مدفن مرجع ارباب وفا ہے۔

ہاں، وہ کون ہے جس کے لئے آج آنکھ اشکبار ہے؟ ہاں، وہ کون ہے جس کے لئے آج دل بے قرار ہے؟ ہاں وہی جو دلوں میں رہتا ہے۔ جو آنکھوں میں بسا تھا۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں   آہ! یہ کس کی یادگاری ہے
کیا کہوں تم سے بے قراری کی   بے قراری سی بے قراری ہے

ہاں وہ وہی شہزادۂ عالی وقار ہے جو ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۱۸۹۲ء کو آفتاب بن کر افق بریلی پر جلوہ گر ہوا۔ جس کا نام نامی مرشد نوری نے "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" والد گرامی نے "محمد" رکھا اور عرف "مصطفےٰ رضا" تجویز کیا گیا۔

جس ذات سے اس کو نسبت فرزندی تھی وہ اپنے وقت کا فرد فرید تھا۔ وہ علوم نقلیہ کا تاجدار تھا۔ وہ علوم عقلیہ کا غواص تھا۔ وہ میدان فقاہت کا شہسوار تھا۔ وہ میدان سیاست کا علم بردار تھا۔ عرب و عجم میں اس کی دھوم تھی۔ سارے جہاں میں اس کا چرچا تھا۔ کون؟ عبدالمصطفےٰ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شہزادۂ عالی جاہ اپنے والد بزرگوار کا عکس جمال تھا۔ اس کے حسن و رعنائی کی بات کیا کیجئے۔ گورا رنگ، نورانی چہرہ، چوڑی پیشانی، لبوں پر تبسم، گفتگو میں حلاوت، کلام میں لطافت جدھر سے گذرتے، دیکھ کر لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔ کشش و دل نوازی کا عجیب عالم تھا۔

سینہ خالی کنید از دلہا   یار بہر شکار می آید
مژدہ اے دل کہ بہرِ استقبال   رخش بے قرار می آید

اور جس ذات قدسی صفات سے اس کو شرف بیعت حاصل تھا وہ بھی آسمان ارشاد کا آفتاب تھا اور علم و دانش کا ماہتاب تھا۔ ایک عالم اس سے فیضیاب تھا۔ کون؟ شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔ یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کی تعریف میں امام احمد رضا جیسا فاضل اجل یوں رطب اللسان ہے۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین   سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

اور جس سے خود امام احمد رضا کو شرف خلافت و اجازت حاصل تھا۔ اس شرف و

سعادت پر وہ ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری

اور سنو سنو کیا کہہ رہے ہیں:

انست من مارھرۃ نارًا علی طور اشاء طورا بہ یھدینا
طوبٰی لابناء السبیل لا اھتدوا ومشو الھدٰا النور معنا دینا
اکرم بنا رضوئھا یجلوا الدجٰی من احمد النوری جآء مبینا
نور الھدٰی بحر التقٰی بدر النقٰی اضحٰی لہٗ حفظ الا لہ معینا

ترجمہ وتفہیم "میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے۔ میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں اس کی راہبری چاہتا ہوں۔ ہاں مبارک ہیں وہ راہروان منزل جو اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ پائیں۔ کیسی بلند وبالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے۔ ہاں یہ چمک جو احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے۔ کون احمد نوری؟ ہدایت کا نور۔ تقویٰ کا دریا۔ پاکیزگی کا ماہتاب۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کی مدد فرمائے۔"

شہزادۂ عالی وقار کو اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ شاعری کی تو تخلص بھی نوری رکھا۔

داغ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا درد دل کا فسانہ سنا کر چلے

☆☆☆

مرقد نوری پہ روشن ہے یہ لعل شب چراغ یا چمکتا ہے ستارا آپ کی پیزار کا

بلاشبہ جس کو ایسا مرشد ملا ہو وہ اپنی قسمت پر کیوں نہ نازاں ہو اور اس کی تربت کیوں نہ فروزاں ہو۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت واجازت اپنے والد ماجد امام احمد رضا سے حاصل کی۔ ان کی محبت نے کندن بنا دیا اور این وآں سے بے نیاز کر دیا۔

خود فرماتے ہیں: "اب نہ تو وہ خودی ہے جو بے خود بنائے تھی۔ نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کئے تھی۔ نہ وہ جوانی کی امنگ۔ نہ کسی قسم کا کوئی ترنگ۔"

(محمد مصطفیٰ رضا خان ملفوظات حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص ۸)

اور وہ وقت بھی آیا جب امام احمد رضا دنیا سے جا رہے ہیں۔ آفتاب عالم تاب غروب ہو رہا ہے۔ بے قرار دل دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ مگر سلسلۂ بیعت بند ہو چکا ہے۔ شہزادگان کو حکم ملتا ہے کہ وہ بیعت کریں۔ گروہ در گروہ مے گسار چلے آ رہے ہیں اور بھر بھر کے جام وسبو لئے جا رہے ہیں۔ ہاں ۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

ہاں شہزادۂ عالی جاہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ والد ماجد نے خود اپنی زندگی میں اپنے سامنے بیعت کرایا۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا اور ایسا چلا کہ ۶۰ برس تک تھمنے پر نہ آیا۔ اور تو اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کلمات بیعت تلقین فرما رہے ہیں مگر سامنے کوئی نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ایک ایک کو بیعت فرما رہے ہیں۔ شاید عالم اجسام کا یہ مرشد کامل عالم ارواح اور عالم جنات میں تشنہ روحوں کو بیعت سے سرفراز فرما رہا تھا۔

............(۲)............

اس کو ہر بہار، بہار مصطفےٰ میں نظر آ رہی۔ اس کے لئے ساری بہاروں کی جان بھی بہار ہے ۔

زمین وآسماں کی سب بہاریں آپ کا صدقہ

اللہ اللہ! محبت کی ایسی لگن کہ ۷۸ سال کی عمر میں جب دوسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین کے لئے حاضر ہوئے تو ایک روز غار ثور کی زیارت کے لئے چلے۔ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھے تو چڑھتے ہی چلے گئے۔ جوان وتنومند انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے، آپ نے ڈھائی گھنٹے میں طے کر لیا اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا اور جب گھر واپس تشریف لائے تو چند سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا۔ بے شک عشق و محبت کے طفیل ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے ۔

عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

حضور اکرم ﷺ سے تعلق ومحبت کاملہ ہی کا یہ کرشمہ تھا کہ وہ گستاخان رسول سے

کسی قیمت پر مفاہمت یا ان کے ساتھ رعایت کے روادار نہ تھے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ گستاخوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کوئی شئے استعمال نہ کرتے تھے۔ اللہ اللہ! جس نے اپنے جسم و جان کی اس طرح حفاظت کی ہو اس کی پاکیزگی کا کیا عالم ہوگا......!

بے شک محبوبانِ خدا کے لئے وہ ابر باراں تھے۔ دشمنان رسول کے لئے وہ برق تپاں تھے۔ خود امام احمد رضا ان کی اس صفت خاص کا یوں ذکر فرما رہے ہیں ۔

شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

وہ اتباع سنت میں پیش پیش تھا۔ سنت کے سانچے میں خود کو ایسا ڈھالا تھا کہ باید و شاید۔ اس کی ایک ایک ادا ترجمان سنت تھی۔

سنئے سنئے: ایک غریب جاں بلب ہے۔ عیادت کے لئے قدم اٹھے ہیں کہ اتنے میں خبر آئی کہ گورنر یو۔ پی ملاقات کے لئے حاضر ہو رہا ہے۔ مگر اتباع سنت میں جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آج تو وہ آ رہا ہے جس کی دید کے لئے دنیا اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں۔ مگر نہیں نہیں ان حضرات کی نظر میں آنی جانی عہدوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ان کے مولیٰ نے ان کو وہ عزت دی ہے، زمانہ کا کوئی حادثہ اس کو متاثر نہیں کر سکتا۔ بڑے سے بڑے عہدیدار اور وزیر و بادشاہ کی مسند چھن سکتی ہے مگر ان حضرات کے دامن عصمت پہ جو ہاتھ ڈالتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ سچ ہے "عزت اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین ہی کے لئے ہے۔" آج عالم و صوفی اہل دول کی طرف لپکتے نظر آتے ہیں۔ دنیوی جاہ و جلال ان کو مرعوب کئے دیتا ہے۔ سلام اس پر جس کی نظریں دو عالم سے بے نیازانہ گذر گئیں۔

☆☆☆

عشق و محبت نے ان کو ایسا مست و بے خود کر دیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ و حشمت نظروں میں جچتی تھی اور نہ مال و دولت ان کے والد گرامی نے ان کو اور اپنے تمام وابستگان کو یہ نصیحت کی تھی ۔

"تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار، اشاعت دین و حمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ

ہو۔" (الرضا، شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاول ۱۳۳۸ ہجری، ص ۹)

اس ہدایت و نصیحت پر ایسا عمل کیا کہ باید و شاید "متاع غرور" سے ایسی نظریں پھیریں کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

سنئے سنئے: حج بیت اللہ شریف سے بمبئی واپسی ہے۔ ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائے۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو بلاتا جائے اور جب بریلی پہنچے تو یہ کار نذر کر دے۔ بمبئی سے روانہ ہوئے۔ جان نثار و فدا کار راستے میں زیارت کرتے رہے۔ بریلی پہنچے۔ تکمیل آرزو کا وقت آ گیا۔ مرید وفا شعار دست بستہ کھڑا ہے۔ اپنی کار خدمت اقدس میں نذر گردان رہا ہے۔ مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھئے ۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ حرماں نصیب اپنی کار واپس لے کر لوٹ رہا ہے۔ مگر حریم جاناں سے درس محبت لے کر لوٹ رہا ہے۔ جس کی نگاہ میں محبوب سما جائے پھر اور کوئی نہیں سما سکتا۔ ساری آرزوئیں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتی ہے ۔

سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

☆☆☆

آج عالم و عامی سبھی کار کے آرزومند ہیں۔ جس کو دیکھو دنیا کی طرف لپک رہا ہے۔ مگر وہ گریزاں ہے۔ ایک وہ ہیں جن کے پیچھے دنیا بھاگ رہی ہے اور دنیا سے وہ گریزاں ہیں۔ ہزاروں سلام ہوں اس ہمت بلند پر

☆☆☆

داہنے ہاتھ سے لینا اور کھانا سنت ہے۔ اس سنت سے اب عوام تو عوام خواص بھی غافل نظر آنے لگے ہیں۔ مگر اس کی نگاہ پاک آخر تک سنت ہی کو تکتی رہی۔ وہ اتباع سنت ہی میں محو تھا۔ کوئی خلاف سنت عمل اس کو نہ بھاتا تھا۔ لوگ تعویذ لینے آتے تھے اور تعویذ دیئے جاتے تھے۔ ایک روز ایک حاجت مند آیا، تعویذ جو عنایت فرمایا، اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ آپ نے ہاتھ روک لیا، برہم ہو گئے نصیحت فرمائی، تنبیہ فرمائی، پھر جب اس نے

داہنا ہاتھ بڑھایا تو تعویذ عنایت فرمایا۔

بظاہر بات معمولی سی ہے مگر سیرت کی پختگی کا حال انہیں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

وقت پر نماز ادا کرنے کا خاص اہتمام فرماتے۔ ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ ایک اسٹیشن پر ریل رکتی ہے۔ نیچے اترتے ہیں اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز شروع کرتے ہیں (یاد رہے کہ آپ کے نزدیک چلتی ریل میں نماز پڑھنا جائز نہ تھا) خضوع وخشوع کا عالم ہے۔ ادھر ریل جا رہی ہے مگر مجال کیا عجلت واضطراب کا عالم نظر آئے۔ اللہ اللہ

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے　　کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

☆☆☆

نماز ہوتی رہی۔ ریل چلی گئی۔ مگر چلتے چلتے رک گئی۔ آگے نہ بڑھ سکی۔ جیسے کسی غیبی طاقت نے قدم پکڑ لئے ہوں...... بے شک من له المولیٰ فله کل۔ جو مولیٰ کا ہو گیا ہر شئے پر اس کی حکمرانی ہے۔ نماز ختم ہوئی۔ ریل واپس لوٹی۔ گارڈ نے معذرت کی پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی۔

نماز کا یہ اہتمام کرنے والا کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے مرید نماز سے غافل ہو جائیں۔

ایک مرید کی نماز قضا ہوگئی، جب وہ مجلس میں آیا تو منہ پھیر لیا اور بات تک نہ کی۔ اہل محبت کے لئے یہ معمولی بات نہیں کہ محبوب کے حکم کو نظر انداز کر کے کسی قسم کی تاخیر روا رکھی جائے۔ نماز ہو تو وقت پر ہو۔ محبت بیدار رہنی چاہئے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے　　ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

☆☆☆

آج کل پیر وفقیر اور عالموں وعاملوں کے پاس عورتوں کا ہجوم ایک عام سی بات ہے۔ جہاں دیکھئے منہ کھولے چلتی پھرتی اور میٹھی باتیں کرتی نظر آئیں گی۔ حیا اٹھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مگر شہزادۂ امام احمد رضا کی تقویٰ شعاری ملاحظہ کریں۔

زنان خانے میں عورتیں زیارت کے لئے حاضر ہیں...... انتظار ہو رہا ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے تھے۔ آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا: ''نقاب ڈالو...... نقاب ڈالو'' سب نے نقابیں ڈال لیں۔ اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی۔

آج مسجد ومعبد میں، خانقاہوں اور درگاہوں میں ہر جگہ غیر محرم کی جلوہ گری ہے۔ تعویذات لینے، قبروں کی زیارت کرنے غول کے غول چلے آتے ہیں۔ سب دیکھتے ہیں، کوئی نہیں کہتا کہ نقاب ڈالو۔ احساس تک جاتا رہا۔ محرمات، معمولات بن کر رہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اسلام ہو اس آنکھ کی عصمت پر جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا، اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا!

تصویر کشی آپ کے نزدیک حرام تھی۔ وہ حرام کو حرام ہی سمجھتے تھے۔ زمانے کے کسی انقلاب نے ان کی فکر کو متاثر نہیں کیا۔ مگر آج عالم ہی کچھ اور ہے۔

اقبال نے سچ کہا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں　　کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

☆☆☆

آپ نے ساری عمر تصویر نہ کھنچائی۔ مگر حج بیت اللہ کے لئے تصویر لازمی تھی۔ کریں تو کیا کریں۔ مولیٰ کے دربار میں مولیٰ کا نافرمان بندہ بن کر حاضر ہونا بھی کوئی حاضر ہونا ہے۔ اللہ اللہ ان کی استقامت نے دنیا کے قانون بدل دیئے۔ تصویر سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا اور اسی شان سے حاضری ہوئی کہ دامن عصمت پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا۔ آج کس کو دیکھو فوٹو کھنچوا رہا ہے۔ شوق وذوق سے۔ بڑھ چڑھ کر۔ پوز بنا بنا کر۔ بہت سے دامن اس داغ سے داغدار ہیں۔

............(۲)............

ایسی متبع شریعت اور متبع سنت۔ ایسی پاک باطن اور پاک شخصیت کو ہی زیب دیتا ہے کہ وہ مسند افتاء پر جلوہ گر ہو۔ ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں عم محترم مولانا حسن رضا کے

Scanned with CamScanner

انتقال کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام شہزادۂ کبیر مولانا حامد رضا خان کے سپرد ہوا اور شہزادۂ صغیر مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے لئے فتوؤں کی تیاری میں جب امام احمد رضا کے حوالے کے لئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالہ کی نشاندہی کریں اور امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کر دیں...... ہاں اسی خدمت نے آپ کو مفتی بنایا۔ اسی خدمت نے آپ کو مفتی اعظم بنایا۔ اسی خدمت نے آپ کو امام احمد رضا کا دست راست بنایا اور فتویٰ نویسی کی اجازت کی یہ تقریب ہوئی کہ ایک روز دارالافتاء میں فتویٰ لکھنا تھا۔ سب مفتی اپنی اپنی سوچ میں غلطاں تھے۔ آپ بھی ادھر نکل آئے اور بغیر کوئی کتاب دیکھے اسی وقت فتویٰ لکھ دیا۔ جب امام احمد رضا کو دکھایا گیا تو حرف بحرف صحیح نکلا۔ اس طرح آپ دارالافتا کے مفتیوں پر سبقت لے گئے اور امام احمد رضا کی طرف سے باقاعدہ فتویٰ لکھنے کی اجازت مل گئی۔ ایک مہر تیار کرا کر دی گئی جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

"ابوالبرکات محی الدین جیلانی، آل رحمٰن عرف مصطفےٰ رضا"

یہ واقعہ ۱۳۲۸ ہجری مطابق ۱۹۱۰ء کا ہے۔ جب کہ آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال تھی۔ آپ دارالافتاء میں مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا برہان الحق جبل پوری کے رفیق رہے اور فتویٰ نویسی میں وہ کمال پیدا کیا کہ پھر آپ کی نگرانی میں بیسیوں علماء نے فتویٰ نویسی کی مشق کی اور مفتی بنے۔ آپ کے فتاویٰ مصطفویہ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس کی طرف بھی توجہ کی۔ دارالعلوم مظہر اسلام قائم کیا جہاں ہند اور بیرون ہند کے طلبہ علم دین حاصل کرتے ہیں۔ آپ طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت کرتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے۔ امام احمد رضا بھی طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلبہ کو لذیذ کھانے پکوا کر کھلایا کرتے تھے۔ ہمارے علمی اداروں میں یہ محبت و شفقت عنقا ہو گئی اور انگریزی اداروں کی تو بات ہی نہ پوچھئے۔ یہاں طلبہ، اساتذہ کے لئے مال تجارت بن کر رہ گئے ہیں۔ پھر طلبہ میں جذبۂ اطاعت و محبت پیدا ہو تو کیوں کر ہو۔ شفقت و محبت ختم ہو گئی۔ شفقت عنقا

ہو جائے تو محبت بھی عنقا ہو جاتی ہے۔ ہم طلبہ سے محبت مانگتے ہیں مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے۔ مانگنے سے نہیں ملتی۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور بہت سے رسالے اور کتابیں شائع کیں۔ مذہبیات میں بھی اور سیاسیات میں بھی۔ امام احمد رضا کے ملفوظات چار حصوں میں مرتب کر کے مجبوروں کو امام احمد رضا کی محفل میں بٹھا دیا۔ فراق میں وصال کا لطف آ گیا۔ جو پڑھتا ہے مجلس رضا کا حظ اٹھاتا ہے اور عالم یہ ہوتا ہے ؎

کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

سیاسیات سے متعلق مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلات کو الطاری الداری الخ کے نام سے تین حصوں میں مرتب کر کے مؤرخین کے لئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی۔ جو پڑھتا ہے ماضی کو اس آئینے میں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ اللہ اللہ! ہم سے پہلے میدان سیاست میں کیا کیا ہو چکا ہے۔

............(۴)............

شہزادۂ امام احمد رضا کی زندگی سراپا حرکت تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتی ہے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک حرکت ہی حرکت۔ جب کفر و اسلام کو یکجا کیا جا رہا تھا۔ بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جا رہا تھا۔ شعائر کفر کو اپنایا جا رہا تھا۔ اسلامی شعائر کو مٹایا جا رہا تھا۔ ایک نیا دین بنایا جا رہا تھا۔ تو وہی تھا جو بے تابانہ آگے بڑھا۔ اس کو ملامت کی پروانہ تھی۔ اس نے اسلام کی آبرو پر اپنی عزت و آبرو قربان کر دی اور سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچا لیا۔ طوفانی ہواؤں میں اس نے اسلام کی شمع روشن رکھی۔ بجھانے والوں نے اپنی سی کوشش کی مگر اس نے بھی تن من دھن کی بازی لگا دی اور بجھنے نہ دی۔ شادباش اے ہمت مردانہ۔

اور جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہا۔ ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا۔ ان کی تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا تو وہی تھا جو سینہ سپر ہو کر میدان میں آیا۔ وہ ایمان و یقین کا پاسدار تھا۔ وہ تہذیب و ثقافت کا محافظ تھا۔ اس نے ملت کی کشتی کو ڈوبنے نہ دیا۔ اس نے اللہ کے رنگ کو مٹنے نہ دیا۔ وہ انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا۔ وہ مسلمانوں کا خیر خواہ تھا۔ وہ

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کا غم خوار تھا۔

عالم جوانی میں چلنے والی تحریکوں میں وہ آگے آگے رہا وہ بریلی میں قائم ہونے والی جماعت رضائے مصطفےٰ اور جماعت انصار الاسلام کا سرگرم رکن تھا۔ وہ جماعت جس نے مسلمانانِ عالم اور مسلمانانِ ہند کی خیر خواہی کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کرسکتی تھی۔ جماعت انصار الاسلام کے ایک جلسے کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ یہ نکات شہزادہ امام احمد رضا کے برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خان (ناظم اعلیٰ جماعت انصار الاسلام) نے شائع فرمائے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کی نظر میں کس قسم کی سیاست محمود تھی اور وہ مسلمانوں کے لئے کیسا درد رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہوں:

۱۔ حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد واعانت۔
۲۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔
۳۔ معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی۔
۴۔ ترک وعرب اتحاد کے لئے کوشش وسعی۔
۵۔ خلاف شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ۔
۶۔ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا۔
۷۔ تجارت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شوق دلانا۔
۸۔ مسلمانوں کے لئے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لئے کوشش کرنا۔

(روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، شمارہ ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء)

............(۵)............

الغرض شہزادۂ امام احمد رضا نے اپنی زندگی مذہب وملت کے لئے وقف کردی تھی۔ وہ ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں معروف رہے۔ انہوں نے تبلیغ وارشاد کا حق ادا کردیا۔ ہاں اب وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری کی تیاری میں معروف نظر آ رہے ہیں۔ سن شریف ۹۱ ہو چکا ہے۔ ضعف ونقاہت کا عالم ہے۔ مگر معمولات یومیہ میں فرق نہیں۔ وہی عبادت وریاضت، وہی خدمت خلق۔ جو وقت آنا ہے وہ تو آتا ہی ہے۔ ہاں وہ وقت آ گیا

جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے　　دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز واقارب حاضر خدمت ہیں۔ جاں کنی کا عالم ہے۔ اچانک ارشاد ہوتا ہے۔ پڑھو پڑھو حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھو، سب پڑھو۔ بے شک اپنے بندوں کے لئے وہی کافی ہے۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے　　اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین با آواز بلند حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہوگئے اور جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں　　جا مری جان، جا، خدا حافظ

اہل محبت اور ارباب وفا کے لئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی۔ کچھ نہ پوچھئے۔ ہاں۔

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے　　اور چاہیں کہ چھپا لیں تو چھپائے نہ بنے

☆☆☆

اللہ اللہ وہ زمانے کیا ہوئے۔ وہ صورتیں کیا ہوگئیں؟

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

ہاں......

گلے بروقت نہ آید بعد بہار دگر

☆☆☆

۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ایک بج کر ۴۰ منٹ پر وصال ہوا۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ خبر ملتے ہی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جہاز، ریل، بسیں، کاریں، جس کو دیکھو بریلی کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر بھر گیا۔ ہر طرف انسان ہی انسان۔ راستے بند، چہرے اداس۔

۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء کو بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج (بریلی) کے میدان میں نماز جنازہ ہونے والی ہے۔ گھر سے جلوس جنازہ چلا۔ گھر سے تین چار میل تک جاں نثار ہی جاں نثار نظر

Scanned with CamScanner

آ رہے ہیں۔ زیب سجادۂ کچھوچھہ شریف، شاہ مختار اشرف صاحب الجیلانی فرائض امامت کے لئے موجود ہیں۔ نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے جو نماز کے لئے حاضر ہے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی۔ جلوس جنازہ واپس کوچۂ جاناں کی طرف چلا اور پھر اس جسم نازنین کو والد ماجد امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ہاں ۔

حشر ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

(آمین)

ایک محتاط اندازے کے مطابق دس لاکھ (۱۰,۰۰,۰۰۰) جاں نثار شریک تھے، جو ہند و بیرون ہند سے شرکت کے لئے آئے تھے۔ عالمی حکومتوں کے نمائندے اور سفراء بھی شریک جنازہ تھے۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید کا تعزیتی پیغام لے کر سفیر پاکستان حاضر ہوئے اور ہندوستان کے سابق صدر فخر الدین علی احمد کی اہلیہ اہل خانہ کی تعزیت کے لئے حاضر ہوئیں۔

مسلمان تو مسلمان، غیر مسلموں نے بھی اس سوگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سوگواروں کی ضیافت کی۔ بازاروں میں کڑھاؤ چڑھا دیئے اور صدائے عام دے دی۔ بے دریغ تواضع کی۔

۱۵ نومبر ۱۹۸۱ء کو فاتحۂ سوم ہوئی جس میں اطراف و اکناف کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ایک اندازے کے مطابق مجلس فاتحہ میں ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔ اللہ اکبر!

ہاں وہ چلے گئے جن سے دلوں کو قرار تھا...... مگر ان کے نشان قدم موجود ہیں۔ ان کا روئے انور سامنے نہیں۔ ان کا تصور موجود ہے۔ ان کا خیال موجود ہے۔ ہاں، ان کا تصور ایک نئے عالم میں لے جا رہا ہے۔ ان کا خیال ایک نئے جہان میں لے جا رہا ہے۔ اللہ اللہ!

شام شب فرقت میں بھی انوار سحر ہیں — اے نور مجسم یہ تری یاد کا عالم

عظمتِ ابرار نمبر

دعوتِ غوروفکر

☆ اہل قبلہ کی تکفیر..........................

(حضرت شیخ محقق برکۃ المصطفیٰ فی الہند الشیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ)

☆ اختلاف رائے کے اظہار کے لئے راہنما اصول ....

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ)

☆ مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی نہ کی جائے ....

(فاتح قادیان حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ اعلیٰ حضرت کی طرف سے نرم روی کی واضح ہدایت ....

☆ کیا بریلوی کوئی نیا مکتب فکر یا جدید مسلک ہے..................

(آبروئے قلم و قرطاس حضرت پیر سید محمد فاروق القادری)

☆ علمائے سو اور علماء حق...............

(شوکت صدیقی کا ایک اور زاویئے سے لکھا مضمون)

☆ سات متنازعہ مسائل پر فیصلہ کن تحریر..............

(سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

مرکزِ علم و عرفان، اہل سنت کی قدیم ترین مادر علمی

دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ (رجسٹرڈ)
(بندیال شریف)

بیاد: فقیہ العصر حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نئے سال کا داخلہ...... یکم سے 15 شوال المکرم جاری ہے

سلطان الفقہاء حضرت علامہ محمد عبد الحق بندیالوی دامت فیوضہم العالیہ سجادہ نشین بندیال شریف

- حفظ و ناظرہ، تجوید و قرأت، درس نظامی (تنظیم المدارس مکمل کورس)
- جدید عصری علوم، کمپیوٹر کی تعلیم، مباحثہ و مناظرہ کی تیاری
- علم توقیت و علم میراث سے واقفیت

تجوید و قرأت

قاری محمد اشرف نقشبندی | قاری رسول بخش نقشبندی

حفظ و ناظرہ

قاری مظہر حسین چشتی | قاری محمد رفیق قادری

جدید عصری علوم

پروفیسر جمیل احمد (ایم اے)
رب نواز گنجیال (ایم اے اسلامیات) | محمد اشفاق (بی اے بی ایڈ)

اسماء گرامی اساتذہ کرام

علامہ مفتی مسعود احمد تونسوی
علامہ صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی
علامہ صاحبزادہ محمد اسرار الحق بندیالوی
علامہ محمد سیف اقبال چشتی
علامہ محمد سیف اللہ ڈیروی

الداعی الی الخیر
پروفیسر ظفر الحق بندیالوی (ناظم تعلیمات)
جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف ضلع خوشاب
0300-6077113-0454-770313

اہل قبلہ کی تکفیر

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اہل قبلہ کو یعنی وہ لوگ جو نماز قبلہ رو ہو کر ادا کرتے ہوں اور کتاب و سنت پر ایمان رکھتے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی وحدانیت و رسالت کی شہادت کا اقرار کرتے ہوں کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ ان کے بعض کلمات سے کفر بھی لازم آئے لیکن ایسے کفریہ کلمات پر تواتر سے اقرار کرنے والے کو ضرور ضرور کافر کہنا پڑے گا۔ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے ایسے کلمات کی توجیہ و توضیح ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرنا چاہئے اور تکفیر و تضلیل کو وظیفہ نہیں بنانا چاہئے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص دوسرے کو کافر کہتا ہے اگر وہ نفس الامر میں کافر نہ ہو گا تو کافر کہنے والا یقینی طور پر کافر ہو جائے گا اور لعنت کا حکم بھی یہی ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں تو بولنے والا ضرور لعنتی ہو گا چنانچہ تکفیر اور لعنت ملامت میں جہاں تک ہو سکے احتیاط کرنا ضروری ہے۔

(تکمیل الایمان شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ نبویہ لاہور ص 180)

کسی کو رنگ سے مطلب کسی کو خوشبو سے
گلوں کے چاک گریباں کی بات کون کرے

☆

یہ امت روایات میں کھو گئی ہے
حقیقت خرافات میں کھو گئی ہے

☆

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

(ص 45 شاہ عبد الحق محدث دہلوی کا موقف ”اہل قبلہ کی تکفیر پر“ اتحاد امت مختلف مسالک کی رائے ص 45)

اختلاف رائے کے اظہار کے لئے راہنما اصول

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

"از فقیر بارگاہ قادری احمد رضا غفرلہ بجناب فضائل انتساب فواضل اکتساب ذی اللطف والجاہ مولوی شاہ ابو الذکاء محمد سلامت اللہ بعد اہدائے ہدیہ سنت ملتمس مسئلہ شرعیہ فرعیہ میں اختلاف عند الانصاف مانع ائتلاف نہیں اندیشہ ہے کہ طول تحریرات طبع جناب پر زیادہ باعث حجاب اور معاذ اللہ مفضی بانقطاع واجتناب ہو لہٰذا باکمال خلوص گذارش ہے کہ فقیر کدہ پر تشریف لے آئیں کسی ہجوم و چپقلش کا اندیشہ نہ فرمائیں جناب کا صرف آمد ورفت ذمہ فقیر ہوگا والا عظیم البرکت رفیع الدرجت سلالۂ دودمان عالیشان حضرت جناب مولانا سید شاہ خواجہ احمد میاں صاحب دامت برکاتہم اور جناب مستطاب اسد السنہ سد الفتنہ کنز الکرامۃ جبل الاستقامۃ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضاتہم، دونوں حضرات علماء کرام وعظماء اسلام اور میرے اور آپ دونوں کے احباب عظام ہیں۔ وللہ الحمد ان دونوں کے مواجہ میں مکالمہ ہو یہ خاص دوستانہ مکالمہ بحول اللہ تعالیٰ: انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" کے امتثال حکم سے میرے اور آپ کے لئے اجر عظیم لائے۔ میں بعونہ تعالیٰ پاسِ خاطر جناب کو چند امور کا التزام کرتا ہوں۔

۱۔ کتابوں سے آپ کی اعانت کروں گا، بلکہ جو بات نکالنا چاہیں، اگر فرمائیں تو اس کے استخراج میں تا امکان مدد دوں گا۔

۲۔ صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک مکالمہ ہوا کرے گا کہ ٹھنڈا وقت ہے اور اس میں بھی اگر کسی دن طبع گرامی تخفیف چاہے، تو فوراً فرما دیجئے۔ بقیہ دوسرے دن پر اٹھا رہے گا۔

۳۔ مدت مکالمہ میں ہم چار شخصوں کے سوا دو ایک ناخواندہ خادم مولانا، جناب اور ہر دو حضرات موصوفین کی خدمت اور ثانیاً مجھ فقیر کے کاموں کے لئے رہیں گے۔ یا فقیر زادہ

مولوی مصطفیٰ رضا خان سلمہ کتابیں لا کر دینے کے لئے جو آپ یا میں طلب کروں۔ باقی کوئی شخص اتنی دیر تک نہ آنے پائے گا کہ شرم مجمع کسی فریق کو باعث خودداری یا ہجوم غوغہ موجب پریشان ذہن نہ ہو۔

۴۔ بقیہ وقت مجالست نماز و طعام و دوستانہ کلام و اذکار خیر و مذاکرات علمیہ میں اس طرح گذرے گا کہ اس میں میری طرف سے بحث دائر کا کوئی تذکرہ نہ چھڑے گا کہ محبت دوستانہ منغض نہ ہو۔

اور چند باتیں چاہتا ہوں کہ آغاز مکالمہ سے پہلے میں اور آپ دونوں باتفاق ان عہد و پیمان واثق کر کے اللہ و رسول جل وعلی وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پھر ان دونوں حضرات کی شہادت سے مہر و دستخط کر دیں۔ اس کا ایک ایک پرچہ ہر وقت پیش نظر رہنے کو ہم دونوں اور حضرتین موصوفین کے پاس رہے۔ "فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما"۔

۱۔ سچی ایمانداری کے ساتھ محض انکشاف حق مقصود ہوگا۔ نہ ہار جیت۔

۲۔ ایک فریق کی جو بات اپنی نظر میں صحیح ثابت ہو جائے۔ اس کے ماننے میں کچھ تامل نہ ہوگا۔ پھر اگر وہ اصل بحث کا فیصلہ ہے تو مکالمہ اسی پر طے ہو کر فریقین اتفاق کر لیں گے۔ ورنہ اتنی بات کہ صحت پر فوراً دستخط کر کے فریق کو دے دیئے جائیں گے۔ فریق اس پر دوستانہ شکر کرے گا۔ نہ کہ لاحنیانہ فخر۔

۳۔ مکالمہ زبان قلم سے ہوگا۔ یا جو کچھ کہا جائے گا لکھ کر ہر فریق دوسرے کو دے دے گا۔ بلکہ پہلے لکھ کر سنائے گا اور سپرد فریق کر دے گا کہ اگر خدانخواستہ طے نہ ہوا تو اہل علم کو پورے کلام فریقین پر نظر کا موقع ملے۔

۴۔ جب ایک طرف باذنہ تعالیٰ ثابت ہو جائے۔ فریقین نہایت کشادہ پیشانی سے اس پر مہر و دستخط کر کے بالاتفاق اسے چھاپ کر شائع کر دیں گے اور آپس میں دوستانہ معانقہ پر اس مبارک مجلس کا خاتمہ کر دیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

ان شرائط اربعہ میں اگر کوئی فریق کسی وقت کسی شرط سے تجاوز کرے وہ دونوں حضرات دامت فیوضہما بالاتفاق اسے اتباع شرط پر مجبور فرمائیں گے، اگر نہ مانے تو دونوں

حضرات بلا رو رعایت پوری صورت واقعہ تحریر فرما کر اپنے مہر و دستخط سے اس کے مکابرہ و ناانصافی کی شہادت ادا فرمائیں گے۔ اس پر بحث کا ختم ہو جانا یا آگے چلنا حسب تفصیل شرط دوم ہو گا۔ یہ فقط احتیاطاً معروض ہے۔ ورنہ مکالمہ بعجلت و انصاف و حق طلبی میں انشاء اللہ القدیر اس کی حاجت ہی نہ ہو گی۔

(کلیات مکاتیب رضا ملخصاج، اص ۲۷۳ تا ۲۷۵ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)

امام احمد رضا.........اہل ایمان پر اللہ کا انعام

اہل ایمان روشنی کی کرن کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو حضرت مولانا نقی علی خاں کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کی غازی اور کردار کی دھنی ہے۔ جس کی زبان محبت رسول ﷺ کی تاثیر سے فیض ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی، اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگِ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہم انسانی وسعتوں سے ماورئی ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے چومکھی جنگ لڑنا ہے۔ اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنا ہے۔ وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

(پروفیسر محمد اکرم رضا......گوجرانوالہ)

مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی نہ کی جائے

فاتح قادیان حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہئے کہ التزام کفر یہ ہے کہ ایک شخص نص کے مدلول کو نص کا مدلول سمجھتے ہوئے اور حکم شرعی کو حکم شرعی جانتے ہوئے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں یہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ لزوم کفر یہ ہے کہ جہالت اور نادانی کے باعث یا غلط تاویل کی وجہ سے اس پر کفر لازم آتا ہے۔ پس التزام کفر سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ لزوم کفر سے اس پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے کلمات کفر ذکر کرنے کے بعد متکلم کے جہل کو عذر شمار کیا ہے۔ باقی جن فقہاء نے بکفر لکھ دیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے کفر والا کام کیا ہے نہ یہ کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

بحر الرائق میں موجود ہے کہ جامع الفصولین میں طحاوی نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کو ایمان سے اس چیز کا انکار نکال سکتا ہے جس کے اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا۔ لہٰذا جو چیز یقیناً ارتداد کا باعث ہے اس پر ارتداد کا حکم ہو گا۔ جس چیز کے باعث ارتداد ہونے میں شک ہے اس پر ارتداد کا حکم نہیں ہو سکتا کیونکہ ثابت شدہ اسلام محض شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اسلام ہر چیز پر غالب ہے کوئی چیز اسلام پر غالب نہیں آ سکتی۔ لہٰذا اہل علم حضرات پر واجب ہے کہ ایسے مسائل میں مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی سے کام نہ لیا کریں جب کہ بحالت جبر بھی اسلام لانے کو شریعت میں درست سمجھا گیا ہے۔ میں نے بطور میزان و معیار یہ مسئلہ اس فصل میں پہلے ذکر کیا ہے تا کہ آئندہ ذکر شدہ مسائل میں جن میں لکھا گیا ہے کہ یہ کفر ہے معلوم ہو جائے کہ ان کے ارتکاب سے مطلقاً کافر کہنا درست نہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ ص: ۱۳۵)

اعلیٰ حضرت کی طرف سے نرم روی کی واضح ہدایت

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شدید تھے ان لوگوں کے لئے جو قوم و ملت کو مٹانے کا سازشی ذہن رکھتے تھے ورنہ نرم مزاجی اور سنجیدہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے صلح کل اور مذبذب قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

"دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ (الملفوظ نمبر ۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آگے بڑھ کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر مزید روشنی ڈالیں۔ امام نے نہ صرف مذبذب و متزلزل عقائد والوں ہی کے تعلق سے میانہ روی کی ہدایت فرمائی بلکہ انہوں نے رسول دشمنوں سے بھی ابتداءً نرمی برتی۔ افہام و تفہیم کے ذریعہ اصلاح کی کوشش فرمائی۔ غلط روی سے انہیں آگاہ کیا لیکن جب ان کے اکابرین نے ایک نہ سنی تو ان پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے شدت اختیار فرمائی۔ یعنی شدت جس کا حکم قرآن عظیم نے دیا۔ اب تو امام احمد رضا کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں۔ ان سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی مگر چونکہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو گئی تھی اور مصداق ثم لا یعودون حق نہ مانا اس پر سختی کی گئی کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین وا غلظ علیھم۔	اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر ان پر سختی کرو۔

اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے۔ ولیجدوا فیکم غلظۃ لازم ہے کہ وہ (کندر منافقین) تم میں درشتی (سختی) پائیں۔ (الملفوظ نمبر ۱)

دیانتداری سے ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ بے گانوں کے ساتھ نرم مزاجی کی واضح ہدایت فرماتے ہوئے رسول دشمنوں سے سختی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قرآنی مزاج ہے۔ اب جس کے سینے میں قرآن کی عظمت بسی ہو گی اسی کے ذہن و دماغ اور فکر و

شعور میں اسلام دشمنوں کے بارے میں تصلب فی الدین ہو گا۔ لہٰذا مولوی عبدالحیٔ لکھنوی اور ان کے ہمنواؤں کو امام احمد رضا پر الزام لگانے سے پہلے قرآن عظیم کے حکم پر غور کرنا چاہیے تھا۔ جس کا اعلامیہ ہے کہ دشمنوں اور منافقوں پر شدت برتی جائے، کیا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو قرآنی حکم کی بجا آوری پر معلون کرنا ظلم نہیں ہے؟ غالباً امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ:

نہ مرا نوش نہ تحسین، نہ مرا نیش زطعن	نہ مرا گوش بمدے نہ مرا ہوش زمے

"نہ لوگوں کی تحسین کا لطف لیتا ہوں، نہ ان کی طعن و تشنیع سے جل اٹھتا ہوں۔ میرے کان مدحت سرائی کے منتظر نہیں رہتے اور نہ ہی مجھے مذمت سننے کا ہوش ہے۔"

تکفیر مسلمین میں بے باکی؟

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام کہ وہ تکفیر مسلمین میں بے باک تھے۔ آیئے اسے بھی حقائق کی کسوٹی پر پرکھیں۔ کیا واقعی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بغیر سوچے سمجھے کسی کو بھی کافر کہہ دیا کرتے تھے؟ کیا امام احمد رضا کے سامنے شریعت کا یہ اصول نہ تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ آخر امام احمد رضا کو کیا ہو گیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے لوگوں کو کافر و مرتد گردانا کرتے تھے۔ ہم جب اس الزام کو ان کے اقوال و ارشادات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ایک فیصد بھی سچائی نظر نہیں آتی۔ سچائی ہے تو یہ کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صدی کے ایک انتہائی محتاط اور بااخلاص وجود کا نام ہے۔ شرعی فیصلے صادر کرنے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جیسا محتاط فی الشریعۃ ہم کو نظر نہیں آتا۔ یہ ہماری مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ایک مرتبہ سوال ہوا کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا تو کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جواب دیا ملاحظہ کیجئے۔

بطور سب و شتم کہا تو کافر نہ ہوا گنہگار ہوا اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا۔

(الملفوظ نمبر ۴)

سب جانتے ہیں کہ ہند میں گروہ وہابیہ کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی پر تیرہویں صدی ہجری کے تمام علماء اسلام نے بالاتفاق کفر و ارتداد کا شرعی حکم نافذ فرمایا تھا۔ امام احمد

Scanned with CamScanner

رضا رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے جن اخیارِ امت نے وہابیت اور وہابی، سربراہوں کے خلاف جہاد بالقلم فرمایا ان کی مختصر فہرست ذیل میں ہے۔

۱۔ حضرت علامہ منور الدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے پرنانا)
۲۔ حضرت علامہ سید اشرف علی مدوگلشن آبادی (ناسک)
۳۔ حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
۴۔ حضرت علامہ مخصوص اللہ محدث دہلوی (حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے)
۵۔ حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی (شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے)
۶۔ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی (تحریک آزادی کے سالار)
۷۔ حضرت علامہ خیر الدین مکی (مولانا آزاد کے والد)
۸۔ حضرت علامہ عبدالحق خیرآبادی (علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے)
۹۔ حضرت علامہ شاہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہرہ شریف
۱۰۔ حضرت علامہ نقی علی خاں (امام احمد رضا کے والد)
۱۱۔ حضرت علامہ سید آل رسول مارہروی (امام احمد رضا کے مرشد)
۱۲۔ حضرت علامہ عبدالعلی رامپوری
۱۳۔ حضرت علامہ نور فرنگی محل لکھنوی
۱۴۔ حضرت علامہ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی
۱۵۔ حضرت علامہ محمد حسن کانپوری
۱۶۔ حضرت علامہ محمد حسین الہ آبادی
۱۷۔ حضرت علامہ عبدالوہاب لکھنوی
۱۸۔ حضرت علامہ قاضی شہاب الدین اطہری بمبئی
۱۹۔ حضرت علامہ سید محمد ابراہیم بغدادی بمبئی
۲۰۔ حضرت علامہ غلام محمد حیدر اسلام آبادی (بھیموی)

یہ وہ دینی رہنما ہیں جنہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ امام الوہابیہ کا رد بلیغ فرمایا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر و مرتد ثابت کیا، سیکڑوں کتابیں لکھ کر طوفان وہابیت کی روک تھام

کی۔ مذکورہ علماء میں وہ لوگ بھی ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی سے خونی رشتہ رکھتے ہیں لیکن جادۂ حق پر چلنے والوں کی نظر میں قرابت داری کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل ایمان اور صرف ایمان ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

آیئے ہم دیکھیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا کیا موقف رہا ہے۔

"علما محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔" (سبحٰن السبوح)

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (کافر کہنے) سے کف لسان ماخوذ و مختار و مناسب ہے۔" (الکوکبۃ الشہابیہ)

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کے بہت سے اقوال پر کفر لزوم ثابت فرمایا ہے لیکن تکفیر کلامی سے زبان کو بند کرلیا جس کی ایک وجہ یہ اطلاع کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اقوال کفریہ سے توبہ کرلی مگر شرعی ثبوت نہ ہونے سے انہیں مسلمان بھی نہیں کہا جائے گا۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ زبان کو روکا جائے۔ ایک جگہ امام فرماتے ہیں:

کہ لزوم و التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرنے سے ڈریں گے۔ (سل السیوف الہندیہ)

کافر کہنے میں اب اس سے زیادہ اور کتنی احتیاط ہوسکتی ہے، اتنے محتاط موقف کے باوجود ہمارے کرم فرماؤں نے امام احمد رضا کی ذات پر تکفیر مسلم کا الزام لگانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر کافر سمجھتے تھے۔

(ذکر آزاد مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی)

قارئین اندازہ لگائیں کہ امام احمد رضا کے مخالفین تعصب و تنگ نظری میں کس قدر

Scanned with CamScanner

تجاوز کر چکے ہیں۔ ذکر آزاد ہو یا جناب رئیس احمد ندوی کی آزادی ہند ہو۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی کی نزہۃ الخواطر ہو یا الہند الشہاب الثاقب ہو یا اشد العذاب کسی جگہ بھی عدل و دیانت کا وجود دکھائی نہیں دیتا۔

اتمامِ حجت کی منزل

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ ہاں جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں کفری عبارت کو جگہ دی۔ متنبہ کرنے اور توجہ دلانے پر بھی رجوع نہیں کیا اور ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ افہام وتفہیم کے لئے مراسلت کی مگر اس کا منفی جواب دیا گیا تو شریعت اسلامیہ کے ایک ذمہ دار ہونے کے ناطے امام احمد رضا کو آخری فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جن کے بارے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے عرب وعجم کے مشاہیر سے شرعی فیصلہ حاصل کیا ان کے نام مع کتب حسب ذیل ہیں۔

۱۔	مرزا غلام احمد قادیانی	اعجاز احمدی وغیرہ
۲۔	مولوی رشید احمد گنگوہی	فتاوی رشیدیہ
۳۔	مولوی محمد قاسم نانوتوی	تحذیر الناس
۴۔	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی	براہین قاطعہ
۵۔	مولوی اشرف علی تھانوی	حفظ الایمان

کمال احتیاط کو ملاحظہ کیجئے کہ امام احمد رضا نے مذکورہ بالا علماء خمسہ سے براہ راست مراسلت کی، قابل اعتراض کفری عبارتوں پر بار بار متنبہ کیا۔ حالانکہ یہ علماء اپنے ہاتھوں کافر ہو چکے تھے مگر امام احمد رضا شریعت کے ایک مخلص اور ذمہ دار خادم تھے، اتمامِ حجت کے تمام شرعی امور کو اختیار فرمایا۔ آخر میں حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ:

"یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمدللہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی خوغے پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔" (دافع الفساد عن مراد آبادی)

کیا بریلویت کوئی نیا مکتب فکر یا جدید مسلک ہے؟

تحریر...... پیر سید محمد فاروق القادری

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا   وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے

بعض حضرات ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر جگہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا پورا برصغیر ان کا ہم مسلک تھا بریلی میں (امام) مولانا احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ) پیدا ہوئے انہوں نے ایک نئی جماعت بنائی جس نے بدعات، خرافات اور ضعیف الاعتقادی کو فروغ دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے نظریات نے ہندوپاک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ استغفراللہ اس سے بڑی غلط بیانی اور تاریخ کے ساتھ مذاق شاید ہی اس دھرتی پر کیا گیا ہو؟

حیرت ہے کہ سرزمین ہندوپاک میں ایک ہزار سال سے پہلے کے بلند و بالا مقبرے، عرس، گیارہویں کے جلسے، میلاد النبی ﷺ کے جلوس، شہدائے کربلا کی محافل اور نعتیہ مجالس کیوں نظر نہیں آتیں، خاتم الحکما مولانا فضل حق خیر آبادی کی مشہور زمانہ کتاب امتناع النظیر (جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کی نظیر محال ذاتی ہے) ۱۲۴۰ھ میں جامع مسجد دہلی کا شاندار مباحثہ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ "تحذیر الناس کی عبارت پر مولوی محمد شاہ پنجابی کا مناظرہ، ۱۲۸۸ھ میں بدایونی میں امکان نظیر پر مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا امیر احمد سسوانی کا مباحثہ، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین کا تقویۃ الایمان کے خلاف دس جلدوں میں کتاب لکھنا، ۱۳۰۶ھ میں نواب بہاول پور کے پیر ومرشد شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کی سرکردگی میں مباحثہ جس کے نتیجے میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کو ریاست کے اہم علمی عہدے سے ہٹنا پڑا ایسے واقعات کی طرف توجہ کیوں نہیں دی جاتی۔ مولانا منظور احمد نعمانی (مدیر الفرقان لکھنؤ) رقم طراز ہیں:

"مسلمانوں کے درمیان ان مسائل (میلاد قیام، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں، گیارہویں) میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ ابھی دیوبند کا مدرسہ قائم ہوا اور نہ مولوی احمد رضا

Scanned with CamScanner

خاں صاحب پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے ان مسائل کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جا سکتا حضرت مولانا معین الدین اجمیری، مولانا عین القضاۃ، علمائے فرنگی محل مولانا سجاد بہاری ایسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان حضرات کا مسلک علمائے دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا۔" (فیصلہ کن مناظر)

امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔

(شمع توحید مولانا ثناء اللہ امرتسری: ۴۰)

برصغیر کے تمام روحانی خانوادے اور گدیاں خانقاہ راشدیہ (حضرت پیر پاگارا) گولڑہ شریف، تونسہ شریف، سیال شریف، پاکپتن شریف، درگاہ غوث بہاء الحق، بھر چونڈی شریف، درگار مخدوم نوح سرور، ہالہ شریف کا بظاہر فاضل بریلوی سے پیری مریدی یا استادی شاگردی کا کوئی تعلق نہیں مگر معروف تقسیم میں انہیں بریلوی شمار کیا جاتا ہے کوئی اتنا بتائے کہ ان عظیم خلفاؤں کے کروڑوں مریدین و معتقدین کو بریلوی کس نے بنایا ہے؟ سیدھی بات ہے یہ ڈھانچہ ابتدا سے اپنے نظریات پر قائم ہے۔ ایک طرف اہل سنت کے سواد اعظم کو گھٹا کر ایک خاص پارٹی یا معمولی جماعت کا تاثر دینے کی سازش ہے تو دوسری طرف خود اہل سنت کے نادان دوست ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

جید علمائے کرام کے درمیان چھوٹے موٹے اختلاف ہر دور میں رہے ہیں مگر تاریخ شاہد ہے کہ یہ اختلافات تہذیب، شائستگی، علمی وقار اور ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہوتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے پچھلے دس سال میں کچھ ایسے لوگوں نے قرطاس و قلم اور منبر و محراب سنبھال لیے ہیں اگرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت اور بریلوی مسلک کا ضامن قرار دیتے ہیں تاہم یہ نادان دوست اہل سنت و جماعت کو تنگ نظر، فتویٰ باز اور کٹھ ملاؤں کی جماعت بنانے کے کارِ بے خیر میں معروف ہیں ان کے زہریلے قلم، طعن و تشنیع اور دشنام طرازی سے نہ معروف عالم دین اور مفسر قرآن پیر کرم شاہ صاحب الازہری جیسے فخر سنیت محفوظ ہیں نہ ہی ان کے تیروں سے صاحب علم و فضیلت مفتی محمد خان قادری

جیسے محقق، مصنف اور خاموش مبلغ دین سلامت ہیں نہ ہی ان کی خود ساختہ کسوٹی پر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایسے لائق افتخار مبلغ، مصنف، خطیب اور عالمی دانشور پورے اترتے ہیں۔ اسی طرح ان کی زد سے فرید العصر، سرمایہ اہلسنت، علامہ زماں مولانا پیر محمد چشتی جیسے یگانہ روزگار شیخ الحدیث تک نہیں بچے۔ اگر کسی صاحب علم نے آپ کی کتابیں اصول تکفیر بالخصوص مدارج العرفان فی مناہج کنز الایمان کا علمی عینک سے مطالعہ کیا ہے تو صرف نحو، منطق، بلاغت اور متعدد علوم کو سامنے رکھتے ہوئے جس طرح فاضل بریلوی کے شاہکار ترجمہ قرآن کنز الایمان کو خصوصیات، انفرادیت اور فضیلت پر حضرت علامہ محمد چشتی نے گفتگو کی ہے جو لوگ اسے سمجھنے کی اہلیت تک نہیں رکھتے وہ بھی حضرت مولانا کو سنیت کا سرٹیفکیٹ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار سچ فرمایا حضرت اقبال نے۔

کم نگاہ و کور ذوق و ہرزہ گرد
ملت از قال اقولش فرد فرد

مکتب و ملا و اسرار کتاب
کور ما درزا دو نور آفتاب

دین کافر فکر و تدبیر جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

حد یہ ہے کہ کچھ حضرات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو معاف نہیں کرتے ان کے ہاں ماضی قریب کے نامور لوگ مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، خواجہ حسن نظامی جیسے حضرات الزامات سے محفوظ نہیں۔ راقم السطور نے اپنے ایک مضمون میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نام علامہ لکھا۔ مولانا شبلی نعمانی کو مولانا علامہ ابن تیمیہ کو علامہ لکھ دیا تو ان نادان دوستوں کے نزدیک میری سنیت مشکوک ہوگئی۔ اگر ان حضرات نے علامہ اقبال کو پڑھا ہوتا تو انہیں علم ہوتا کہ اقبال کے لئے علامہ کا لفظ بھی معمولی ہے۔ اقبال ایسا عاشق رسول ﷺ جس نے یہ تک کہہ دیا کہ:

قوت قلب و جگر گردد نبی، از خدا محبوب تر گردد نبی

یا انہوں نے فرمایا:

خداوندا قیاس ما مگنجد، شناس آں را کہ گوید ما عرفناک

اور شیخ فرید الدین عطار کے شعر میں معمولی تصرف کرتے ہوئے فرمایا:

حمد بے حد رسول پاک را
آنکہ ایماں داد مشت خاک را

عطار نے فرمایا تھا:

حمد بے حد خدائے پاک را   آنکہ ایماں داد مشت خاک را

ایک لفظ کے تصرف نے تخیل کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ اگر علامہ اقبال علامہ کہلانے کے مستحق نہیں تو پھر "پکی روٹی" پڑھے ہوئے یہ مسجدوں کے امام علامہ ہیں؟

کیا علامہ اور ڈاکٹر الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں؟ کیا علم صرف ہدایت پر موقوف ہے؟ کیا اہل مغرب بڑے بڑے عالم فاضل لوگ نہیں گزرے؟

میں اہل سنت و جماعت کے عمائدین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے نیم پڑھے لکھے واعظین اور بزعم خود مصنفین کی حوصلہ شکنی کریں جنہیں بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں اہل سنت و جماعت کو گھٹانے اور سمٹانے کا کارِ خیر بند ہونا چاہیے۔

مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے | مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت | بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے | غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ | مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو | کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا | ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
چل اٹھ جبہ فرسا ہو ساقی کے در پر | درِ جود اے میرے مستانے والے
ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں | ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا | پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی | ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

ایک اور زاویئے سے لکا گیا مضمون

علمائے سو اور علمائے حق

امام احمد رضا خان، نفرت اور محبت کے درمیان مولانا ابوالکلام آزاد کا سیاسی شعبدہ

شوکت صدیقی

گذارش ہے کہ نہ تو میں کسی کا مقدمہ لڑانا چاہتا ہوں اور نہ مجھے کسی کی وکالت منظور ہے اور نہ کسی کی دلآزاری مقصود ہے۔ شاید میں یہ مضمون نہ لکھتا۔ یہ میرا منصب بھی نہیں یہ منصب ان علمائے کرام کا ہے جنہوں نے مطالعہ و ریاضت کلفت خواں کر لیا اور اسلامی احکام و مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے میں زندگی گذار دی۔ لیکن میرے بارے میں یہ غلط فہمی بھی نہ ہونا چاہیے کہ اسلامی علوم کے باب میں، میں بالکل کورا ہوں۔ اس دشت کی سیاحی میں میں نے بھی آبلہ پائی کی ہے۔

میرے بارے میں یہ غلط فہمی بھی نہ ہونا چاہیے کہ میں مسلمانوں کے درمیان افتراق و نفاق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے تو نیتوں اور دلوں کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر نیت کو پرکھنے اور سمجھنے کے کچھ اصول بھی مقرر ہیں۔ ان میں ایک اصول یہ ہے کہ اختلاف رائے بُری بات نہیں یہ انسانی فطرت کا خاصا ہے۔ یہ فکری ارتقا کا ذریعہ ہے مگر اختلاف رائے، محض اختلاف رائے نہیں ہوتا۔ اختلاف رائے بنیادی طور پر کسی مسئلہ کے حل اور کسی نتیجے پر پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ یہ ایک جدلیاتی عمل ہے۔ جدلیات کا مفہوم ہے کسی شے میں پائے جانے والے تضاد یا اختلاف کا سراغ لگانا۔ یہ یونان قدیم کے مفکروں اور فلسفیوں کا طریق کار تھا۔ انہوں نے اس کے لئے ڈائیلکو کی اصطلاح وضع کی۔ جدلیات اس کا عربی ترجمہ ہے جس کے لغوی معنی، مباحثہ یا مناظرہ کرنا ہے۔

سقراط نے جدلیات کے علم میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کا طریق کار یہ تھا کہ کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پہلے سوالات کرنے کی دعوت دیتا۔ پھر ان کا تجزیہ کرتا اور پھر اس تجزیہ کی روشنی میں مزید سوالات کی دعوت دیتا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب

Scanned with CamScanner

تک تضاد کی گرہ کشائی نہ ہو جاتی اور مسئلہ کا حل سامنے نہ آ جاتا۔ سقراط نے اس جدلیاتی عمل سے علم کو آگے بڑھایا، پھیلایا اور پروان چڑھایا۔ اس کے شاگرد افلاطون اور ارسطو نے ذہنی اور فکری نشوونما کے اس کام کو اور بھی آگے بڑھایا۔ دیکھا جائے تو یہ چراغ سے چراغ روشن کرنے اور علم کے سیکھنے اور سکھانے کا عمل ہے۔

خلافت بنو عباس، خصوصیت کے ساتھ ہارون رشید کے عہد میں اسلامی احکام و مسائل کی تدوین کا کام شروع ہوا تو شریعت کا علم، فقہ وجود میں آیا۔ قرآن، سنت اور احادیث کی بنیاد پر اجتہاد اور اجماع کے قواعد وضوابط وضع کیے گئے۔ اسلامی علوم کی نت نئی شاخیں وجود میں آئیں۔ جن میں علم مناظرہ بھی شامل تھا جو مزاج میں اسلامی اور کردار کے اعتبار سے جدلیاتی تھا۔

توقع ہے کہ اس وضاحت کے بعد اس بحث پر نفاق اور افتراق کا الزام عائد نہیں ہونا چاہئے۔ کسی تحقیقی یا علمی مسئلہ کو اس انداز سے دیکھنا یوں بھی جذباتی رویہ ہے اور فکری کم مائیگی کی علامت ہے۔

ذکر تھا، اہل سنت والجماعت کے ممتاز عالم دین، مفتی سید شجاعت علی قادری کے ایک فتوے کا، جو انہوں نے امام مسجد نبوی اور امام مسجد الحرام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے مسئلے پر دیا تھا۔ یہ بنیادی طور پر ایک وضاحت تھی جس میں انہوں نے اہل سنت کا یہ موقف پیش کیا تھا کہ کسی وہابی پیش امام کے پیچھے سنیوں کا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ میں نے مفتی سید شجاعت علی قادری کے فتوے کی تائید کی تھی اور اس لئے کی تھی کہ امام اہل سنت حضرت شاہ احمد رضا خاں قادری اور اہل سنت کے دوسرے اکابر اور ممتاز علماء وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دے چکے ہیں۔

بات یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ میرا مقصد انگلی کاٹ کا شہیدوں میں داخل ہونے کا ہرگز نہ تھا۔ صرف ایک نقطۂ نظر کو پیش کرنا تھا۔ کوشش یہ کی تھی کہ کسی کی دلآزاری نہ ہو۔ لہٰذا حقائق کے اظہار میں بھی حتی الوسع احتیاط اور رواداری سے کام لیا تھا۔ مگر یہ احتیاط اور رواداری کام نہ آئی۔ خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ ان میں طرح طرح کے خطوط ہیں۔ کچھ دلچسپ ہیں کچھ محبت بھرے ہیں۔ مگر سب سے اہم خطوط وہ ہیں جن میں جمال سرے سے مفقود ہے،

جلال ہی جلال ہے۔ ایسے خطوط کا لب لباب یہ ہے کہ:

"بریلوی، شرک اور بدعت کرتے ہیں۔ وہ قبر پرست اور پیر پرست ہوتے ہیں۔ حال و قال کی محفلوں اور مزاروں پر عرس کرا کے ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شاہ احمد رضا خان انگریزوں کے پٹھو اور تحریک پاکستان کے بدترین دشمن تھے۔ انہوں نے قائداعظم کے خلاف تکفیر کے فتوے دیئے تھے۔ ان کا تعلق علمائے سو سے تھا۔ وہ کم علم اور ذہنی افلاس کے مریض تھے۔ انہوں نے اسلام کو مسخ کر کے اسے فضول اور قبیح رسم ورواج اور توہم پرستی میں مبتلا کر دیا۔ ساتھ ہی راقم الحروف کو بھی مشرک، دہریہ اور ملحد قرار دیا گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بالشویکی بتایا گیا اور یہ نیک مشورہ دیا گیا کہ میں بریلویوں کے جال میں نہ پھنسوں۔"

یہ نیک مشورہ میں نے گرہ میں باندھ لیا اور یقین دلاتا ہوں کہ بریلویوں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ مگر اس سلسلہ میں ایک بات کہنے کو ضرور دل چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بریلوی مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک مکتبہ فکر ہے۔

جس کی بنیاد عشقِ رسول ﷺ ہے ان کا سلسلہ حضرت اویس قرنیؓ سے ملتا ہے جنہوں نے یہ سن کر کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا دندان مبارک شہید ہو گیا آپ رضی اللہ عنہ نے تمام دانت بے قرار ہو کر توڑ دیئے تھے۔ وہابیوں کے ساتھ بریلویوں کے تضاد اور اختلاف کی بنیاد ہے کہ وہ "عشق رسول ﷺ" کے اس فلسفہ کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات میں شرکت قرار دے کر شرک و بدعت بلکہ تکفیر قرار دیتے ہیں۔

برصغیر کے وہ تمام مسلمان، جو اہل سنت کہلاتے ہیں شاہ احمد رضا خاں کے مسلک سے براہ راست تعلق نہ رکھنے کے باوجود اپنے رہن، سہن، طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار میں شاہ احمد رضا خاں کی تعلیمات کی تقلید یا اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔

ایسے لوگ تھوڑے بھی نہیں، برصغیر کی نوے فیصد آبادی پر مشتمل ہیں۔ جمہوریت اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے اس جمہوریت کا تقاضا ہے کہ جب فیصلہ کا وقت آئے تو اکثریت ہی کی بات تسلیم کرنی چاہئے۔ اسلام نے بھی فیصلہ کے لئے اجماع کے طریقے کو جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا کسی مسئلہ پر بریلویوں سے ہمدردی رکھنا اور ان کی بات پر کان دھرنا قطعی فطری امر ہے۔

Scanned with CamScanner

اس موقعہ پر ابن رشد یاد آتا ہے۔ وہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کا عظیم مفکر تھا وہ اپنے وقت کا فاضل اجل تھا، وہ چار سو برس تک یورپ کے دل و دماغ پر چھایا رہا۔ حتیٰ کہ بارھویں صدی کا پورا عہد ابن رشد کا عہد کہلایا۔ اسی ابن رشد نے ایک بڑی نکت آفریں بات کہی ہے۔ اس کا مقولہ ہے کہ "دنیا میں تین مذہب ہیں اور وہ ہیں عیسائیت، یہودیت اور اسلام۔ عیسائیت خارج از امکان ہے۔ یہودیت بچوں کے لئے ہے اور اسلام غریبوں کا مذہب ہے۔"

اہل سنت بھی غریب مسلمان ہیں۔ شاہ احمد رضا خاں بھی امیر کبیر نہ تھے جاہ و منصب نہ رکھتے تھے، نہ ان کی کوئی جائیداد و جاگیر تھی، نہ انہوں نے زرگری کے لئے کسی بنک سے سود پر قرض لے کر تولیا بنانے کا کارخانہ لگایا تھا۔ نہ قربانی کی کھالیں جمع کرتے تھے نہ ان کے حلقۂ ارادت میں سوداگران دہلی کی سی کوئی مالدار برادری تھی جو ان کے لئے دولت کے انبار لگا دیتی نہ لندن، نہ واشنگٹن میں ان کا کوئی ایسا اسلامک مشن تھا جو زرمبادلہ کی صورت میں ان کو بیرونی امداد فراہم کرتا۔

شاہ احمد رضا خاں پر تحریک پاکستان کی مخالفت کرنا اور قائداعظم کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ یہ بد دیانتی اور کرب و افترا کا مظاہرہ ہے۔ مفتی احمد رضا خاں کا ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔ اس وقت تک تحریک پاکستان تو ایک طرف رہی۔ لفظ پاکستان تک سننے میں نہ آیا تھا۔ مسلم لیگ اس وقت ایک بے جان اور مردہ سیاسی جماعت تھی۔ قائداعظم مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے ابھر کر سامنے نہ آئے تھے۔ اس وقت وہ صرف مسٹر جناح تھے۔ یہ دور تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور ترک موالات اور تحریک عدم تعاون کا دور تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاست پر مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں اور ڈاکٹر انصاری چھائے ہوئے تھے۔ ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا۔ یہ تاریخی حقائق ہیں اور ایسے ہی واضح اور عیاں ہیں جیسے دن، دن ہوتا ہے اور رات، رات ہوتی ہے۔ ان حالات میں مسلم لیگ، قائداعظم یا تحریک پاکستان کی مخالفت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جہاں تک علمائے حق اور علمائے سُو کے مسئلہ کا تعلق ہے اس بارے میں مسلمانوں میں خاصی غلط فہمی پائی جاتی ہے اور یہ غلط فہمی اس لئے پائی جاتی ہے کہ اس مسئلے پر کبھی تحقیق

کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی۔ لوگ بلا سمجھے سوچے علماء پر علمائے سُو ہونے کی تہمت لگا دیتے ہیں۔ اس مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس صدی کے آغاز میں بعض سیاسی مقاصد کے پیش نظر مسلمانوں کو یہ بات بتائی گئی کہ ماضی میں علماء دو قسم کے ہوتے تھے۔ ایک علمائے حق اور دوسرے علمائے سُو۔ علمائے حق وہ تھے جو دربار سرکار سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے اور علمائے سُو وہ تھے جو حکومت کے ملازم تھے اور اپنے نقطہ نظر کے اظہار میں بادشاہ کے چشم و ابرو کے محتاج تھے۔ انسانی نفسیات کو دیکھتے ہوئے اس بات کو تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ علماء میں اچھے اور برے دونوں قسم کے اشخاص ہو سکتے ہیں لیکن جن بنیادوں پر علمائے حق اور علمائے سو کو خانوں میں تقسیم کیا گیا وہ درست نہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ علمائے حق اور علمائے سو دونوں ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں کے عہد میں دونوں ہی حکومت کے ملازم ہوتے تھے۔ البتہ اپنی طبیعت اور فکر کے اعتبار سے ان میں کچھ اچھے ہوتے ہوں گے اور کچھ برے۔ اس طرح کچھ کو اچھا اور کچھ کو برا تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن حکومت سے تعاون کی بنیاد پر انہیں دو خانوں اور دو طبقوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

حکومت سے تعاون اور عدم تعاون کی بنیاد پر علمائے حق اور علمائے سو کی تقسیم اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ میری معلومات کے مطابق اس بنیاد پر علمائے حق اور علمائے سو کی تقسیم اس صدی میں سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں کی تھی۔ انہوں نے شہنشاہ اکبر کے دور کے صدر الصدور اور شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطان پوری پر ملا عبدالقادر بدایونی کی لگائی ہوئی تہمتوں کو اس خطیبانہ انداز سے اور ایک خاص نقطہ نظر سے اس طرح پیش کیا کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جو علماء حکومت کے ملازم ہوتے تھے وہ علمائے سو تھے اور جو دربار سرکار سے وابستہ نہ تھے وہ علمائے حق تھے۔ مولانا ابوالکلام کا مقصد اس بات کو بڑھانے اور پھیلانے سے یہ تھا کہ انگریزوں کے حامی علماء کو علمائے سو قرار دے کر ان کے خلاف نفرت اور انگریزوں کے مخالف قوم پرست علماء کے لئے عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کی جائے۔ مگر بعد میں بدلے ہوئے حالات کی ستم ظریفی نے عجب تماشا دکھایا۔

مولانا ابوالکلام آزاد خود بھارت کی سیکولر حکومت سے وابستہ ہوئے۔ مرکزی وزیر

Scanned with CamScanner

تعلیم بنے اور وہ سیاسی جال جو کبھی انہوں نے دوسروں کے لئے تیار کیا تھا خود اس میں پھنس گئے۔ سنا ہے جب مولانا نے وزارت کا منصب سنبھالا تو لوگوں نے از راہ تفنن ان سے علمائے سو کی توجیہہ چاہی۔ کبھی انہوں نے خشمگین نظروں سے دیکھا کبھی مسکرا کر خاموش ہو گئے اور کبھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ جنگ آزادی کے دور کی باتیں تھیں اور ہر جنگ کی اپنی حکمت عملی ہوتی ہے۔

مگر بات جب ایک بار چل پڑی تو مولانا ابو الکلام کی تقلید میں دوسرے مورخین نے بھی عہد وسطیٰ کے علماء کو اسی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیا اور ان کی دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ہر اس عالم کو علمائے سو کے زمرے میں شامل کر دیا جس پر انگریزوں اور ان کی حکومت سے تعلق رکھنے کا گمان ہوا۔

مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔ کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گزری۔ اگر ایسی کوئی بات سامنے آئی تو اس کا ضرور ذکر کرتا اس لئے کہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے۔ لہٰذا شاہ احمد رضا خان کو علمائے سو کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔

جہاں تک بدعت اور شرک کا تعلق ہے تو یہ مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے۔ شرک اور بدعت کی ابتدا مذہبی اور سماجی زندگی میں کہاں سے ہوتی ہے اور اس کی حدود و قیود کیا ہیں اس کے بارے میں علماء میں شدید اختلاف رائے ہے۔ ایک عمل جو ایک کے نزدیک جائز ہے، دوسرے کے لئے ناجائز ہے۔ حالانکہ اجتہاد کی بنیاد پر فقہ میں استحسان کا اصول موجود ہے جسے ہم آج کی زبان میں مفاد عامہ کہتے ہیں۔ پھر بھی بہت سے امور پر ہنوز اختلاف ہے۔ صدیوں سے ہمارا یہ طریق کار رہا ہے کہ جب تک کوئی عمل اجماع کے ذریعہ روایت کی حیثیت اختیار نہیں کر لیتا، اس وقت تک ہر نیا فیصلہ جو سابقہ نظائر سے ہٹ کر جو علما کی نظر میں بدعت یا زیادہ سے زیادہ کے تحت میں سمجھا جاتا ہے ایک مفتی اصولی طور پر اپنے فتوے کی بنیاد نہیں بنا سکتا۔

بریلویوں پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ محرکات و منکرات شرعیہ کی ترویج

کرتے ہیں مثلاً مرنے والے کی فاتحہ کے نام پر طرح طرح کے مرغن کھانے پکواتے ہیں۔ قبروں کے آگے مردوں اور عورتوں سے سجدے کرواتے ہیں۔ مگر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف جو میرے مطالعہ میں آئی ہیں ان سے ان الزامات کی تردید ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت" میں ایک استفسار کے جواب میں ایسی قبیح باتوں کے بارے میں کہا ہے۔

"اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیع ہے۔ اگر محتاجوں کے دینے کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ راضی ہوں۔"

بہرحال یہ ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں علمائے اہل سنت شافی جواب دے سکتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جن باتوں کے لئے اہل سنت کو طرح طرح سے بدنام کیا جاتا ہے وہ ذاتی طور پر مجھے پسند ہیں۔ مثلاً درود و سلام، عرس، قوالی، نذر و نیاز، محفل میلاد فاتحہ، تہوار، شادی بیاہ کے رسم و رواج۔ یہ باتیں میں نے آنکھ کھولتے ہی دیکھیں اور آج بھی میرے گھر میں یہ سب کچھ ہوتا ہے، تو اس میں مجھے کچھ برا نہیں آتا۔ یہ تو زندگی بسر کرنے کا قرینہ ہے۔ یہ ہماری مسرتوں اور غموں کا، محبتوں اور نفرتوں کا مل بیٹھ کر ہنس بول لینے کا سامان ہے۔ میں نے تقریباً ساری دنیا دیکھی ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم کا اپنا مخصوص رہن سہن ہے۔ اپنے رسم و رواج اور اپنی روایات و اقدار ہیں۔ مسلم ممالک کا حال جداگانہ نہیں ہر ملک اور ہر علاقے کی مخصوص رسم و رواج ہیں۔ جن میں شادی، غمی، ہر قسم کی تقریبات اور اجتماعات کے طور طریقے شامل ہیں۔ انڈونیشیا ہو یا ملائشیا، ایران ہو یا ترکی ہر ایک کے رہن سہن، روایات و اقدار، رسم و رواج میں اپنا انفرادی رنگ واضح طور پر جھلکتا ہے حتیٰ کہ عرب ممالک میں بھی ہر علاقے کی انفرادیت صاف نظر آتی ہے۔ وہ اسے مٹانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اسے اپنی تہذیب و ثقافت کے اجزائے ترکیبی قرار دیتے

Scanned with CamScanner

ہیں۔ اس لئے کہ یہ زمان و مکان کا فرق ہے۔ یہ سماجی اقتصادی اور ثقافتی حالات کا فرق ہے جسے شرک و بدعت قرار دے کر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

عجیب تماشا ہے ایک طرف تو مسلم ثقافت کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے دوسری طرف یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ قوالی، عرس، میلے ٹھیلے، میلاد کی محفلیں، شادی بیاہ کے رسم و رواج سب ختم کرو۔ خدا کے بندے یہ نہیں سوچتے کہ پھر ہمارے پاس رہ کیا جائے گا۔ ہم اپنی ثقافت کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے اینٹ گارا کہاں سے لائیں گے؟ رسم و رواج اور عادات اور اطوار ایک روز میں نہیں بنتے۔ ان کے پیچھے صدیوں کا ارتقائی عمل ہے۔ یہ تو ایک تاریخی تسلسل ہے جو ایک نسل ورثہ میں دوسری کو ودیعت کرتی گئی۔ یہ معاشرے کی نشو و نما کا فطری عمل ہے۔ اسے دو لخت کیا جا سکتا ہے اور نہ پشتے باندھ کر روکا جا سکتا ہے۔

دیکھا جائے تو مسئلہ شرک و بدعت کا نہیں۔ یہ دار اور نادار اور امیر و غریب کا فرق ہے جو آدمی معاشرے میں کھاتا پیتا بن جاتا ہے وہ خود کو اپنے قد سے کچھ اونچا سمجھنے لگتا ہے۔ وہ اس بلندی سے جب پستی کی جانب دیکھتا ہے تو اسے غریب لوگ کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے نظر آتے ہیں۔ ان کی ہر بات سے اسے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ گھن آتی ہے۔ پھر وہ اپنے اور ان کے درمیان امتیاز پیدا کرنے اور ان سے خود کو علیحدہ کرنے کے لئے اپنی شخصیت کے گرد طرح طرح کے حصار کھینچتا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ کوئی بہت اونچی اور ارفع و اعلیٰ شے ہے۔

یہ کم حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مزدوروں میں، کسانوں میں، دست کاروں اور ہنر مندوں، پھیری لگانے والوں اور چھوٹے موٹے دکانداروں میں، ڈھونڈے سے بھی کوئی وہابی نہ ملے گا۔ وہابی عام طور پر کھاتے پیتے لوگ ہوتے ہیں۔ مجھے قادیانی اس لئے پسند نہیں کہ ان کا مذہب نوکر شاہی کا مذہب ہے اور نوکر شاہی بھی برطانوی سامراج کی پروردہ۔ ایسا ہی اختلاف مجھے جماعت اسلامی سے ہے کہ وہ سوداگروں، سرمایہ داروں اور کھاتے پیتے خوشحال لوگوں کی جماعت ہے۔ مولانا مودودی انہیں تعلیم یافتہ بتاتے ہیں۔ الیکشن لڑتے ہیں اور ہار جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جہلا کی فتح ہوئی اور تعلیم یافتہ شکست کھا گئے۔ جماعت اہل سنت کو بھی وہ جہلا ہی کہتے ہیں اور ان کو جاہل ثابت کرنے کے لئے اسلام کا سہارا لیتے

ہیں۔ پھر اپنے خود ساختہ اسلامی اصولوں کے برش لے کر ان کی غلاظت اور گندگی صاف کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور اس حقیقت کو سمجھنے کی مطلق زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ بہت سی قبیح رسم و رواج اور بری روایات کی علت نہ صرف سبب نہیں، غربت اور پس ماندگی ہے۔ یہ خالص اقتصادی مسئلہ ہے جسے اہل سنت کے خلاف شرک اور بدعت کے فتوے دے کر حل نہیں کیا جا سکتا۔

یہ معمولی نہیں، بہت بڑا فرق ہے۔ مولانا مودودی کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل عالم نہ ہونے کے باوجود "تفہیم القرآن" لکھتے ہیں جس کا ہر طرف شہرہ ہوتا ہے۔ زبردست دھوم دھڑکا ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۱۱ء میں قرآن کریم کا اردو میں نہایت اعلیٰ ترجمہ کیا ان کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے "خزائن العرفان" کے نام سے اس پر تفسیری حواشی لکھے۔ یہ دونوں ہی نہایت بلند پایہ کتابیں ہیں مگر لوگ ان کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ یہی حال شاہ احمد رضا خاں کی دوسری تصانیف کا ہے ان کی تعداد لگ بھگ ایک ہزار ہے جو اسلامی علوم کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ ہے مگر وہ بازار میں نہیں ملتیں۔ اہل سنت کو کبھی اتنا سرمایہ ہی میسر نہ ہوا کہ انہیں دوبارہ شائع کر سکیں۔ لہٰذا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں وہابیوں نے گمراہ کن پروپیگنڈہ پھیلا رکھا ہے لوگ اسی کو مان لیتے ہیں۔ شاہ احمد رضا خان کو ان کی تصانیف اور تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ ایک فاضل اجل اور جلیل القدر عالم اور مفتی کی حیثیت سے ستارۂ نور کی مانند نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا مرتبہ بلند، بلکہ بہت بلند ہے۔ افسوس کہ ان کی تعلیمات پر کام نہ ہوا۔ اہل سنت کی تنگ دستی اور تہی دامنی نے ان کی تعلیمات کو اپنے جمال و جلال اور صحیح خدوخال کے ساتھ آنے کا موقعہ نہ دیا۔ بڑا ظلم ہوا۔

وہابیوں کے بارے میں سرسری طور پر پہلے ہی لکھ چکا ہوں کبھی فرصت ہوئی تو تفصیل سے لکھوں گا۔ البتہ ان صاحب کی خدمت میں جنہوں نے مجھے بالشوئکی کہا ہے، گذارش ہے کہ بالشویک اور مالشویک اہلیت کو کہتے ہیں۔ پہلی عالمی جنگ کے اختتام پر جب روس میں زار کی حکومت کا تختہ الٹ کر انقلابی حکومت قائم ہوئی اور ۱۹۱۹ء میں امیر بخارا نے اس انقلابی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس کی حمایت میں علماء نے جو فتوے دیئے تھے ان

میں انقلابیوں کو بالشویکی کہا گیا تھا۔ وہابیوں کے علم کا یہ تو عالم ہے کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں بالشویک اور بالشویکی کی اصطلاح داستان پارینہ بن چکی ہے اب تو یہ لفظ روس میں بھی سننے میں نہیں آتا۔

اسی طرح سوشلزم اور دہریت اور الحاد کا کوئی تعلق نہیں دہریت اور الحاد یونان قدیم کی بہت پرانی تحریک ہے اور سوشلزم کا تصور سب سے پہلے برطانوی ملکہ ٹامس میور نے ۱۷ ویں صدی میں اپنی مشہور کتاب "یوٹوپیا" میں پیش کیا تھا۔ وہ راسخ العقیدہ عیسائی تھا اور کلیسا کے اس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا تھا جو سینٹ ٹاس کا مخالف تھا اور جس کا پیشوا سینٹ فرانسس تھا۔ یہ وہی سینٹ ٹامس تھا جس نے ابن رشد کے فلسفہ کو قبول کیا اور روم کے کیتھولک کلیسا کی دلآزار اور اشتعال انگیز مہم کے خلاف ابن رشد کی پشت پناہی کی۔ یہ موضوع چونکہ اصل بحث سے خارج ہے، لہٰذا میں اسے یہیں ختم کرتا ہوں۔ (بشکریہ: الفتح ۲۸ مئی۔ ۴ جون ۱۹۷۶ء)

نوٹ:۔ یہ مضمون کتب خانہ ابن عبداللہ (ذخیرہ سید نور محمد قادری) چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاء الدین سے دستیاب ہوا۔ جس پر ہم محترم سید محمد عبداللہ قادری (حال مقیم واہ کینٹ) کے صمیم قلب سے شکرگزار ہیں۔..........ادارہ

اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زبانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف...... دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس اسلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ (مولانا کوثر نیازی مرحوم سابق وزیر مذہبی امور پاکستان)

سات متنازع مسائل پر فیصلہ کن تحریر

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

"فیصلۂ ہفت مسئلہ" (اشاعت اول: ۱۸۹۴ء) شیخ المشائخ حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ (۱۸۱۷ء-۱۸۹۹ء) کا وہ فیصلہ کن رسالہ ہے جس میں اس زمانے کے سات اہم متنازع مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ یہ نزاع حاجی صاحب کے اپنے ہی ذی علم مریدوں اور عقیدت مندوں کا تھا اور بعد میں چل کر یہی مسائل، بریلوی-دیوبندی اختلافات کی بنیاد ثابت ہوئے۔ افسوس کہ شاہ صاحب کی یہ اعلیٰ درجے کی بصیرت افروز اور اصلاحی تحریر اب تک فریقین کی مخلصانہ توجہ حاصل نہ کرسکی جس کی وجہ سے مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے گئے اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ حاجی صاحب کے اس رسالے پر مفتی محمد خلیل خاں برکاتی نے قیمتی حواشی قلم بند فرمائے ہیں۔ رضا اکیڈمی ممبئی نے مفتی صاحب کے حواشی کے ساتھ شاہ صاحب کے مذکور رسالے کو عرس رضوی نوری ۲۰۰۸ء کے موقع سے شائع کیا ہے۔ یہ تحریر اسی اشاعت سے لی گئی ہے۔ (ادارہ)

فقیر امداد اللہ الحنفی الجشتی، عموماً سب مسلمانوں کی خدمت میں خصوصاً (اپنے متوسلین سے) جو اس فقیر سے ربط و تعلق (اور سلسلہ بیعت) رکھتے ہیں، عرض رسا ہے کہ یہ امر مسلمات سے ہے کہ باہمی اتفاق، باعث برکات دنیوی و دینی، اور نااتفاقی، موجب مضرت دینوی و دینی ہے۔ اور آج کل بعض مسائل فرعیہ میں ایسا اختلاف واقع ہوا ہے جس سے طرح طرح کے شر اور دقتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا ہے، حالانکہ اکثر امور میں محض نزاع لفظی ہے اور مقصود متحد۔ چونکہ عموماً مسلمانوں کی اور خصوصاً اپنے تعلق والوں کی یہ حالت دیکھ کر نہایت صدمہ ہوتا ہے۔ اس بے فقیر کے دل میں آیا کہ مسائل مذکورہ کے متعلق مختصر سا مضمون قلم بند کر کے شائع کر دیا جائے۔ امید قوی ہے کہ یہ نزاع و جدال رفع ہو جائے۔ ہر چند کہ اس وقت میں اختلافات اور مختلفین کثرت سے ہیں۔ مگر فقیر نے ان ہی مسائل کو لیا، جن میں اپنی جماعت کے لوگ مختلف تھے،

دو وجہ سے، اول تو کثرت اختلاف اس درجہ پہنچی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ دوسرے ہر شخص سے امید قبول نہیں۔ اور اپنی جماعت میں جو اختلافات ہیں اولاً وہ معدوم دوسرے امید قبول، غالب۔ پس ایسے مسائل جن میں ان صاحبوں میں زیادہ قیل و قال ہے سات ہیں، پانچ عملی، دو علمی۔ ترتیب بیان میں اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جن میں سب سے زیادہ گفتگو ہے، ان کو مقدم رکھا، جس میں اس سے کم ہے اس کے بعد علیٰ ہذا القیاس، اور اپنا مشرب، اور ایسے مسائل میں جو عمل درآمد مناسب ہے، نیز لکھ دیا، حق تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تحریر باعث رفع فساد باہمی ہو جائے اور حضرات بھی اگر اس کو قبول فرما کر منتفع ہوں تو دعا سے یاد فرمائیں اور کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کی فکر نہ کریں کہ مقصود میرا مناظرہ کرنا نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

پہلا مسئلہ: مولود شریف

اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ نفس ذکر ولادت شریف، حضرت فخر آدم، سرور عالم ﷺ موجب خیرات و برکات دنیوی و اُخروی ہیں۔ صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات و تقییدات میں ہے جن میں بڑا امر قیام ہے، بعض علما ان امور کو منع کرتے ہیں۔ لقولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں، علیٰ اطلاق دلائل فضیلۃ الذکر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو، دین میں داخل کر لیا جائے، کما یظہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث۔ پس ان تخصیصات کو، اگر کوئی شخص عبادات مخصوصہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں، مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا، مگر تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی ہیئت معین کر لی۔ اور مثلاً تعظیم کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے، مگر کسی مصلحت سے خاص کر، ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا اور مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے، مگر مصلحت سہولت دوام یا اور کسی مصلحت سے ۱۲ ربیع الاول مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے، رسائل موالید میں، بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔

اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو، تو مصلحت، اندیشان پیشین کی اقتدا ہے، اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے، ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہے اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے مثل نماز و روزے کے تو بے شک اس وقت یہ امور بدعت ہیں، مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے کہ اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا بخور و شیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا۔ تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے، کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے، جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا بھی مذموم ہے۔ غرض دونوں صورتوں میں تعدی حدود ہے۔

اور اگر ان امور کو ضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا، بلکہ ضروری بمعنی موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے۔ جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا، مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھیں تو وہ اثر خاص نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور دلیل اس توقف کی، موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف و الہام ہے۔ اسی طرح کوئی شخص، عمل مولد ہیئت کذائیہ کو موجب، بعض برکات یا آثار کا، اپنے تجربے سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی، قیام ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا، اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں اور اعتقاد ایک امر باطن ہے۔ اس کا حال بدون دریافت کیے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہو سکتا۔ محض قرائن تخمینی سے کسی پر بدگمانی کرنا اچھی نہیں۔ مثلاً بعض لوگ تارکین قیام پر ملامت کرتے ہیں ہر چند کہ یہ ملامت بیجا ہے کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں، پھر ملامت کیوں؟ بلکہ اس ملامت سے شبہہ اصرار کا پیدا ہوتا ہے، جس کی نسبت فقہا نے فرمایا کہ اصرار سے مستحب بھی معصیت ہو جاتا ہے مگر ہر ملامت سے یہ قیاس کر لینا کہ یہ شخص معتقد، وجوب قیام کا ہے، درست نہیں کیونکہ ملامت کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں۔ کبھی اعتقاد وجوب ہوتا ہے کبھی محض مخالفت رسم و عادت، خواہ عادت دنیوی ہو یا مبنی کسی سبب دینی پر ہو، کبھی وجہ ملامت یہ ہوتی ہے کہ وہ فعل اس لائم کے زعم میں، خواہ زعم صحیح ہو یا فاسد، کسی قوم بدعقیدہ کا شعار ٹھہر گیا ہے۔ اس فعل سے وہ استدلال کرتا ہے کہ یہ بھی انھیں لوگوں میں سے ہے، اس لیے ملازمت کرتا ہے۔

مثلاً کوئی بزرگ مجلس میں تشریف لائیں اور سب لوگ تعظیم کو کھڑے ہو جائیں۔ ایک شخص بیٹھا رہے تو اس پر ملامت اس وجہ سے کوئی نہیں کرتا کہ تو نے واجب شرعی ترک کیا، بلکہ اس وجہ سے کہ وضع مجلس کی مخالف کی۔ یا مثلاً ہندوستان میں عموماً عادت ہے، کہ تراویح میں جو قرآن مجید ختم کرتے ہیں، شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ اگر کوئی شیرین تقسیم نہ کرے تو ملامت کریں گے، مگر صرف اسی وجہ سے کہ ایک رسم صالح کو ترک کیا۔ یا مثلاً بجق کہنا، کسی زمانہ میں مخصوص معتزلہ کے ساتھ تھا، کوئی ناواقف کسی شخص کو بجق کہتا ہوا سن کر، اس خیال سے ملامت کرتا ہو کہ یہ شخص بھی اس قسم کا ہے، اور اس سے اس کے دوسرے عقائد پر استدلال کر کے مخالفت کرتا ہو، بہرحال صرف ملازمت کو، دلیل اعتقاد وجوب ٹھہرانا مشکل ہے اور اگر فرضاً کسی عامی کا یہی عقیدہ ہو کہ قیام فرض و واجب ہے تو اس سے صرف اسُ کے حق میں بدعت ہو جائے گا۔ بعض متشددین رجعت قہقری کو ضروری سمجھتے ہیں تو یہ کیا رجعت سب کے حق میں بدعت ہو جائے گا اور بعض اہل علم صرف جاہلوں کی بعض زیادتیاں دیکھ کر جیسے موضوع روایات پڑھنا، گانا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ مجالس جہلاء میں واقع ہوتا ہے، عموماً سب موالید پر ایک حکم لگا دیتے ہیں، یہ بھی انصاف کے خلاف ہے مثلاً بعض واعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں یا ان کے وعظ میں بوجہ اختلاط مردوں و عورتوں کے، کوئی فتنہ ہو جاتا ہے تو کیا تمام مجالس وعظ ممنوع ہو جائیں گی۔

رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پُرنور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا، حد سے بڑھنا ہے، کیونکہ یہ امر ممکن ہے، عقلاً و نقلاً، بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا، یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائیں۔ بہرحال ہر طرح یہ امر ممکن ہے اور اس سے آپ کی نسبت، اعتقاد و علم غیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذات حق سے ہے، کیونکہ علم غیب وہ ہے کہ جو مقتضائے ذات کا ہے اور جو باعلام خداوندی ہے۔ وہ ذاتی نہیں، بالسبب ہے، وہ مخلوق کے حق میں ہی ممکن، بلکہ واقع ہے اور امر ممکن کا اعتقاد شرک

Scanned with CamScanner

و کفر کیونکر ہو سکتا ہے۔ البتہ ہر ممکن کے لئے وقوع ضروری نہیں۔ ایسا اعتقاد کرنا محتاج دلیل ہے۔ اگر کسی کو دلیل مل جائے مثلاً خود کشف ہو جائے، یا کوئی صاحب کشف خبر دے تو اعتقاد جائز ہے۔ ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے، غلطی سے رجوع کرنا اس کو ضرور ہے مگر شرک و کفر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پس تحقیق مختصر، اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جو مذکور ہوئی اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ عمل درآمد جو اس مسئلہ میں رہنا چاہئے، وہ یہ ہے کہ ہر گاہ یہ مسئلہ اختلاف ہے اور ہر فریق کے پاس دلائل شرعی بھی ہیں، گو قوت و ضعف کا فرق ہے، جیسا اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوا کرتا ہے۔ پس خواص کو تو یہ چاہیے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو، اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں۔ نہ تفسیق و تضلیل کریں، بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی شافعی کے سمجھیں اور باہم ملاقات و مکاتیب و سلام و موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں، اور تردید و مباحثہ سے خصوصاً بازاریوں کی ہذیانات سے، کہ منصب اہل علم کے خلاف ہے پرہیز رکھیں، بلکہ ایسے مسائل میں نہ فتویٰ لکھیں، نہ مہر و دستخط کہ فضول ہے اور ایک دوسرے کی رعایت رکھیں مثلاً اگر مانع قیام، (قیام بوقت ولادت سے روکنے والا) عامل قیام (قیام کو مستحب و مستحسن جاننے والے) کی محفل میں شریک ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس میں قیام نہ کریں بشرطیکہ کسی فتنہ کا برپا ہونا محتمل نہ ہو اور جو قیام ہو تو مانع قیام بھی اس وقت قیام میں شریک ہو جائے اور عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کر لی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں اور یہ منع کرنا ان کا زیادہ مفید ہوگا جو خود مولد قیام میں شریک ہوتے ہیں اور جو مانع اصل کے ہیں ان کو سکوت مناسب ہے۔ ایسے امور میں مخاطبت ہی نہ کریں اور جہاں ان امور کی عادت ہو وہاں مخالفت نہ کریں، جہاں عادت نہ ہو وہاں ایجاد نہ کریں، غرض فتنے سے بچیں، قصہ حطیم اس کی دلیل میں کافی ہے اور مجوزین (میلاد مبارک و قیام و سلام کو جائز و موجب برکات جاننے والے) مانعین کے منع کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کی یہی تحقیق ہوا ہو گا۔ یا انتظاماً منع کرتے ہوں گے کہ بعض موقع پر اصل عمل سے منع کرتے ہیں۔ تب ان سے بچتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت میں اکثر یہ تدبیر غیر مفید ہوتی ہے اور جو مانعین ہیں وہ مجوزین کی تجویز کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کی تحقیق یہی ہو یا غلبہ محبت

سے یہ عمل کرتے ہیں اور یہ حسن ظن بالمسلمین کی وجہ سے لوگوں کو بھی اجازت دیتے ہیں۔

اور عوام کو چاہیے کہ جس عالم کو متدین (دین دار و دین حق کا طرف دار) و محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے فریق کے لوگوں سے تعرض نہ کریں۔ خصوصاً دوسرے فریق کے علما کی شان میں گستاخی کرنا، چھوٹا منہ، بڑی بات کا مصداق ہے۔ غیبت اور حسد سے اعمال حسنہ ضائع ہوتے ہیں۔ ان امور سے پرہیز کریں اور تعصب و عداوت سے بچیں اور ایسے مضامین کی کتابیں اور رسالے مطالعہ نہ کیا کریں کہ یہ کام علما کا ہے۔ عوام کو علما پر بدگمانی سے اور مسائل میں شبہ پیدا ہوتا ہے اور اس مسئلہ میں جو تحقیق اور عمل درآمد تحریر کیا گیا ہے کچھ اس مسئلے ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، نہایت مفید اور کارآمد مضمون ہے جو اکثر مسائل اختلافیہ، خصوصاً جن کا یہاں ذکر ہے اور جو اس کے امثال ہیں، مثل مصافحہ یا معانقہ عیدین، یا مصافحہ بعد وعظ، و بعد نماز فجر و عصر یا نماز ہائے پنج گانہ، و تکرار تہلیل بعد نماز پنج گانہ، دوست بوسی و پابوسی، اور ان کے سوا بہت امور ہیں جن میں اس وقت شور و شر پھیل رہا ہے ان سب امور میں اس مضمون کا لحاظ رکھنا مفید ہوگا کہ یہ سب اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔

فاحفظ تنفع ان شاء اللہ تعالیٰ

دوسرا مسئلہ: فاتحہ مروجہ

اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب ارواح میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت، باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کوئی حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورت اخلاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل میں ایصال ثواب کی نیت کر لی، متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت، ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لیے عوام کو زبان سے بھی کہنا مستحسن ہے، اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ "یا اللہ! اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے" تو پھر کسی

کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ، اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار (حضوری) قلب ہو، کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے، اگر کچھ کلام الٰہی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

(ولہٰذا) قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں، پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا، دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا، کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے، پانی پلانا بڑا ثواب ہے، اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا، پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔ رہا تعیین تاریخ تو یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو تو اس وقت وہ یاد آ جاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو، سال ہا سال گزر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں آتا، اسی قسم کی مصلحتیں، ہر امر میں ہیں، جن کی تفصیل طویل ہے، محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں۔ پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رہا عوام کا غلو تو اولاً اس کی اصلاح کرنی چاہیے، اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً اس کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ رہا شبہ تشبہ کا، اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عادات، اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہوں کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا جائے یا اس پر حیرت ہو، اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے، ورنہ اکثر امور متعلق عادات و ریاضت جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں، مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے۔ قصۂ تطہیر اہل قبا، اس میں کافی حجت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع، پس یہ ہیئت مروجہ ایصال، کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہ کی اور دسواں بیسواں چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ وحلوائے شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب اس فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے، مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور یہی عمل درآمد اس مسئلہ میں رکھنا چاہیے۔ یعنی دو فریقوں کا باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ وقیل وقال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا، سب بحث مولد میں گزر چکا۔

تیسرا مسئلہ: عرس وسماع

لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے: نم کنومة العروس یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ "عروس کی طرح آرام کر" کیونکہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں، وصال محبوب حقیقی ہے، اس سے بڑھ کر کون عروسی ہوگی، چونکہ ایصال ثواب بروح اموات مستحسن ہے۔ خصوصاً جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے اور پھر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا، موجب ازدیاد محبت وتزائد برکات ہے۔ چونکہ بعض طریقوں میں سماع کی عادت ہے اس لیے تجدید حال اور ازدیاد ذوق وشوق کے لیے کچھ سماع بھی ہونے لگا۔ پس اصل اعراس کی اس قدر ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ بعض علما نے بعض حدیثوں سے بھی اس کا استنباط کیا ہے، رہ گیا شبہ حدیث لا تتخذوا قبری عیدًا کا سو اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں کرنا اور زینت مقابر، واسطے عبرت اور تذکرۂ آخرت کے ہے، نہ غفلت اور زینت کے لیے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع، ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا، واسطے زیارت روضۂ اقدس کے بھی منع ہوتا وہذا باطل۔

پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر، انفراداً واجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب و طعام بھی جائز اور تعیین تاریخ مصلحتاً بھی جائز تو سب مل کر بھی جائز رہا۔ یہ شبہ کہ وہاں پکار کر سب قرآن شریف پڑھتے ہیں اور آیۂ فاستمعوا له وانصتوا کی مخالفت ہوتی ہے۔ سو اولاً تو علما نے لکھا ہے کہ خارج نماز کے لیے یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ ترک مستحب پر اتنا شور و غل نامناسب ہے۔ ورنہ لوگوں کا مکاتیب میں پڑھنا ممنوع ہوگا، دوسرے اگر کسی کو یہی

تحقیق ہو کہ یہ وجوب عام ہے تو اصل عمل کے منع کرنے سے یہ بہتر ہے کہ امر تعلیم کر دیا جائے۔ یہی جواب ہے سوم میں قرآن پکار کر پڑھنے کا۔

البتہ جس مجلس میں امور منکر مثل رقص مروج (سجدہ قبور وغیرہ ہوں) اس میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ رہا مسئلہ سماع کا۔ یہ بحث ازبس طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ سماع محض میں بھی اختلاف ہے جس میں محققین کا یہ قول ہے کہ اگر شرائط جواز مجتمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہوں تو جائز ہے ورنہ ناجائز، کما فصله الامام الغزالی رحمه الله اور سماع بالآلات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے احادیث منع کی تاویلیں کی ہیں اور نظائر فقہیہ پیش کیے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سماع میں اس کا ذکر فرمایا ہے مگر آداب شرائط کا ہونا باجماع ضروری ہے جو اس وقت اکثر مجالس میں مفقود ہے تاہم، خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بہرحال وہ حدیث خبر واحد ہے اور محتمل تاویل گویا تاویل بعید ہے اور غلبہ حال کا بھی احتمال موجود۔ ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا ازبس دشوار ہے۔ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر ومرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے، پھر ماحضر کھانا کھایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے اور زوائد امور، فقیر کی عادت نہیں، نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا، نہ خالی نہ بالآت۔ مگر دل سے اہل حال پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ہاں جو شخص ریا کا مدعی ہو وہ برا۔ مگر یقین اس کا کہ وہ ریاکار ہے، بلا حجت شرعیہ نادرست ہے۔ اس میں بھی عمل درآمد فریقین کا یہی ہونا چاہیے جو اوپر مذکور ہوا کہ جو لوگ نہ کریں ان کو کمال اتباع سنت کا شائق سمجھیں، جو کریں ان کو اہل محبت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں اور جو عوام کو غلو ہو ان کا لطف ونرمی سے انسداد کریں۔

چوتھا مسئلہ: ندائے غیر اللہ

اس میں تحقیق یہ ہے کہ ندا سے مقاصد واغراض مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی محض اظہار شوق، کبھی تحسر، کبھی منادیٰ کو سنانا، کبھی اس کو پیغام پہنچانا، سو مخلوق غائب کو پکارنا، اگر محض

Scanned with CamScanner

واسطے تذکرہ اور شوق وصال اور حسرت فراق کے ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتے ہیں اور اپنے دل کو تسلی دیا کرتے ہیں۔ اس میں تو گناہ نہیں مجنوں کا قصہ، مثنوی میں مذکور ہے، اشعار:

دید مجنوں را کسے صحرا نورد　در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود، انگشتاں قلم　می نمودے بہر کس، نامہ رقم
گفت اے مجنون شیدا چیست ایں　می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نام لیلیٰ می کنم　خاطر خود را تسلی می دہم

ایسی ندا صحابہ میں بکثرت روایات میں منقول ہیں۔ کما لا یخفی علی المتبحر المتسع النظر۔

اور اگر نہ مشہود ہو نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو، نہ پہنچانے کا کوئی ذریعہ دلیل سے موجود ہو، وہ ندا ممنوع ہے، مثلاً کسی ولی کو دور سے ندا کرنا، اس طرح کہ اسے سنانا منظور ہے، اور روبرو نہیں، نہ ابھی تک اس شخص کو یہ ثابت ہوا کہ ان کو کسی ذریعے سے خبر پہنچے گی، یا ذریعہ متعین کیا، مگر اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں، یہ اعتقاد افترا علی اللہ اور دعویٰ علم غیب ہے۔ بلکہ مشابہ شرک کے ہے مگر بے دھڑک اس کو شرک و کفر کہہ دینا، جرأت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر اس بزرگ کو خبر پہنچا دے ممکن ہے۔ اور ممکن کا اعتقاد شرک نہیں مگر چونکہ امکان کو وقوع لازم نہیں، اس لیے ایسی ندائے لایعنی کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً یا عباد اللہ اعینونی وہ بالاتفاق جائز ہے اور یہ تفصیل حق عوام ہے اور جو اہل خصوصیت ہیں ان کا حال جدا ہے اور حکم بھی جدا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے۔ جو خواص میں ہوگا، خود سمجھ لے گا، بیان کی حاجت نہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا ہے حکم وظیفہ، یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا۔ لیکن اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک ہے۔ ہاں اگر وسیلہ و ذریعہ جانے، یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے، کچھ حرج نہیں۔ یہی تحقیق ہے اس مسئلہ میں۔ اب بعض علما اس خیال سے کہ عوام فرق مراتب نہیں کرتے۔ اس ندا سے منع کرتے ہیں۔ ان کی نیت بھی اچھی ہے۔ انما الاعمال بالنیات (الحدیث) مگر مصلحت یوں ہے کہ اگر ندا کرنے والا سمجھ دار ہو تو اس پر

حسن ظن کیا جائے اور جو شخص عامی جاہل ہو تو اس سے دریافت کیا جائے اگر اس کے عقیدے میں کوئی خرابی ہو تو اس کی اصلاح کر دی جائے اور کسی وجہ سے اصل عمل سے منع کرنا مصلحت ہو تو بالکل روک دیا جائے لیکن ہر موقع پر اصل عمل سے منع کرنا مفید نہیں ہوتا۔ ایک بات کہ وہ بھی بہت جگہ کارآمد ہے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عمل فاسد میں مبتلا ہو اور قرائن سے یقین ہو کہ یہ شخص اصل عمل کو ترک نہ کرے گا تو اس موقع پر نہ تو اصل عمل کے ترک کرنے پر اس کو مجبور کرے بجز فساد وعناد کوئی ثمرہ نہیں نہ اس کو بالکل مہمل و مطلق العنان چھوڑ دے کہ شفقت اور اخوت اسلامی کے خلاف ہے۔ بلکہ اصل عمل کی اجازت دے کر اس میں جو خرابی ہو اس کی اصلاح کر دے، کہ اس میں امید قبول اغلب ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے۔ ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الاية اور رسوم جاہلیت کے شیوع کے جو احکام شرعیہ مقرر ہوئے ہیں ان میں غور کرنے سے اس قاعدے کی تائید ہوتی ہے، مشرب اس فقیر کا یہ ہے کہ ایسی ندا میرا معمول نہیں، ہاں بعض اشعار میں ذوق وشوق سے صیغۂ ندا برتا گیا اور عمل درآمد وہی رکھنا چاہیے جو اوپر تین مسئلوں میں بیان ہوا۔

پانچواں مسئلہ: جماعت ثانیہ

یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کراہیت اور امام ابو یوسف سے بعض شرائط کے ساتھ جواز منقول ہے اور ترجیح و تصحیح دونوں جانب موجود ہے۔ اس میں بھی گفتگو کو طول دینا، نازیبا ہے کیونکہ جانبین کو گنجائش عمل ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قولوں میں یوں تطبیق دی جائے کہ اگر جماعت اولیٰ، کاہلی اور سستی سے فوت ہو گئی ہے اور جماعت ثانیہ میں شرکت کرنے سے منع کرنا، اس شخص کے لیے موجب زجر و تنبیہ ہوگا۔ اس کے لیے جماعت ثانیہ کی کراہیت کا حکم کیا جائے اور قائلین بالکراہت کی تعلیل، تقلیل جماعت اولیٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی معقول عذر سے پہلی جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے۔ یا کوئی شخص ایسا لا اُبالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا، اس کے حق میں کچھ موجب زجر نہ ہوگا، بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا۔

Scanned with CamScanner

جلدی سے چار ٹکریں مار کر رخصت ہوگا تو ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ، بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل و اطمینان سے ادا کرے گا۔ عمل درآمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہیے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کی وجہ سے محبوب رکھے اور جہاں جماعت ثانیہ نہ ہوتی ہو، وہاں تنہا پڑھ لے، خواہ مخواہ جماعت نہ کرے اور جہاں ہوتی ہو شریک ہو جائے مخالفت نہ کرے۔ یہ پانچ مسئلے تو عملی تھے، اب دو مسئلے علمی باقی رہ گئے ہیں، وہ مرقوم ہیں۔

چھٹا و ساتواں مسئلہ: امکان نظیر و امکان کذب

ان دو مسئلوں کی تحقیق تفصیلی سمجھنا، موقوف علم حقائق پر ہے اور از بس دقیق ہے مگر مجملاً دو چیزوں کا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ ایک ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر۔ دوسرے سبحان اللّٰہ عما یصفون یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے مثل خلف القول و اخبار غیر واقعہ و غیرھا ان سب سے پاک ہے۔ رہا یہ تحقیق کرنا کہ کون چیز مفہوم شئی میں داخل ہے کہ اس پر قادر کہا جائے اور کون چیز عیب و نقصان سے ہے کہ اس سے تنزیہ کیا جائے۔ سو جس جگہ دلائل متعارض ہوں وہاں اس تحقیق کے ہم مکلف نہیں، بلکہ بوجہ نازک ہونے ایسے مسائل کے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قیل و قال اور زیادہ تفتیش کرنا، عجب نہیں کہ منع ہو، دیکھئے تقدیر کا مسئلہ پیچیدہ اور مجمع اشکالات تھا، اس میں گفتگو کرنے سے حضور اقدس ﷺ نے کس قدر سخت ممانعت فرمائی۔ سو اس ممانعت کی علت بھی یہی دقت و اشکال، یہاں بھی ہے۔ سو ان دو مسئلوں میں بھی جب بوجہ تعرض ظاہری، ادلہ عقلیہ و نقلیہ کے اشکال شدید ہے تو قیل و قال کرنے کی کسے اجازت ہوگی۔ اسی مضمون کا خواب فقیر کے ایک متعلق نے دیکھا جس کو فقیر نے بہت پسند کیا۔ اس سے بہتر کوئی عمل درآمد نہیں اور جو طبع آزمائی کے لیے گفتگو ہی کرنا ضروری ہے تو زبانی خلوت میں ہو اور اگر تحریر کی حاجت ہو تو خط کافی ہے، نہ کہ رسالے اور کتابیں اور اگر تحریر کا شوق ہے تو عربی عبارت ہونی چاہیے، تا کہ عوام خراب نہ ہوں، اور عوام کے لیے تو بالتعیین سکوت ہی ضروری ہے تمام ہوا بحمد للہ جو کچھ لکھنا تھا۔ (بحوالہ ماہنامہ "جام نور" دہلی: دسمبر ۲۰۱۱ء، صفحہ ۵۶ تا ۶۱)

عظمتِ ابرار نمبر

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مشاہیر

- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان العلماء پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ..........
(سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری)
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ المشائخ سیّدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور فخر السادات ابو النصر پیر سیّد سردار احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور عالم ربانی مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ..........
(سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری)
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ......
(سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری)
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو البرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ..........
(علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر عبدالرحیم آف بھرچونڈی شریف..........
(علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور راس الاصفیاء حافظ سید محمد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور زبدۃ العارفین خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

ایک تاثر

حضرت مبلغ اسلام

علامہ پیر سیّد عبدالقادر جیلانی دامت برکاتہم العالیہ

کے ایک خطبے سے اقتباس

اس وقت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو امت مسلمہ کے ایک عظیم انسان ہیں ان کو بھی امت مسلمہ نے مجدد تسلیم کیا ہے۔ قوم نے پیر جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مجددانہ کارناموں کو دیکھ کر مجدد تسلیم کر لیا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ گولڑوی پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کے مجددانہ کارنامہ اور اعلیٰ صلاحیت کی وجہ سے مجدد تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اب مجددین کی عادت کیا ہے؟ دیکھیں گے کہ جن کو امت نے مجدد تسلیم کر لیا ہے وہ ایک نئے مجدد بننے والے کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ ایک صدی میں کئی مجدد ہو سکتے ہیں اور اس کی میرے پاس دلیل موجود ہے میں پیش کر سکتا ہوں۔ پوری روئے زمین پر خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف میں بیٹھے ہیں لیکن مدینہ طیبہ کے رہنے والوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان کو مجدد تسلیم کر لیا۔ سید پیر جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اہل مدینہ، اہل مکہ، اہل بغداد نے بیعت کی۔ ہندوستان والوں نے بیعت کی۔ جان لیا کہ تو حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سچا سجادہ نشین ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل باطل کے خلاف "حسام الحرمین" لکھی تمام علمائے حرمین نے اس کی تصدیق فرما کر بالواسطہ یہ امر واضح کر دیا کہ ہم نے تمہاری مجددیت کو بھی تسلیم کر لیا۔ جب تینوں مجددوں کا ایک شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) کے کفر پر اتفاق ہو گیا تو اب وہ مجدد ہونے کے بجائے پھانسی پر لٹکانے کے قابل ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور
سلطان العلماء پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۷۵ھ۔۱۳۵۶ھ

سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری

صوفیائے پنجاب میں سلطان العلماء پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کا نام ممتاز و نمایاں ہے۔ آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ آپ مرد کامل، عالم فاضل، فقیہ اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ آپ "مجدد وقت" بھی ہیں، آپ نے اسلام و مسلمین کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے خلاف قلمی اور علمی جہاد فرمایا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مجددیت سے نبوت کا اپنا پرفریب جال پھیلایا تو آپ ہی نے مرزا کے کافرانہ دعوے پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ آج تک مرزائیت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہے۔ آپ کی اس مساعی جمیلہ کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی بنظر استحسان دیکھا ہے۔ مفتی گولڑہ مولانا فیض احمد فیض کے استفسار کے جواب میں خلیفہ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مرزا قادیانی کو شکست فاش دینے کے بارے میں حضرت پیر صاحب گولڑوی (علیہ الرحمۃ) کا ذکر خیر بریلی شریف میں نمایاں طور پر مجالس خاصہ میں ہوتا رہتا تھا، حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ بڑی عزت و توقیر سے آپ کا نام لیتے اور آپ کی بعض تصانیف بھی وہاں موجود تھیں، حضرت فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) گفتگو میں ان کے حوالے بھی دیتے رہتے۔"

مرزائیت کے رد میں "شمس الہدایت" اور "سیف چشتیائی" آپ کی لاجواب کتابیں ہیں، آپ کی دیگر تصانیف میں "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، اعلاء کلمۃ اللہ، الفتوحات الصمدیہ، فتاویٰ مہریہ اور ملفوظات مہریہ" بھی قابل ذکر ہیں۔ دنیائے تصوف کے اہم ترین نظریہ "وحدت الوجود" پر تو آپ ایک اتھارٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کا مزار اس وقت گولڑہ

Scanned with CamScanner

شریف (اسلام آباد) میں حاجب روائے خلق ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہم عصر و ہم زمانہ ہیں۔ دونوں کے درمیان اعتقادی ہم آہنگی، فکری یکسانیت اور سیاسی بصیرت میں موافقت اظہر من الشمس ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مرجع المشائخ والعلماء ہیں۔ بلادِ اسلامیہ اور دیگر کئی ممالک سے مشائخ عظام اور علماء کرام نے اپنے استفتاء اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بریلی شریف بھیجے ہیں۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں دربار عالیہ گولڑہ شریف سے بھی چند استفتاء اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیے گئے تھے جن کے جوابات "فتاویٰ رضویہ" میں چھپ چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معروف فتویٰ پر مشاہیر علماء مشائخ کی طرح پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان الفاظ میں تائید و توثیق فرمائی ہے۔ "آپ کے استفسار کے متعلق جواباً گزارش ہے کہ اہل السنّت کو اہل ہوا و بدعت کے لئے اشاعت امور ہوائیہ و بدعیہ میں امداد دینی نہ چاہیے، میں چونکہ مفتی نہیں ہوں لہٰذا مہر بھی نہیں رکھتا۔" ملخصاً

شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق صاحب مدظلہ (سکنہ گوہدو، راولپنڈی) فرماتے ہیں ایک دن میں اور مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ناظم مراسلات ملک سلطان محمود ٹوانہ مرحوم کے پاس بیٹھے تھے، ملک صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے آخری دور میں جو خطوط آتے ان پر مختلف اشعار لکھے ہوتے، ایک دن میں مکاتیب سنا رہا تھا کہ ایک مکتوب کھولا اور یہ شعر پڑھا۔

پیش نظر وہ نوبہار سجدہ کو دل ہے بے قرار　　ارے روئے سر کو رد کیے، یہی تو امتحان ہے

آپ نے پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا۔ "یہ شعر مولانا احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "ایسا شعر کہنا ان ہی کی شانِ عالی کے مناسب ہے۔" (ملخصاً)

اعلیٰ حضرت گولڑوی کے محب صادق بابا فضل خان مٹھیالوی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تیسرے دن دربار شریف کی مسجد میں علماء کرام اور دیگر بزرگان عظام رونق افروز تھے۔ حضرت قبلہ غلام محی الدین شاہ المعروف قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی

دستار بندی کا پروگرام تھا۔ اس سلسلے میں جب آپ سے بات کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"اعلیٰ حضرت گولڑوی (علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے ہندوستان میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا محمد غازی خاں (رحمۃ اللہ علیہ) ہی صرف ایسے تھے جن کے عالم ہونے پر مجھے یقین ہے۔ اس لئے مولانا محمد غازی خاں (رحمۃ اللہ علیہ) کی دستار بندی کی جائے اور انہیں اعلیٰ حضرت گولڑوی (رحمۃ اللہ علیہ) کا جانشین بنایا جائے۔"

اگرچہ بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ثابت نہیں۔ لیکن اس ضمن میں درج ذیل روایت کو نظر انداز کرنا بھی سراسر ناانصافی ہے۔ مفتی غلام سرور قادری رقم طراز ہیں "جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہامہ محقق اہل سنت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا فرماتے سنا کہ عارف باللہ امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) حدیث شریف پڑھا رہے تھے، فرماتے ہیں، مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) حضور پرنور محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آپ کی زیارت شریفہ کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔" (واللہ اعلم بالصواب)

مولانا پیر محمود احمد قادری لکھتے ہیں: "حکیم عبداللطیف فلسفی خاندان اطبائے لکھنؤ کے چشم و چراغ اور طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرنسپل تھے، نے ایک موقع پر بیان فرمایا تھا کہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے ایک امتحان کے موقع پر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدر آباد دکن نے اکابر علماء حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی، حضرت "مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی" استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف چیئرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا کہ حضور انور ﷺ کے عمامہ شریف میں کتنے پیچ ہوتے تھے؟ مولانا سید سلیمان اشرف نے فرمایا، اس کا جواب صرف مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ دیتے مگر افسوس کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں! مولانا کے اس فرمان کی تمام علماء نے تائید کی۔"

(امام احمد رضا قدس سرہ کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۶۰ تا ۶۵)

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور

شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۶۶ھ۔۱۳۵۵ھ)

شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے عظیم روحانی پیشوا ہیں۔ اپنے برادرِ اکبر قطب المشائخ شاہ اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے چار مرتبہ حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ ہر بار دربار نبوی ﷺ سے خاص نعمتیں مرحمت ہوئیں۔ بیت المقدس، شام ومصر، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف اور کئی متبرک مقامات کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ صدہا علماء مشائخ داخل سلسلہ ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز کیے گئے۔ کئی مشائخ عظام نے آپ کو بھی مختلف سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ علاوہ باطنی اعلیٰ اوصاف وخصوصیات کے ظاہری شکل وصورت میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم شکل وصورت تھے۔ اربابِ مشاہدہ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ہزارہا افراد تو صرف آپ کے حسنِ خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کی تقریر نہایت موثر ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں آپ جیسا مرجع الخلائق کوئی دوسرے بزرگ نہیں گزرے، آپ ہی کی ذاتِ مبارکہ سے شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک صدیوں بعد سلسلہ اشرفیہ بلادِ اسلامی میں پھیلا۔ آپ کا مرقد اقدس مخدوم سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں زیارت گاہ ہے۔

قبلہ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرے مراسم تھے۔ دونوں آپس میں شیر وشکر تھے۔ ایک دوسرے کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ مولانا پیر محمود احمد قادری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک بار اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ، کے مزار مبارک کے اندر سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اور فاضل بریلوی امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان قدس سرہ بغرض فاتحہ جارہے تھے کہ فاضل بریلوی کی نظر آپ پر پڑی، دیکھا تو بالکل ہم شکل محبوب الٰہی (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں   اے نظر کردہ و پروردہ سہ محبوباں

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند قاری محمد امانت رسول قادری مدظلہ رقم طراز ہیں "حجۃ الاسلام کے داماد مخدومی حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ تقدس علی خاں صاحب پاکستانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے راقم الحروف محمد امانت رسول رضوی سے دوسری بار کی حاضری حرمین شریفین ۱۴۰۰ھ ہمراہ برادرم حافظ محمد عنایت رسول صاحب مدینہ طیبہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ از اولاد امجاد سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر اعلیٰ حضرت قبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے، دونوں ایک دوسرے کی دست بوسی فرماتے، اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) جس مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے اس پر کسی کو نہیں بٹھاتے تھے لیکن ایک بار میری موجودگی میں حضور اشرفی میاں، اعلیٰ حضرت سے ملنے تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ حضور اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ کا واقعہ ہے کہ جب ٹرین سے سفر فرماتے اور ٹرین اگر بریلی شریف سے گزرتی ہوئی جاتی تو حضرت اشرفی میاں ٹرین میں کھڑے ہو جاتے، رفقاء پوچھتے۔ حضور کیوں کھڑے ہوئے تو فرماتے، قطب الارشاد مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مسند پر اس آل رسول کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں، میں نائب رسول ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا۔"

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ اپنے جمیع مریدان اور محبان خاندان اشرفیہ کو نصیحت فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

۱۔ "فرقہ گاندھویہ کی رفاقت اور ان کا ساتھ دینا جائز نہیں ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب عالم اہل سنت کے فتوؤں پر عمل کرنا واجب ہے۔ کافروں کا ساتھ

دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔" ملخصاً

۲۔ "اس فقیر کو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خاص رابطہ خصوصیت ہے یعنی حضرت مولانا سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے پیر نے مجھ کو اپنی طرف سے خلافت عطا فرمائی ہے۔ مولانا بریلوی اور اس فقیر کا مسلک ایک ہے۔ ان کے فتوے پر میں اور میرے مریدین عمل کرتے ہیں۔" (ملخصاً)

مولانا صابر نسیم بستوی مدظلہ یوں خامہ فرسا ہیں: "حضرت سیدنا شیخ المشائخ مولانا علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خدام و مریدین سے فرمایا کرتے تھے، میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے جو حضور پرانور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ کا ہے، لہٰذا میرے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تصانیف ضرور زیر مطالعہ رکھو۔"

فخر خانوادہ اشرفی سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے شوال ۱۳۷۹ھ میں بمقام ناگپور "یوم ولادت امام احمد رضا" کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ کے آخر میں یہ انکشاف فرمایا: "میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا، میرے حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے، یہ بات کسی کو سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے، میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا! میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے بعد بریلی کا تار ملا (اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر) تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔"

مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی مدظلہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین و متوسلین کو بوقت وصال فرمایا: "میرا مسلک اصول و فروعات میں وہی ہے جو حضور پرنور اعلیٰ حضرت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب، بریلوی رضی اللہ عنہ کا ہے، میرے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کتابوں پر پوری طرح عمل کرو۔"

(امام احمد رضا قدس سرہ کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۵۱ تا ۵۶)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور

فخر السادات ابو النصر پیر سیّد سردار احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۰۲ھ۔۱۳۵۱ھ

فخر السادات ابو النصر پیر سید سردار احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب شیخ الشیوخ حضرت سید عثمان مروندی المعروف لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے، تعلیم و تربیت کے بعد روحانی منازل کے لئے غوث وقت حافظ محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پہ بیعت ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کی مجلس علم و ادب اور فقر و درویشی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، رمل، جفر، نجوم اور ہندسہ وغیرہ علوم میں زبردست مہارت تھی۔ چند عالمانہ تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے سات سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پڑھانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ مدینہ منورہ میں ہی اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات ہوئی، ایک وقت کا کھانا بھی دونوں نے اکٹھے کھایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا قلمی رابطہ بھی رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی پانچویں جلد حصہ سوم میں آپ کا ایک استفتاء اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب موجود ہے۔ آپ کا مزار شاہ آباد شریف (گڑھی اختیار خاں) میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ابو النصر پیر سید سردار احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ آپ کا کلام حدائق بخشش آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں شب وصال اپنے صاحبزادے مولانا سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے نعت سناؤ۔ چنانچہ صاحبزادے نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نعت

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل علیہ السلام پر بچھائیں تو کیا پر کو خبر نہ ہو

پڑھنا شروع کی تو یکا یک اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے "یہ درد اس درد کا غلام ہے جب وہ درد آجاتا ہے تو جسمانی درد رخصت ہو جاتا ہے، راہ طلب میں سالکوں کو جو سوز اور درد عطا کیا جاتا ہے، جسمانی درد اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ جب وہ اپنا اثر کرتا ہے تو مادی دنیا کے تمام وسائل و اسباب یک قلم رخصت ہو جاتے ہیں۔"

(امام احمد رضا کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۵۰ تا ۵۱)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

عالم ربانی مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۰۳ھ ۔ ۱۳۸۶ھ)

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

عالم ربانی مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پاک و ہند کے مشہور صوفی شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر فاضل و فقیہ تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شیخ طریقت بھی تھے۔

مولانا محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم و فنون میں وہ کمال پیدا کیا کہ بایدو شاید بالخصوص فن فتویٰ نویسی میں وہ مہارت پیدا کی کہ معاصرین میں "مفتی اعظم" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ۱۳ سال کی عمر میں حضرت سید صادق علی شاہ عارف کامل رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمایا۔ اس کے بعد صوفی باصفا مولانا رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔ آپ نے مفتی اعظم کی تربیت فرمائی اور چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ پاک و ہند میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد فتحپوری دہلی کے شاہی امام و خطیب تھے۔ آپ نے ہمیشہ عزیمت پر عمل فرمایا۔ 1945ء میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوئے تو مکہ معظمہ میں شاہی ضیافت کے لئے والی حجاز شاہ سعود کا دعوت نامہ آیا تو آپ نے صاف فرمایا۔ "جو شہنشاہ کائنات کے دربار میں آیا ہے، اس کو کسی بادشاہ کے دربار میں حاضری کی ضرورت نہیں۔" وصال سے کئی سال قبل مخلوق سے بے تعلق ہو کر واصل باللہ اور باقی باللہ ہو چکے تھے، جامع مسجد فتحپوری دہلی میں آپ کا مزار فیض بار ہے۔ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ حق مبین اہل

سنت و جماعت کے مسلک پر عمل پیرا تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف کرام اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد، خلفاء کبار اور تلامذہ کرام سے خصوصی تعلقات تھے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے تاریخی فتویٰ "حسام الحرمین" کی تائید و توثیق یوں فرماتے ہیں: "اس عاجز کا یہ کہاں زہرہ کہ حضرات علمائے کرام حرمین شریفین کے مخالف لب کشائی کر سکے۔ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا حق و واجب العمل ہے۔"

اسی طرح مسئلہ روایت ہلال اور صداء کے متعلق مولانا محمد حسن علی حسن رضوی میلسی کے استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں: "اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کے خلاف کس کو زہرہ ہے جو لب کشائی کرے۔"

آپ کے نامور فرزند مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر درجنوں کتابیں، کئی سو مقالات، مضامین، تقدیمات، مقدمات لکھ کر دنیائے اہل سنت میں ایک نام پیدا کیا ہے اور "ماہر رضویات" کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ موصوف آج امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اتھارٹی تسلیم کئے جاتے ہیں۔

سنگلاخ زمینوں میں مدحت کے گلاب

"احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنگلاخ زمینوں میں مدحت مصطفیٰ ﷺ کے وہ پھول کھلائے ہیں۔ مفاہیم و معانی کے وہ باب وا کیے ہیں اور سادگی و پرکاری کی وہ مینا کاری کی ہے کہ ذوق اش اش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ ان کے ہاں فکر کی گہرائی ہے، جذبوں کی سچائی ہے، محاسن کی فراوانی ہے۔ انہوں نے قلت کی واردات کو صوت و آہنگ کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

(راجہ رشید محمود...... مدیر نعت، لاہور)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امیرِ ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۵۷ھ۔۱۳۷۰ھ)

سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری

امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ دنیائے روحانیات کے آفتاب ہیں۔ حسنی شیرازی سید ہیں۔ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ دجال کذاب مرزا قادیانی جب آپ کے مقابلے میں آیا تو سخت ذلیل و رسوا ہو کر بھاگا۔ آپ کی ساری زندگی باطل قوتوں کے خلاف جہاد میں گزری۔ بدمذہب و بدعقیدہ سے ہمیشہ سخت بیزاری و نفرت کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ بے شمار مساجد اور مدارس آپ کی یادگار ہیں۔ تحریک پاکستان میں آپ کا بے مثال کردار تاریخ کا روشن باب ہے۔ آپ کا حلقہ بہت ہی وسیع ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ ایک سو سے زائد برس کی عمر میں آپ واصل بحق ہوئے۔ آخری آرام گاہ علی پور شریف (سیالکوٹ) میں ہے۔ حافظ محمد بشیر صاحب جماعتی علی پوری روایت کرتے ہیں:

"حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ عموماً نعت شریف بالخصوص اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام سماعت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ یہ نعت شریف سن رہے تھے ۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز نہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

جب اس نعت شریف کا مقطع پڑھا گیا ۔

یہی کہتی ہے بلبل جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

تو اس پر حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے لقمہ دیا کہ صرف ہند میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ایسا سحر بیاں واصف شاہ ہدیٰ کوئی نہیں۔"

حرمنگ لاہور کے ایک ارادت مند حوالدار صاحب کی تعیناتی جب بریلی شریف کے علاقہ میں ہوئی اور انہوں نے حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی تعیناتی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ "وہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں جا کر ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کیا کرنا وہ "قطبِ وقت" ہیں۔

مولانا محمد شریف صاحب ڈسکوی روایت کرتے ہیں "حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ایک مرتبہ مکہ شریف حرم مبارک میں حاضر تھا کہ ایک بے ادب کالا کلوٹا مولوی میرے قریب سے گزرا۔ کسی نے اسے میرے متعلق بتایا تو وہ از خود آ کر مجھ سے لپٹ گیا اور معانقہ کرنے لگا، جب وہ چلا گیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ فلاں بے ادب مولوی خلیل احمد تھا۔ یہ سن کر میرے دل پر جو گزری، میں ہی جانتا ہوں۔ بار بار سوچتا کہ الٰہی! مجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی کہ ایک دشمن رسول ﷺ سے میرا سینہ لگا۔ حسن اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد مولانا احمد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) وہیں سے گزرے تو مولانا سراج الحق صاحب کے تعارف کرانے پر پھر ان سے معانقہ ہوا اور میں نے سجدہ شکر ادا کیا کہ ایک دشمن رسول ﷺ سے ملاقات کے بعد ایک عاشق رسول ﷺ کی ملاقات سے تلافی مافات ہو گئی۔"

مولانا علامہ عبدالرشید صاحب جھنگوی کا بیان ہے "مجھے میرے والد محترم حضرت علامہ قطب الدین جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ساتھ لے کر علی پور شریف حاضر ہوئے اور حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میرے اس بیٹے پر طالب علمی کے دوران دیوبندی مسلک کا اثر ہو گیا ہے، اس کا کوئی حل تجویز فرمائیں۔ حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے بریلی شریف مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں چھوڑ آئیں اور خود جا کر چھوڑ کے آنا۔ چنانچہ والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے، جب گاڑی دیوبند کے علاقہ سے گزر رہی تھی تو میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ چلتی گاڑی سے یہاں چھلانگ لگا دوں۔ اگر والد صاحب ساتھ نہ ہوتے تو یقیناً میں یہیں اتر جاتا مگر امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر والد صاحب نے مجھے سیدھا

بریلی شریف لے جا کر چھوڑا اور دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کرا دیا، چنانچہ دورہ حدیث شریف میں نے وہیں پڑھا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی، محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور والد ماجد کی نگرانی کی بدولت مجھے ایمان و عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت نصیب ہوئی۔" ملخصا

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حسام الحرمین" میں علماء و مشائخ حرمین شریفین کے فتاویٰ کی روشنی میں گستاخان شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فتویٰ تکفیر شائع فرمایا، حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مع اپنے شہزادے سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ان کی پرزور تائید و تصدیق فرمائی۔ چند سطور ملاحظہ ہوں "حسام الحرمین کے فتاوے حق ہیں اور اہل اسلام کو ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ جو شخص ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہ راست سے دور، حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ کی شان مبارک میں جو شخص عمداً و سہواً بھی گستاخی کرے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا تقریراً یا تحریراً مرتکب ہو وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ جو شخص اس کافر اور بے ایمان کو مسلمان سمجھتا ہو وہ بھی اسی کا حکم رکھتا ہے۔"

مورخ اہل سنت محمد صادق قصوری صاحب لکھتے ہیں: "میرے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مولانا احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) نہ ہوتے تو دیوبندی سارے ہندوستان کو وہابی بنا دیتے۔"

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند الحاج قاری محمد امانت رسول قادری صاحب رقم طراز ہیں: "حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ اپنے نانا جان قطب اقطاب جہاں شہنشاہ عالم سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ سے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہندوستان میں میرے نائب مولانا احمد رضا خاں بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں چنانچہ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بریلی شریف اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) سے یہ خواب بھی بیان کیا۔

پیر سید جماعت علی سے کہا خواب میں شاہ غوث الوریٰ نے مرا
ہے بریلی میں احمد رضا، جانشیں سیدی مرشدی شاہ احمد رضا

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

شیخ التفسیر والحدیث علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ

عزیزم مولانا قاضی صاحب سلمہ وعلیکم السلام۔ قم السلام علیکم۔ آپ کے اشتہارات اور خط پہنچے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت حضرت قدس سرہٗ کے متعلق جو جلسہ کا انتظام کیا آپ کو مبارک ہو۔ اس خبر سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ رب تعالیٰ آپ کو استقامت نصیب کرے ترقیاں دے اور آپ کو سنیت کا معیار بنائے۔ دین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

والسلام

میں انشاء المولیٰ الرحمٰن ۲۱/۶/۶۸ جمعہ کو دوسرے ہوائی جہاز سے ڈھاکہ روانہ ہوں گا غالباً دس بجے حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دوں گا۔ آپ سے ملاقات ہو جائے تو اچھا ہے۔

احمد یار خان

۱۳ جون ۶۸ء

(مکتوب بنام علامہ قاضی عبدالنبی کوکب، مقالات یوم رضا...... صفحہ ۵۹، ۲ مئی ۱۹۷۰ء، مطبوعہ دائرۃ المصنفین، لاہور)

کلامِ رضا ایک ہندو شاعر کی نظر میں

نہیں معلوم کہ انہوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے اُن کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ کہیں تشبیہ ہے۔ کہیں خیال گوئی۔ عاشقانہ رنگ کا جو تغزل کی جان ہے یہ رتبہ کر دیا ہے کہ اگر نعت کے مخصوص رنگ کے اشعار الگ کر دیئے جائیں تو بقیہ اشعار ایک بہترین غزل کی شان کے حامل ہوں گے۔

(کالی داس گپتا)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

سید الفقہاء حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

سیدی و مولائی اعلیٰ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی قدس سرہ العزیز اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ وہ جملہ علوم معقول و منقول میں امامت کے درجہ پر فائز تھے مگر فقہ ان کا خاص موضوع تھا اور اس فن میں پاک و ہند میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

پاک و ہند میں جس شاندار طریقے سے انہوں نے حنفیت کی علمی خدمات سرانجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ عشق رسول کریم ﷺ ان کا قیمتی اور قابل قدر سرمایہ تھا۔ اس عہد کے جن کم سوادوں نے جذبہ رسول ﷺ کم کرنے کی سعی کی آپ نے بلاخوف لومۃ لائم ان کی اس ناپاک سازش کو پوری طرح بے نقاب کر دیا۔

انگریز کی آمد کے ساتھ پاک و ہند میں دین کے نام پر جو فتنے پیدا ہوئے جن کا رد بلیغ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور اس وقت کے دیگر علمائے حقانی نے فرمایا۔ مگر ۱۸۵۷ء میں علمائے اہل سنت پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے سے یہ سلسلہ ایک مدت کے لئے ماند پڑ گیا۔ اس یاس و ناامیدی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے نو پیدا شدہ مذاہب و فرق کے استیصال اور تردید اور مذہب اہل سنت والجماعت کی تائید کے لئے اعلیٰ حضرت کو منتخب فرما لیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس شان کے ساتھ اس خدمت کو سرانجام دیا کہ آج پاک و ہند میں مذہب اہل سنت اپنی اصلی حالت میں جو نظر آ رہا ہے محض ان کے تجدیدی کارناموں کا ثمرہ ہے۔

مجلس صداقت اسلام نے اعلیٰ حضرت کا یوم منا کر ایک اچھی اور قابل ستائش مثال قائم کی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب نبی کریم ﷺ اراکین انجمن صداقت اسلام کو بیش از بیش مزید دینی خدمات اور تعلیمات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

نبراس المجاہدین حضرت پیر عبدالرحیم آف بھرچونڈی شریف (سندھ)

علامہ قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم

دورِ انحطاط کا عظیم علمی و فکری رہنما

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں جب فرنگی سامراج اور برادران وطن کی عیاریوں سے ملت اسلامیہ کے بعض اعاظم رجال کی فکری اور علمی صلاحیتیں غلط رخ مڑ چکی تھیں اور انگریزوں کے ساتھ مفاہمت کے علاوہ ہندو مسلم اتحاد کی نعرہ بازی نے عوام و خواص کو یکساں طور پر متاثر کر رکھا تھا۔ ایک ایسے مرد میدان کی ضرورت تھی جو زوال پذیر مسلمان قوم میں صحیح اسلامی شعور اور ملی فکر بیدار کر کے اسے صراط الذین انعمت علیھم پر چلانے کی مخلصانہ جدوجہد کرتا کوئی صائب الرائے اور ہوشمند انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ایسے آڑے وقت میں مولینا شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ملک و ملت کی جو اہم دینی و فکری اور علمی و ادبی خدمات انجام دیں وہ برصغیر ہند و پاک کی فکری و تہذیبی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہیں۔ ہمارے اسلاف کرام بھی اہم مذہبی و فکری مسائل میں مولانائے مرحوم ہی سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ تحریک خلافت، جس کا خمیر خاک پاک سندھ ہی سے اٹھا تھا۔ جب کانگرس کی مکارانہ چالوں میں آ کر ہجرت کا راگ الاپنے لگی اور سندھ کے عوام اپنے موروثی دینی جوش اور ملی جذبہ سے مجبور ہو کر اپنی جائیدادیں جذبہ ہجرت پر قربان کر کے کابل وغیرہ جانے لگے تو اس وقت میرے جد بزرگوار حضرت حافظ محمد عبداللہ صاحب قدس سرہٗ نے اس بارے میں مولانا شاہ احمد رضا خاں سے ہی رجوع فرمایا جنہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اس ہجرت کو غیر اسلامی قرار دے کر

Scanned with CamScanner

تحریک آزادی کا رخ انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرانے کی طرف موڑ دیا۔ جد بزرگوار نے یہ فتویٰ ملک کے طول و عرض میں مشتہر کرایا جس سے ہزاروں علمی اور دینی گھرانے تباہی سے بچ گئے اور وہ لوگ جو اس مزعومہ ہجرت کی بھینٹ چڑھ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتے اپنے ہی وطن میں رہ کر علمی و دینی خدمات کے ساتھ ساتھ انگریزی سامراج کا مقابلہ کرنے لگے۔ تحریک ہجرت کی ناکامی اور نتائج و عواقب کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اعلیٰ حضرت کی دینی بصیرت اور سیاسی فراست کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ غرض مولانائے مرحوم کی ذات و شخصیت اور ان کی علمی و فکری تحریک ہماری تاریخ کا ایک ایسا حصہ ہے جسے ہزار حیلوں اور دجل و فریب کے باوجود فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف او وزد است ہنوز از سر آں بوئے عشق می آید

ہمیں اک روز طیبہ میں بلائیں یا رسولؐ اللہ
کبھی انوارِ رحمت بھی دکھائیں یا رسولؐ اللہ

دُعائیں مانگتے ہیں روز ہم اذنِ حضوری کی
خدارا اب تو خوش خبری سنائیں یا رسولؐ اللہ

بلاوے سے مقدر پھر ہمارا جاگ جائے گا
تمنا ہے مقدر پھر جگائیں یا رسولؐ اللہ

زمانے کے اندھیرے میں بھائی کچھ نہیں دیتا
کبھی تاریک راہیں جگمگائیں یا رسولؐ اللہ

مدینے کی ہوائیں اس طرف بھی رخ کریں اپنا
کبھی لاہور کو مسکن بنائیں یا رسولؐ اللہ

یہاں رہ کر بھی ہم صل علیٰ کا ورد کرتے ہیں
مدینے جا کے بھی ہم گنگنائیں یا رسولؐ اللہ

نہ جانے کب سے غفلت کی حسن ہم نیند سوتے ہیں
یہ لمبی نیند ہے اس سے جگائیں یا رسولؐ اللہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

راس الاصفیاء حافظ سید محمد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ

(م: ۱۳۲۶ھ۔۱۳۹۰ھ)

دربار عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی شریف اختیار خاں رحیم یار خاں

(۱)

راس الاصفیاء حافظ سید محمد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے معروف بزرگ ہیں۔ آپ نے نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا اور بائیس برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ پھر بھر چونڈی شریف کے قدیم دارالعلوم میں مسند درس افتاء پر فائز ہوئے۔ آپ کی تمام عمر نہایت ہی سادگی میں گزری۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ آپ نے تحریک پاکستان کے ہراول دستے کا ہمیشہ ساتھ دیا ہے۔ ۱۹۴۶ء میں سندھ کے نمائندہ کی حیثیت سے ایک سو افراد کے ہمراہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کی اور اسی دوران اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے مزار پر بھی حاضر ہوئے۔ آپ سحر بیان خطیب، اردو اور سرائیکی کے بلند پایہ شاعر اور اردو میں منفرد تحریر کے مالک تھے۔ چند کتابیں بھی آپ کی یادگار ہیں۔ شاہ آباد شریف (گڑھی اختیار خاں) میں آپ کا مزار مرجع انام ہے۔

۱۹۶۸ء میں یوم رضا کے موقع پر اپنے پیغام میں فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین حق کی صحیح رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا، سابق ہندوستان میں جب گاندھی ازم کانگرس کی صورت میں اپنی بنیادیں استوار کر رہا تھا اور جس کی لپیٹ میں بڑے بڑے علمی ادارے اور نامور علماء آ کر اپنا دینی و علمی وقار کھو چکے تھے۔ یہی ایک ذات تھی جس نے سب سے پہلے میدان میں آ کر ہندو ازم کو للکارا اور آپ نے ہی سب سے پہلے علماء میں دو قوموں کا

Scanned with CamScanner

نظریہ پیش کیا، یہ اعلیٰ حضرت کا وہ علمی کارنامہ ہے جس پر ہر پاکستانی صمیم قلب سے آپ کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہے۔

مقام نبوت، عظمت رسالت اور جذبہ حب رسول ﷺ یہ وہ چیزیں ہیں کہ ان کو ہندوستان میں نہایت نازک حالات میں پوری شد و مد کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے اپنی مساعی اور کوششوں کا موضوع بنایا، حقیقت یہ ہے کہ جذبہ حب رسول ﷺ سے اگر بے توجہی نہ برتی جاتی تو بعد میں آنے والے نیچری، قادیانی اور منکرین سنت جیسے فرقوں سے ہمیں دوچار نہ ہونا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت اگر بروقت اس پر گرفت نہ کرتے تو ہندوستان کی مذہبی تاریخ شاید کسی اور طرح لکھی جاتی۔ اعلیٰ حضرت کی شدت تو اس وقت وہ جس تجدیدی کام کو لے کر اٹھے تھے۔ ان حالات کی روشنی میں شاید اس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ آخر تاریخ میں دوسرے بزرگوں نے بھی تو بعض مقامات پر یہ طریق اختیار کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت اور اکابرین دیوبند کی باہمی چپقلش کسی ذاتی پرکاش کا نتیجہ تو نہیں تھی کہ اسے قابل مذمت قرار دیا جائے البتہ بعد میں اس کو مستقل اکھاڑا بنا لینا ضرور قابل مذمت ہے اور اس کی ذمہ داری ہر دو گروہوں پر عائد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا علمی مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ تقریباً پچاس مختلف علوم میں ان کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر موضوع پر ان کی کتابیں متن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ایک تاریخی ناقابل معافی فروگزاشت ہوگی۔ اگر ہندوستان کے اتنے بڑے عالم، مفکر، مصنف، نعت گو اور سیاسی مدبر انسان کی زندگی کو صرف فکر و نظر کے اختلافات کی وجہ سے گمنامی کے گوشے میں پھینک دیا جائے۔" (امام احمد رضا قدس سرہٗ کاملین کی نظر میں ...... صفحہ ۷۸ تا ۸۰)

..................(۲)..................

اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین حقہ کی صحیح رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا۔ سابق ہندوستان میں جب گاندھی ازم کانگرس کی صورت میں اپنی بنیادیں استوار کر رہا تھا اور جس کی لپیٹ میں بڑے بڑے علمی ادارے اور نامور علماء آ کر اپنا دینی و علمی وقار کھو چکے تھے، یہی ایک ذات تھی جس نے سب سے پہلے میدان میں آ کر ہندو ازم کو للکارا اور آپ نے ہی سب سے پہلے

علماء میں دو قوموں کا نظریہ پیش کیا۔ یہ اعلیٰ حضرت کا وہ علمی کارنامہ ہے جس پر ہر پاکستانی صمیم قلب سے آپ کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہے۔

مقام نبوت، عظمت رسالت اور جذبہ حب رسول ﷺ یہ وہ چیزیں ہیں کہ ان کو ہندوستان میں نہایت نازک حالات میں پوری شد و مد کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے اپنی مساعی اور کوششوں کا موضوع بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ جذبہ حب رسول سے اگر بے توجہی نہ برتی جاتی تو بعد میں آنے والی نیچری، قادیانی اور منکرین سنت جیسے فرقوں سے ہمیں دوچار نہ ہونا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت اگر بروقت اس پر گرفت نہ کرتے تو ہندوستان کی مذہبی تاریخ شاید کسی اور طرح لکھی جاتی رہی اعلیٰ حضرت کی شدت تو اس وقت وہ جس تجدیدی کام کو لے کر اٹھے تھے۔ ان حالات کی روشنی میں شاید اس کے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ آخر تاریخ میں دوسرے بزرگوں نے بھی تو بعض مقامات پر یہ طریق کار اختیار کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت اور اکابرین دیوبند کی باہمی چپقلش کسی ذاتی پرخاش کا نتیجہ تو نہیں تھی کہ اسے قابل مذمت قرار دیا جائے البتہ بعد میں اس کو مستقل اکھاڑا بنا لینا ضرور قابل مذمت ہے اور اس کی ذمہ داری ہر دو گروہوں پر عائد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا علمی مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ تقریباً پچاس مختلف علوم میں ان کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہر موضوع پر ان کی کتابیں متن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ایک تاریخی ناقابل معافی فروگزاشت ہوگی اگر ہندوستان کے اتنے بڑے عالم، مفکر، مصنف، نعت گو اور سیاسی مدبر انسان کی زندگی کو صرف فکر و نظر کے اختلافات کی وجہ سے گمنامی کے گوشے میں پھینک دیا جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ مجلس صداقت اسلام، مشاہیر کے کارناموں کی اشاعت و تبلیغ کا انتظام اعلیٰ حضرت کے یوم سے شروع کر رہی ہے۔ اراکین مجلس تہ دل سے مبارک باد قبول فرمائیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلس کو مزید دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(مجلس صداقت اسلام کے نام "یوم رضا" کے لئے)

(بحوالہ مقالات یوم رضا...... حصہ دوم، صفحہ نمبر ۶۲، ۶۳)

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۴۹ھ - ۱۳۹۹ھ

خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان کئی پشتوں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کا خانوادہ رہا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد برس ہا برس عوام وخواص کی عقیدت و محبت کا مرکز رہے ہیں۔ آج بھی ان کے مزارات، زیارت گاہ اہل محبت اور حلِ مشکلات و قبولیت دعوات کے لئے معروف ومجرب ہیں۔

خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ابھی دس بارہ سال کے تھے کہ والد گرامی خواجہ فقیر محمد امین رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے استاذ الحفاظ محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم حفظ کیا، نیز کچھ پارے واں بھچراں میں رہ کر حفظ کئے اور چند فارسی کی کتابیں ں پڑھیں۔ بظاہر آپ کی تعلیم صرف یہی تھی مگر قدرت نے انشراحِ صدر اور انکشافات تام ے اس قدر مالا مال فرمایا کہ مشکل مسائل اور دقیق نکات کو اس آسانی سے بیان فرماتے جس علماء بھی حیران رہ جاتے۔

تلاش مرشد کے سلسلے میں آپ نے مختلف بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی اخر آپ کے والد گرامی نے عالم خواب میں فرمایا۔ "جنوب میں ایک بزرگ ہیں جن کا نام غ ہے ان کے مرید ہو جاؤ۔" بیدار ہونے کے بعد "دلباغ" نامی بزرگ کی تلاش شروع ا۔ اسی دوران قطب العارفین خواجہ غلام حسن پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ پ کی زیارت سے مشرف ہو کر دل اس قدر باغ باغ ہوا کہ دل باغ دل سے فراموش ہوا۔ ر ان سے بیعت ہو گئے۔ آپ کا مزار پر انوار شاہ والا (خوشاب) میں مرجع خلائق ہے۔

صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن الحسنی فرماتے ہیں "امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کا سلام ہر جمعہ شریف کو باقاعدگی سے پڑھاتے

اور خود بھی والہانہ طور پر شرکت کرتے، کوئی جمعہ ایسا نہیں کہ جس پر آپ نے سلام میں شرکت کی ہو اور رقت وگریہ زاری طاری نہ ہوئی اور اس بات کو میں آپ کی کرامت کے سوا کیا نام دوں، اردو زبان سے بالکل ناواقف اور سکول کی تعلیم سے مکمل نا آشنا ہونے کے باوجود اگر سلام میں کسی اور شاعر کا کلام شامل کر دیا جاتا تو فوراً فرما دیتے کہ آج تم نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں کسی اور کے شعر شامل کر دیئے ہیں، گویا اس عاشق صادق کے مشام جان اور ادب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت اور طریقت کی جان قرار دیتے تھے۔"

(محمد عبدالرحمٰن الحسنی، صاحبزادہ: تحفہ سلطانیہ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۴ھ ص ۲۱)

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۸۸ تا ۹۰)

جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

پلکوں سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ براق سے اُس کی سبک روی
یوں جائیے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں
اے مرتضیٰ عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

ایسا گما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آدل حرم کو روکنے والوں سے چھپ کے آج
یوں اٹھ چلیں کہ پہلو دبر کو خبر نہ ہو

طیرِ حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں
یوں دیکھیے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اے خارِ طیبہ دیکھ کر دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں یہاں
گزار کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۰۰ھ۔۱۳۶۷ھ

سید صابر حسین شاہ قادری بخاری

شہریارِ تصوف خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ پنجاب میں فن خطابت کے بادشاہ گزرے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ (چاچڑاں) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، شیخ طریقت کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش نازک سے دس سال کسب فیض حاصل کیا پھر اپنے پیر و مرشد کے پوتے خواجہ محمد معین الدین صاحب کی خدمت میں رہے اور خلافت سے نوازے گئے، مولانا نور احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ ۱۳۳۳ھ میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ آپ مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ بڑے دلکش انداز میں پڑھتے اور اس کی تشریح ایسے دلچسپ پیرائے میں فرماتے کہ ہر شعر کے رموز و اسرار آئینے کی طرح روشن ہو جاتے تھے، اگرچہ آپ نے کسی جامعہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی شعر و سخن کی محفلوں کے باضابطہ حاضر باش تھے لیکن ان کے فارسی کلام میں اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کی اردو سے دلی اور لکھنؤ کی مہک آتی ہے۔ آپ کے "دیوان محمدی" میں فکر، فن اور جذبے کا اتنا خوشگوار امتزاج ہے کہ تین مختلف زبانوں میں لکھنے والے کسی اور شاعر کے ہاں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ آپ "وحدت الوجود" کے نہ صرف شارح اور مفسر ہیں بلکہ عملی معلم اور پیکر ہیں۔

خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی۔ نامور علمی شخصیت صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری (سجادہ نشین شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خان) فرماتے ہیں: "ایک محفل میں آپ کو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی

(رحمۃ اللہ علیہ) کی موجودگی میں منبر نبوی ﷺ پر بٹھایا گیا، ایک عاشق رسول ﷺ کی اس سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی ہے کہ سامنے بھی اپنے وقت کا نامور عالم، شیخ طریقت اور بلند مرتبہ عاشق رسول ﷺ ہو جو علم و معرفت کی تمام لطافتوں اور باریکیوں کو نہ صرف سمجھتا ہو بلکہ خود اس راہ کا راہی ہو، خواجہ محمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنا مخصوص خطبہ شروع کیا تو فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) نے اٹھ کر آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا اور فرمایا۔ "سر آمد واعظین پنجاب۔"

خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے قلمی رابطہ بھی رہا ہے۔ آپ نے چاچڑاں شریف کے مدرسے میں تدریس کے دوران بزبان فارسی وراثت کے سلسلہ میں ایک استفتاء بریلی شریف روانہ کیا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا فارسی ہی میں جواب عنایت فرمایا۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محفل میں جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا تو بعض لوگوں نے ان اشعار پر اعتراض کیا جن میں بیت اللہ کو دلہن اور حضور اکرم ﷺ کو دولہا سے تشبیہ دی گئی ہے، آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں ان الفاظ میں استفتاء ارسال کیا "قبلہ معتقدین دام ظلہ، از خاکسار محمد یار مشتاق دیدار بعد نیاز شب معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا، جس پر وہابیوں نے دولہا دلہن کے متعلق شور اٹھایا کہ اللہ جل جلالہ و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ان الفاظ کا استعمال ہونا موجب کفر ہے، شب برات کو یہاں گڑھی اختیار خاں میں ان الفاظوں کے متعلق وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے۔

اے مجدد بمن بے سرو ساماں مددے　　قبلہ دین مددے کعبہ ایمان مددے

ضرور مہربانی فرما کر دلائل قاطع سے اس تشبیہ کا ثبوت مدلل کر کے اس ہفتہ میں بھیج کر مسلمانوں اہل سنت والجماعت کو عزت بخشی حضور پر فرض کبھی جا رہی ہے۔ یہ فی سبیل اللہ بصدقہ روضہ رسول اللہ ﷺ اس کام کو سب کاموں پر مقدم فرما کر وہ تحریر فرما دیں کہ موجب اطمینان اہل اسلام ہو۔"

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے فوری طور پر جواب ارسال کیا اور اپنے موقف کی تائید میں مختلف کتابوں سے شواہد و نظائر اور آثار و اخبار پیش کئے، جن میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بیت اللہ شریف اور جنت کو دولہا اور دلہن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور

زبدۃ العارفین خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۵۵ھ

زبدۃ العارفین خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ مطلع رشد و ہدایت پر خورشید ضوفشاں بن کے چمکے، ایک ایسا آفتاب ہدایت جو "الور" جیسے کفرستان کی تاریک فضاؤں میں توحید و رسالت کی کرنیں بکھیر گیا۔ ایک ایسا بوریہ نشین فقیر جس نے اتباع مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے ایک عالم روشن کر دیا۔ آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے صحابی رسول حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ قرآنی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ فارسی کی تکمیل ماموں شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ فن قرات جناب قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ خطاطی اور خوش نویسی مولانا رحیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ فنون عربیہ اور سند حدیث کے لئے ابتدائی عربی کتاب مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) سے پڑھیں۔ پھر باقاعدہ کتب متداولہ کی تکمیل اور درس حدیث اپنے پیر و مرشد علم ظاہری و باطنی کے جامع، علوم عقلیہ و نقلیہ کے مجمع البحرین اساتذہ وقت کے استاذ کل یعنی اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا۔ حضرت ضیاء معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اور اویسیہ کا فیض عطا فرمایا۔ حضرت کی ساری زندگی ایک "ولی کامل" کی طرح گزری ہے۔ زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بھی آپ مشرف ہو چکے ہیں۔ آپ کے فیضان قلم سے سینکڑوں لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ رکن دین، روح الصلوٰۃ، توضیح العقائد، مولود محمود، دافع طاعون، اربعین اور ضمیمہ آداب سالک آپ کی معروف تصانیف ہیں۔

"الور" میں آپ کا مزار گہربار ہے جہاں صبح و شام رحمت و مغفرت اور انس و محبت کے خزانے لٹ رہے ہیں۔

خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "مولود محمود" میں کئی مقامات پر کلام رضا کے گلہائے رنگا رنگ سجائے ہیں۔ یہاں تک کہ کتاب کا اختتام بھی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مناجات پر ہوتا ہے۔ جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

یاالٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے قلمی روابط کے آثار بھی ملے ہیں۔ آپ نے کئی استفتاء اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج کر جواب طلب فرمائے ہیں۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ ہجری میں ریاست الور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قامع بدعت و ضلالت جامع معقول و منقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام فیوضہم و برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دو مسئلے خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

یہی نہیں بلکہ آپ خود بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر صاحب لکھتے ہیں: "جب در رسول ﷺ کا ادنیٰ غلام، حبیب خدا کے آستانہ کا "رکن الدین" نامی یہ گدائے بے مقام جب اس عاشق رسول (اعلیٰ حضرت) سے ملنے کے لئے پہنچا تو یہ کھڑا ہوتا چلا گیا اور یہی نہیں بلکہ عظمت غلام رسول کو ظاہر کرنے کے لئے گھٹنوں کو تعظیماً چھونے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد اس عاشق نے اپنے اس عاجزانہ اور متواضعانہ طرز کی علت اور وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "مولانا! ہم تو علمائے اہل سنت کے خادم ہیں۔" گویا یہ بتلا دیا کہ یہ کسی فرد کی تعظیم نہیں بلکہ آپ کے سینہ میں جو علم مصطفیٰ ﷺ ہے اس کی تعظیم ہے، جس جذبہ کے ساتھ آپ مسلک حقہ کی خدمت کر رہے ہیں اور دین متین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ درحقیقت اس کی تعظیم و تکریم ہے۔ اثنائے گفتگو میں اس صدی کے عظیم فقیہ نے فرمایا کہ اگر کھانا بچ جائے اور دینے کے لئے کوئی آدمی نظر نہ آئے

سوائے ان گستاخان رسالت ﷺ کے تو اس کھانے کو کتے کے سامنے ڈال دینا بہتر ہے بہ نسبت ان بے ادب اور گستاخوں کو دینے سے۔"

اس پر حضرت کو ذرا تعجب ہوا کہ "وہ پھر بھی انسان تو ہیں۔" تو اس عاشق حبیب نے "" درد و کرب" میں ڈوبی ہوئی آواز سے فرمایا:

"مولانا! کیا کسی کتے نے آنحضرت ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے؟ لہٰذا وہ کتا ان سے بہتر ہے جو خدا کے محبوب ﷺ کی اہانتیں کرتے ہیں۔"

خواجہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ بھی گستاخان رسول ﷺ کے لئے سیف المسلول تھے، جب بھی ان کے ساتھ برسرپیکار ہوئے تو "مناظر" کی خدمات بھی بریلی شریف ہی سے حاصل کیں۔ ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت ادھم مچا رکھا تھا اور بے چارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری (رحمۃ اللہ علیہ) نے مولانا مولوی احمد حسین خان صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلی اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظرہ کو لینے کے لئے بریلی شریف بھیجا، مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے (محمد ظفر الدین بہاری) یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکہ میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیہ کو شکست دیجئے، میں نے عرض کیا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے۔"

نوٹ: اس مناظرہ میں وہابیوں کو شکست فاش ہوئی اور ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ فتح و نصرت لے کر واپس بریلی لوٹے، اس مناظرہ کی روداد ایک رسالہ کی شکل میں چھاپ دی گئی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی نام "کیفے نجدیہ کا چپ مناظرہ" (۱۳۲۶ھ) اور مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تاریخی نام "شکست سفاہت" (۱۳۲۶ھ) رکھا۔ یہ تاریخی نام بے حد مقبول ہوئے۔

(امام احمد رضا کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۵۶ تا ۶۰)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۴ھ۔۱۳۴۷ھ

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جلیل القدر قطب ہیں، آپ ظاہری و باطنی علوم و فنون میں یگانہ روز ہیں۔ آپ عالم شباب ہی میں حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ کے دست شفقت پر بیعت ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں گزری۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کشف و کرامات سے مرقع نظر آتا ہے۔ لیکن آپ کی سب سے معروف کرامت "سنت مصطفیٰ ﷺ" کا ایسا حسین نقشہ پیش فرمایا کہ اس پر آنے والی نسلیں تا قیامت جتنا فخر کریں کم ہے۔ آپ نے ایک آن بھی سنت نبوی ﷺ کی خلاف ورزی برداشت نہیں کی۔ آپ صحیح معنوں میں عاشق الرسول ﷺ ہیں۔ آپ کا مزار فیض آثار "شرف پور شریف" (شیخوپورہ میں دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقائد و نظریات میں کافی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ آپ نے بھی عقائد حقہ کی سختی سے پاسبانی فرمائی۔ آپ کی مسجد کے محراب پر بھی لکھا ہوا ہے۔ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔"

مولانا محمد صابر نسیم مستوی لکھتے ہیں: "شیخ وقت حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ السبحانی کی زیارت ہوئی۔ میاں صاحب نے دریافت کیا حضور! اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ ارشاد فرمایا۔ "بریلی میں احمد رضا"۔

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بریلی شریف بھی گئے تھے، واپس پر آپ نے بابا شیخ محمد عاشق مونگہ مرحوم کو فرمایا۔ "عاشقا! میں بریلی شریف گیا تھا، جب میں وہاں پہنچا تو مولانا احمد رضا خان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) درس دے رہے تھے۔ یار! جب میں نے بیٹھ کر ان کا درس سنا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جو بھی حدیث شریف بیان کرتے ہیں وہ براہ راست حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر بیان کرتے ہیں۔" (ملخصاً)

امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام خراسان رحمۃ اللہ علیہ کی فکری و عملی ہم آہنگی

پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ☆

مختلف ادوار میں جب امت مسلمہ کو اندرونی و بیرونی خطرات لاحق ہوئے اور دشمنانِ دین نے اسلام کی چار دیواری کو منہدم کرنے کی کوششیں کیں تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے امت محمدیہ میں ایسے مجددین پیدا فرمائے جو اس دین کی دیواروں کے محافظ و نگہبان بن گئے اور اسلام اپنی حقیقی شکل میں دوبارہ نکھر کر سامنے آگیا۔ ان مجددین میں تاجدار اہل سنت، آفتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، امام الفقہاء، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی کی خدمات اس قدر نمایاں ہیں کہ اگر آپ عقائد اہل سنت وجماعت کی بروقت تائید وحفاظت اور اصلاح کا کام سرانجام نہ دیتے تو بہت سے ممالک کی طرح آج ہندو پاک میں اصلی اہل سنت کا بھی نام ونشان نہ ہوتا۔ یہ ان کی جدوجہد اور خدمت اسلام کا نتیجہ ہے کہ آج اہل سنت کی پہچان آپ کے نام کے ساتھ لازم و ملزوم ہو چکی ہے اور اس حقیقت سے بہت کم اہل سنت بھی آگاہ ہیں کہ فقہ حنفی اور عقائد ماتریدیہ کے مرقع کو آج ان کے نام کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب فتنہ اسمٰعیل دہلوی اور فتنہ وہابیت نے اپنا اثر دکھایا اور گمراہی اور بدعقیدگی کا زور ہونے لگا، شانِ رسالت میں تنقیص پیدا کی جانے لگی، اور ان گمراہ کن عقائد کو عین ایمان کہا جانے لگا اور دین حق میں واضح رخنہ اندازیاں ہونے لگیں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے آگے بڑھ کر اصل عقائد اہل سنت کی شکل وصورت کو مسخ ہونے سے بچانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا اور عقائد کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا دشمنانِ اسلام کے

☆ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول، اسلام آباد

ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا، جس کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کا صاف وشفاف اور نکھرا چہرہ دنیا کے سامنے اس خوبصورت انداز میں آگیا کہ نہ صرف اہل سنت و جماعت کی سچائی واضح ہوگئی بلکہ اسلام کے حقیقی انوار ساری دنیا پر برسنے لگے اور سارے عالم کو آپ کی وجہ سے حق و باطل کی پہچان ہوگئی۔

جب عرب میں اور بالخصوص حرمین شریفین میں اس فتنہ نے جڑیں پکڑنا شروع کیں تو اس کی بروقت بیخ کنی کے لئے آپ نے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف "حسام الحرمین" لکھی جس کے ذریعے ان خرابیوں کا ایسا مدلل اور جامع جواب لکھا کہ دین حق و اہل سنت کی حمایت میں لکھی گئی کتاب پر دنیائے اسلام نے خراج عقیدت پیش کیا نہ صرف حرمین شریفین بلکہ برصغیر کے وہ فتنہ پرور بھی اپنے عقائد سے رجوع کرنے اور اپنے عقائد مذمومہ سے ہٹتے ہوئے صفائیاں پیش کرتے دکھائی دینے لگے۔ اسی وجہ سے آپ مسلک حقہ اہل سنت و جماعت میں درجہ امامت پر فائز ہوئے اور مسلک اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کردیا۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

موجودہ دور میں جب اسی طرح کی بدعملی اور بدعقیدگی کی تیز وتند آندھی چلی جس کا اثر آج بھی پاکستان مخالفین شرپسندوں کی صورت میں ساری دنیا کے سامنے ہے اور وہ ملک دشمن عناصر جو خودکش بمبار بن کر آج معصوم اہل وطن کو تباہ و برباد کر رہے ہیں سب سے پہلے اس ناسور کی نشاندہی وقف اسرار شریعت، شناور بحر طریقت مجدد عصر رواں محبوب سبحان، امام خراساں حضرت اخوند زادہ سیف الرحمٰن پیراچی مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور بتایا کہ یہ دین اور ملک کے دشمن ہیں ان کی بروقت سرکوبی نہ کی گئی تو امت مسلمہ کے لئے انتہائی مہلک ثابت ہونگے اور تاریخ نے ثابت کیا کہ آپ کی یہ بات بالکل سچ ثابت ہوئی۔

اس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں بدعملی کا عفریت، سنت رسول سے بیزاری اور مغربی تہذیب سے اپنائیت ایک طرف اپنے انتہاء کو پہنچی تو دوسری طرف دین کے نام پر گمراہی خصوصاً جبریہ عقائد کی فراوانی نے امت کو اپنے دام میں جکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ مربی محبوب سبحان مجدد دوراں حضرت اخوند زادہ فقیر سیف الرحمٰن قدس سرہ العزیز کو عقائد و نظریات اہل سنت کی آبیاری کے لئے منتخب فرمایا کہ آج امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان

Scanned with CamScanner

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی عملی تصویر حضرت سیدنا و مرشدنا و مولانا محبوب سبحان اخوندزادہ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں مریدین و منسلکین ہر سو گھر گھر گلی گلی عقائد و نظریات اہل سنت کی خوشبو بکھیرتے نظر آرہے ہیں۔ آج ان حضرات کی محافل میں "یا رسول اللہ کی کثرت" اور "دشمن احمد پہ شدت" روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اسی چیز سے متاثر ہو کر شہزادہ امام اہل سنت تاج الشریعہ الشیخ توصیف رضا خان دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے عالیہ دورہ پاکستان میں حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اکمل و ارشد خلیفہ شیخ المشائخ غوث جہاں حضرت میاں محمد سیفی اطال اللہ حیاتہ کے آستانہ عالیہ تشریف لاتے ہوئے کیا خوبصورت بات فرمائی۔

"مجھے ایسا لگا جیسے میں اپنے گھر آ گیا ہوں۔"

غلط فہمیاں پیدا کرنے میں بعض لوگ ید طولیٰ رکھتے ہیں ان کی انتہائی کوشش تھی کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت اخوندزادہ مبارک میں تفریق پیدا کی جائے اور ثابت کیا جائے کہ یہ کوئی علیحدہ عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ حقیقت شناس نگاہوں پر عیاں ہو رہا ہے حق کا منبع ہمیشہ ایک ہوتا ہے چاہے دونوں کناروں کی آپس میں شناسائی بھی نہ ہو۔

اپنے اپنے زمانے کی ان دونوں بے مثال و باکمال ہستیوں کے عقائد، جدوجہد اور اثرات میں انتہا درجہ کی مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے اگر کوئی کمی ہے تو صرف عقل سلیم اور زاویہ نگار کو درست کرنے کی اللہ تعالیٰ سب کو صراط مستقیم نصیب فرمائے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کا خلاصہ یا جوہر نکالا جائے تو اس پر حقیقی عمل پیرا اور کاربند سرکار اخوندزادہ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ہو جبکہ آپ کی تصوف و طریقت کی خدمات کے عشر عشیر تک بہت کم لوگ پہنچ پائے ہیں۔

عشق رسول کی شمع جو امام اہل سنت نے اپنے خون جگر سے امت محمدیہ کو راہ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے جلائی تھی آج الحمد للہ حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و منسلکین اس روشنی کو آپ کے صاحبزادگان والاشان اور خلفائے عظام کی سرپرستی میں لئے ہر طرف راہ مستقیم پر عقائد و نظریات اعلیٰ حضرت کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے عشق کو امت میں سلامت رکھے کہ یہ نہ صرف امت کی نجات و فلاح کا ذریعہ ہے بلکہ عین ایمان ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور
شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۰۷ھ۔۱۳۸۷ھ

شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی میں اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامات بزرگ، سراپا رشد و ہدایت شیخ طریقت، کتاب و سنت کے نہایت پابند بزرگ، زبردست متبع شریعت اور مشہور و معروف عابد و زاہد تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ حمایت حق اور دین و ملت کی اشاعت و تبلیغ میں گزرا۔ آپ کو علم دین و علماء دین سے حد درجہ محبت اور بے پناہ عشق تھا اس لئے اپنے وطن براؤں شریف میں "دارالعلوم فیض الرسول" کے مبارک و مقدس نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی جو آج پورے عالم اسلام میں نمایاں اور امتیازی خصوصیات کی بنا پر قابل فخر شہرت و مقبولیت کی حامل ہے۔ اسلام اور سنیت کی شاندار خدمات کا تذکرہ صبح قیامت تک ہوتا رہے گا اور ایک عالم آپ کے تذکرہ سے ہمیشہ سبق حاصل کرے گا۔ آپ کا مزار پاک براؤں شریف (انڈیا) میں زیارت گاہ خلائق اور فیض بخش خاص و عام ہے۔

شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے بے پناہ عقیدت تھی اور مسلک اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) پر نہایت تصلب و ثابت قدمی کے ساتھ کاربند تھے۔ آپ کی مسلک اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) سے عشق و وارفتگی کی یہ کیفیت تھی کہ براؤں شریف کے سالانہ اجلاس ربیع الاول شریف وغیرہ میں جو کتب فروش اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتابیں لے کر آتے، آپ ان سے سینکڑوں کی تعداد میں خرید کر ضرورت مندوں میں تقسیم کرا دیتے۔

ہندوستان کے مزارات اولیاء کی حاضری کے تاریخی اور نورانی سفر میں جب آپ

بریلی شریف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو فاتحہ خوانی کے وقت آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوتی، آنکھیں بند تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، اس واقعہ کو خود حضرت شاہ صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے مزار پاک پر حاضری و فاتحہ خوانی کے وقت مجھ پر ایک گہری کیفیت طاری ہوگئی تھی، جس کا نقشہ میں الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا، عارف باللہ، عالم باعمل، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجدد دین وملت کو اس عالم میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔"

(امام احمد رضا کاملین کی نظر میں...... صفحہ ۷۶ تا ۷۸)

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا ۔۔۔ دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے ۔۔۔ یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یا غرض سے چھٹ کے محض ذکر کو ۔۔۔ نام پاک اُن کا جپا پھر تجھ کو کیا
بے خودی میں سجدۂ دریا طواف ۔۔۔ جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا
ان کو تملیک ملیک الملک سے ۔۔۔ مالکِ عالم کہا پھر تجھ کو کیا
ان کے نام پاک پر دل جان و مال ۔۔۔ نجدیا سب تج دیا پھر تجھ کو کیا
یعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے ۔۔۔ اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب ۔۔۔ تو نہ اُن کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
لَا یَعُوْدُوْن آگے ہو گا بھی نہیں ۔۔۔ تو الگ ہے دائما پھر تجھ کو کیا
دشتِ گردو پیش طیبہ کا ادب ۔۔۔ مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی ۔۔۔ یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں ۔۔۔ ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض ۔۔۔ ہم ہیں عبدِ مصطفےٰ پھر تجھ کو کیا

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

عظمتِ ابرار نمبر

دوسرے کیمپ سے ایک گواہی

☆ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابوالاعلیٰ مودودی

Scanned with CamScanner

یا اللہ جل جلالہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام آباد میں عظیم الشان ایمان افروز، روح پرور

ہفتہ وار محفل ذکر

جمعۃ المبارک.....نماز تا عصر ● اتوار.....عصر تا عشاء

بفیضان نظر
امیر شریعت و طریقت قیوم زماں محبوب سبحاں امام خراساں
حضرت اخوندزادہ
پیر سیف الرحمٰن مبارک پیر ارچی وخراسانی رحمۃ اللہ علیہ

بفیضان کرم
غوث جہاں قطب دوراں شیخ العلماء
حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی دامت برکاتہم العالیہ

زیر صدارت
حضرت پیر طریقت رہبر شریعت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی مدظلہ العالی

خدام سلسلہ عالیہ سیفیہ

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ

(ترنول) اسلام آباد

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مولانا مودودی کا اعتراف عظمت

بانی جماعت اسلامی پاکستان جناب سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کے متعلق کوئی تفصیلی تاثر یا پیغام پیش نہیں کر سکتا۔ میری صحت ایک عرصے سے خراب چلی آ رہی ہے اور گزشتہ چند روز سے میری طبیعت بہت تھکی محسوس کر رہی ہے کیونکہ میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ اور تحریک جمہوریت کے اجتماعات میں مسلسل شامل رہا ہوں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ نزاعی مباحث کی وجہ سے جو تلخیاں پیدا ہوئیں اور جن کا ذکر آپ نے خود بھی دعوت نامے میں کیا ہے وہی دراصل ان کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر پردہ ڈالنے کی موجب ہوئی ہیں۔ جن بزرگوں کی تحریروں کے باعث بحث و مناظرہ کی ابتدا ہوئی وہ تو اب مرحوم ہو چکے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے مگر افسوس ہے کہ جو تلخی اور گرمی آغاز میں پیدا ہوئی دونوں طرف سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

آپ حضرات جنھوں نے مولانا مرحوم سے کسب فیض حاصل کیا ہے آپ کا یہ کام ہے کہ آپ ان تلخیوں کو دور کرنے اور اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کریں اور اختلافی مسائل میں مباحث سے بچتے ہوئے مولانا مرحوم و مغفور کے مثبت اسلامی افکار و نظریات سے عامۃ المسلمین کو روشناس کرائیں۔

Scanned with CamScanner

جامع مسجد
انوار مدینہ

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ

فضل حق کالونی نزد واپڈا اوئیر ہاؤس چونگی امرسدھو لاہور

جامعہ محمدیہ سیفیہ (للبنات وللبنین)

محفل برائے خواتین: اتوار 11 بجے تا نماز ظہر

محفل برائے حضرات: اتوار محفل مغرب تا عشاء

ماڈل ٹاؤن لنک روڈ فیز III گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی گلی نمبر 17 جامع مسجد غوثیہ

محفل ہر منگل بعد نماز مغرب تا عشاء

اے اللہ! ہمارے شیخ و پیشوا پیر طریقت، رہبر شریعت، شیخ الشیوخ، طبیب روحاں خواجۂ خواجگاں۔

پیر میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ العالی کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمرِ خضری عطا فرما: آمین

اپیل مخیّر حضرات سے مدارس دینیہ کے ساتھ مالی تعاون کی اپیل ہے

پیر طریقت صوفی مطلوب احمد محمدی سیفی

0333-4250598, 0321-4059300

عظمتِ ابرار نمبر

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور اربابِ بصیرت

☆ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ ....

(ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

☆ اعلیٰ حضرت کا منہج انقلاب ....

(حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ)

☆ امام احمد رضا ــــ ایک ہشت پہلو شخصیت ....

(پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)

☆ امام احمد رضا دیارِ قدس میں ....

(پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)

☆ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ....

(میاں عبدالرشید، نوائے وقت)

یا اللہ جل جلالہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے آپ بھی اطمینانِ قلب کے لیے ذکرِ الٰہی کی طرف رجوع کریں

ہفتہ وار محفل

بدھ نماز مغرب تا بعد نماز عشاء تک

بفیضانِ نظر
امیرِ شریعت و طریقت قیوم زماں محبوبِ سبحاں امام خراساں
حضرت اخوندزادہ
پیر سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
پیر ارچی و خراسانی

بفیضانِ نظر
غوثِ جہاں قطبِ دوراں شیخ العلماء
حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی دامت برکاتہم العالیہ

زیرِ صدارت
پیرِ طریقت رہبرِ شریعت
حضرت الحاج صوفی غلام مرتضےٰ سیفی مدظلہ العالی

بمقام: آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ بادشاہی روڈ..... گجرات

خدام
مکتبہ سیفیہ
مدنی پلازہ بامقابل کاروانِ محمدیہ سیفیہ، گجرات
0321-6202022, 0333-8484148, 0533-525831

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

جو شخص برصغیر پاک و ہند کی ماضی قریب کی تاریخ سے واقفیت رکھتا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ یہ عرصہ کتنا پُر آشوب اور ہنگامہ ہائے رستاخیز سے معمور تھا۔ انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل میں اس کے عصری حالات جو فیصلہ کن اثر ڈالتے ہیں وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اپنے عصر کے تقاضوں سے منفعل اور متاثر ہوتے اور بعض لوگ خود ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کی زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے زمانہ کے احوال سے صرف نظر قطعاً مستحسن نہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کو سمجھنے کے لئے آپ کے عہد کے مزاج کو سمجھنا اور ان تاریخی عوامل کا جائزہ لینا ازحد اہم ہے، جو اس وقت کارفرما تھے۔

ذرا چشم تصور کو وا کیجئے اور دیکھئے کہ افق ہند پر ایک ہزار سال تک درخشاں رہنے کے بعد اب مسلمانوں کا آفتاب اقبال غروب ہوا چاہتا ہے۔ بابر اور اورنگ زیب کی اولاد اب شمشیر و سناں سے راہ و رسم توڑ چکی ہے اور طاؤس و رباب پر فریفتہ ہونے لگی ہے جہاں جوانوں کا خون گرمانے کے لئے رجز پڑھے جاتے تھے وہاں اب عصمت فروش رقاصائیں اپنی پائلوں کی جھنکار سے غیرت و حمیت کے جذبات کو لوریاں دے رہی ہیں۔ جہاں مائیں بچوں کو خالد و طارق کے قصے سنا کر پروان چڑھاتی تھیں، وہاں اب عشق و حسن کی بدمستیوں کی کہانیاں وجہ تسکین خاطر اور باعث گرمی محفل بن گئی ہیں۔ روحوں کی پاکیزگی، حوصلوں کی بلندی اور عزائم کی پختگی کو عیش و عشرت کی دیمک نے چاٹ کر کھوکھلا کر دیا ہے۔ جن کے آباؤ اجداد کے نام سن کر اغیار کے دل لرز لرز جایا کرتے تھے، آج لال قلعہ کی مضبوط اور سنگین دیواریں، اور گہری خندقیں بھی دشمنوں کی یلغار سے انہیں پناہ نہ دے سکیں۔ ملک کے طول و عرض میں ہر طرف فتنہ و فساد کے شعلے

بھڑک رہے ہیں۔ طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ ایک مملکت سینکڑوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی ہے۔ کہیں مرہٹوں کی بربریت نے کہرام مچا رکھا ہے اور کہیں سکھوں کے وحشیانہ مظالم سے قیامت برپا ہے۔ مغل اقتدار راس کماری اور درۂ خیبر سے سمٹ کر قلعہ معلیٰ میں محصور ہو گیا ہے۔

انگریز اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان پر اپنی گرفت دن بدن مضبوط کرتے جا رہے ہیں۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک صوبہ اور ایک ایک ریاست ان کے زیرِ نگیں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ان المناک حالات میں اسلامی حمیت نے پھر جھرجھری لی۔ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے نعرۂ جہاد سے سارا ہندوستان گونج اٹھا۔ فرنگی استعمار کا مقابلہ کرنے کے لئے علمائے حق کفن بدوش، سر بکف میدان عمل میں اتر آئے۔ ہندوستان کا ہر قابل ذکر شہر میدان کارزار بن گیا اور شمع آزادی کو روشن رکھنے کے لئے مسلمانوں نے بے دریغ قربانیاں دیں، لیکن جاہ طلب اور مصلحت اندیش امراء کی غداری اور صحیح فوجی قیادت کے فقدان کے باعث ملک و ملت کے سرفروش مجاہدین کی یہ کوشش برآور نہ ہو سکی۔ فاتح انگریز کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اور جنگ آزادی کے سپاہیوں کو چن چن کر تہ تیغ کیا جانے لگا۔

چونکہ آزادی کا صور اسرافیل پھونکنے والے، جہاد کے نقارہ پر پہلی چوٹ لگانے والے میدان جنگ میں کفر و باطل کو للکارنے والے، اکثر و بیشتر علمائے اہل سنت اور ان کے پیروکار تھے، اس لئے انتقام کے شعلے انہیں کی طرف لپکے۔ انگریز کی آتش غضب انہی کے خرمن امن و عافیت کو خاکستر بناتی رہی۔ حریت کیش مجاہدین کو سزا دینے کے لئے جگہ جگہ فوجی عدالتیں قائم کی گئیں۔ چند سفاک اور خون آشام لوگوں کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ مردان حر کو جنہوں نے خوشی سے غلامی کی بیڑیاں پہننے سے انکار کر دیا تھا، جو چاہیں سزا دیں۔ ان کا سفاک قلم عدل و انصاف کے سارے تقاضوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ جلیل القدر فضلاء کو، جن کی نظیر مادر گیتی بار بار پیدا نہیں کرتی، عبور دریائے شور کی سزا دی جاتی ہے۔ سینکڑوں کو جلاوطن کر دیا جاتا ہے۔ ہزاروں علمائے کرام کو درختوں کے تنوں سے باندھ کر گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔

فطرت بڑی کفایت شعار ہے۔ دیدۂ بینا اور عقل رسا کی نعمت ارزاں اور عام نہیں ہوتی۔ برسوں کی تگ و دو کے بعد کہیں کوئی مرد حکیم بزم آرا ہوتا ہے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ایک عالم ربانی کے اٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہوتا ہے۔ یہاں تو سینکڑوں نابغہ روزگار ہستیاں بڑی بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دی گئی تھیں۔ ان کی شہادت اور جلاوطنی سے ایک ناقابل تلافی اور ہولناک خلا کا پایا جانا ایک قدرتی امر تھا۔ قوم اپنے ذہنی ارتقاء، علمی نشوونما، تہذیبی اقدار کی حفاظت اور اپنے عقائد کے تحفظ کے لئے علماء کی محتاج ہوتی ہے۔ جب تک قوم میں ایسے مردان حر موجود ہوتے ہیں جن کی نگاہیں حقیقت شناس اور زبانیں حق گوئی میں بے باک ہوتی ہیں تو کوئی فتنہ قوم کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ ادھر کوئی فتنہ کھڑا ہوا، ادھر ان کی تلوار بے نیام ہوئی اور بجلی بن کر گری اور اس فتنہ کو خاک کا ڈھیر بنا دیا، لیکن جب ایسے نفوس سے قوم کی بزم خالی ہو جاتی ہے تو ہر بہروپیے کو کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنی شاطرانہ چابکدستی سے لوگوں کو اپنے دامن تزویر میں پھنسا لیتا ہے۔ جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد ملت اسلامیہ کو اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس طوفان نے ان دہکتے ہوئے ان گنت چراغوں کو گل کر دیا جن سے رشد و ہدایت کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ہر طرف مایوسی اور اداسی کے اندھیرے چھا گئے، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

اہل نظر کو ایک بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ انگریز کا ہندوستان پر تسلط فوجی قوت کی بالادستی میں محدود نہ تھا، بلکہ ان کے ہمرکاب ان کی مادی ترقی کی مبالغہ آمیز داستانیں بھی تھیں۔ ان کے ساتھ سائنس کے جدید اور تعجب خیز انکشافات بھی تھے۔ ان کے پاس صنعتی اور فنی محیر العقول ایجادات بھی تھیں۔ مزید برآں وہ ایک ملحدانہ فلسفۂ حیات بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ان میں سے ہر ایک چیز مفتوح اور مغلوب قوم کے متاع ہوش و خرد کو لوٹ لینے کے لئے کافی تھی۔ دشمن بڑے مہلک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر یہاں آیا تھا اور یہاں اس کی دعوت مبارزت کو قبول کرنے والے اور اس کی نخوت و رعونت کو خاک میں ملانے کا دم خم رکھنے

Scanned with CamScanner

والے یا تو اپنی پر انوار مرقدوں میں آرام فرماتے یا اسیران زندان جفا۔ میدان خالی تھا۔ انگریز نے اسلامی حکومت کا چراغ گل کرنے کے بعد انھیں دولت دین و ایمان سے محروم کرنے کا بھی عزم بالجزم کرلیا، کیونکہ ملت صالح اور حکیمانہ قیادت سے محروم ہو چکی تھی۔ اس لئے بعض نوجوانوں کو جن میں حکمت کی متانت کم اور جوش وخروش زیادہ ہوتا ہے انگریز نے اپنے دام فریب میں آسانی سے اسیر کرلیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسی کھیتی تیار ہوگئی جن کے قلب ونظر کو اغیار کی عشوہ طرازیوں نے اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ برملا اسلامی تعلیمات کا استخفاف کرنے لگے۔ دین کے اصول، دین کے مسلمات کا انکار ان کے لیے قطعاً کوئی اہم بات نہ رہی۔ انھیں اپنے اسلامی تمدن سے بھی گھن آنے لگی۔ وہ اپنے تاباں ماضی سے بھی نفرت کرنے لگے اور اپنے اسلاف کرام سے قطع تعلق کرنے میں ہی اپنی عزت اور توقیر سمجھنے لگے اور خود خوشامد پسند کاسہ لیسوں کے سرخیل ہوتے ہوئے ان پیکران استغناء واستقامت پر حملق پیشگی اور شاہ پرستی کی تہمت لگانے لگے، جن کی سیر چشمی اور بے نیازی کی قسم فرشتے بھی کھا سکتے ہیں۔

غرضیکہ ہر وہ چیز جو اسلام کے تقدس اور روحانی عظمت کی آئینہ دار تھی، اس کو بے توقیر اور بے وقعت کر دینے کی کوشش کو خدمت اسلام کا نام دیا جانے لگا۔ عظمت اسلام کو ہدف طعن بنانے کی خدمت وہ نوجوان انجام دینے لگے جو ملت کی امیدوں کا مرکز اور خوابوں کی تعبیر بننے کی اہلیت رکھتے تھے۔ شجر اسلام کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے وہ لوگ پیش پیش تھے جن کے آباؤ اجداد نے اپنے خونِ ناب سے اسے سینچا تھا۔

غمی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشہ کن کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

نور دیدۂ پیر کنعان، چشم زلیخا کو کیوں روشن کرنے لگا؟ اپنوں سے کٹ کر بیگانوں سے محبت کی پینگیں کیوں بڑھانی شروع کر دیں؟ ضروریات دین اور مسلمات پر اس کا یقین کیوں متزلزل ہوگیا؟ آیات قرآنی کی بے جا تاویلات بلکہ تحریفات کی جرأت اس میں کیوں پیدا ہوگئی؟ یہ سوالات اتنے غیر اہم نہیں ہیں کہ ان سے پہلوتہی کر کے انسان آگے گزر جائے، بلکہ یہ ہر مخلص مسلمان کے لئے دعوت فکر ہے جن پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ میرے نزدیک اس کے کئی اسباب تھے۔ سیاسی ادبار کے بعد احساس کمتری، جدید

فاتح قوم کی مادی قوت، علمی سربلندی اور دل ونظر کو مسحور کر دینے والے افکار ونظریات اور ایسے علماء کا فقدان، جو ان عوامل ومحرکات کی طغیانیوں کے سامنے سدِ سکندری بن کر کھڑے ہونے کی ہمت رکھتے ہوں۔ ان کے علاوہ ایک ایسی تحریک، جس نے مسلمانوں کے دل سے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کے نقوش دھندلا دینے کے بعد محبت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے چشمۂ فیاض کو گدلا کرنے کی مساعی کو دین حق کی صحیح خدمت خیال کرلیا۔ جب آنکھیں خاک مدینہ ونجف سے سرگیں نہ ہوں تو دانشِ فرنگ کے جلوے اسے بہ آسانی خیرہ کر لیتے ہیں۔ جب دل محبوب رب العالمین ﷺ کے صہبائے عشق سے سرشار نہ ہو تو نفس کی ہوسناکیاں اسے بآسانی بدمست کر سکتی ہیں۔ جب ذہن کی لوح پر عظمت مصطفیٰ ﷺ کا نقش، جلی قلم سے مرقوم نہ ہو تو اس لوح پر آپ کوئی سا نقش بھی کندہ کر سکتے ہیں۔ جب سرور عالم وعالمیان ﷺ سے بندۂ مومن کا رشتۂ عقیدت ٹوٹ جائے تو اس کو ہر صیاد اپنا نخچیر زبوں بنا سکتا ہے۔

سیاسی ادبار کے ساتھ ذہنی اور فکری اتحاد بھی پارہ پارہ ہونے لگا۔ وہ اساس محکم کمزور ہونے لگی جس کے سہارے فکر اسلام حوادثات دہر کا مقابلہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایسی چیزیں بھی ظہور پذیر ہونے لگیں جن کا تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان میں سے ہی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

دین کے ایک ایک مقصد سے برملا غداری کی۔ جہاد کو حرام کر دیا۔ اتنی جسارت کے باوجود اسی ملت میں سے اسے اپنے حواری تلاش کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہوئی۔ جو سانحہ اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں رونما نہیں ہوا تھا، وہ انگریزی اقتدار کی گرفت مضبوط ہوتے ہی وقوع پذیر ہوگیا۔

ان حالات میں بریلی کے ایک معزز خاندان میں ایک روح ارجمند تشریف فرما ہوئی، جس کے مقدر میں ان تمام داخلی اور مذہبی فتنوں سے نبرد آزما ہونا رقم تھا اور پیکر حسن وجمال، مصدر جود ونوال، منبع فضل وکمال اور مرکز عشق ومحبت ﷺ سے ملت کا رشتۂ عقیدت ونیاز مندی استوار کرنا تھا۔ رحمت الٰہی نے بڑی فیاضی سے انھیں بے نظیر صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ بلا کا حافظہ، ذہن وقاد، طبع رسا، اقلیم فصاحت وبلاغت کی

سروری۔ قدرت کے یہ وہ عطیے تھے جن میں سبقت تو کجا، کوئی ہمسری کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی متداول اور غیر متداول علم و فن ایسا نہ تھا جس میں آپ کی قابلیت کا لوہا نہ مانا جاتا ہو۔ علوم دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں، لیکن ریاضی، تکسیر اور نجوم وغیرہا علوم جن کے مبادیات سے بھی اکثر فضلاء بے خبر ہوتے ہیں ان علوم میں آپ کے تبحر مہارت کا یہ عالم تھا کہ چوٹی کے ریاضی دان مشکل سے مشکل مسائل حل کرانے کے لئے آپ کی بارگاہ کا رخ کیا کرتے تھے اور جن مسائل کو وہ لاینحل قرار دے چکے ہوتے، آپ اشاروں میں حل کر انہیں محو حیرت کر دیتے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنے زمانے میں ریاضی کے مسلم ماہر تھے۔ حضرت مولانا شاہ سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ریاضی کے چند مسائل میں متفکر ہیں اور وہ حضرت سے مل کر ان کا حل دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اجازت ہو تو شرف باریابی حاصل کریں۔

اعلیٰ حضرت نے بصد مسرت اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب چند روز بعد بریلی تشریف لے گئے۔ نماز عصر کا وقت تھا نماز ادا ہوئی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت اپنی مسند پر تشریف فرما ہوئے اور سلسلۂ گفتگو شروع ہوا۔ دوران گفتگو اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دائرے کے اشکال بنے ہوئے تھے، ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا، جس کو دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور بولے کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے بارہا غیر ممالک کے سفر کیے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو اس وقت طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر یہ فرمائیں کہ اس فن میں آپ کا استاد کون ہے؟ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم کے چار قاعدے اس لئے سیکھ لیے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ اس میں اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو؟ مصطفیٰ پیارے ﷺ کی

بارگاہ سے یہ علوم تم کو از خود سکھا دیے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار دو عالم ﷺ کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کا ذکر چل پڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا بس صرف تیسری قوت تک کا سوال حل کیا جا سکتا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے سید قناعت علی اور سید ایوب علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دونوں بچوں کو کچھ قاعدے سکھا دیے ہیں۔ آپ انہیں جس قوت کا سوال دے دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بچے حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب محو حیرت ہو کر دونوں بچوں کا منہ تکنے لگے۔

یہ بے مثل فہم و ذکاء، یہ بے نظیر علم و فضل اور یہ گونا گوں صلاحیتیں قدرت نے کسی خاص مقصد کی تکمیل کے لئے ارزاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ آپ نے پونے چودہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تکمیل فرمائی اور اس کے بعد تدریس و تالیف و تصنیف، وعظ و ارشاد، ریاضات و مجاہدات، ان فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہوئے اور آخری دم تک بڑی جرأت، ہمت اور بے باکی کے ساتھ اسلام کے دفاع میں مصروف رہے۔ کوئی فتنہ ہو، اس نے کہیں سر اٹھایا ہو، احمد رضا کا قلم اس پر صاعقہ بن کر گرتا اور اسے خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتا۔ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں، بہتان تراشیوں کے طوفان اٹھے، لیکن اسلام کا یہ نڈر اور بے باک سپاہی حضور رحمت عالم ﷺ کا عاشق صادق بلا خوف لومۃ لائم سینہ سپر رہا۔ کسی موقع پر نہ اس میں لچک پیدا ہوئی اور نہ پائے استقامت ڈگمگایا۔ آپ کی ساری زندگی حضرت حسان کے اس شعر کی آئینہ دار رہی۔

فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

(تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ صفحہ ۳۹۶ مطبوعہ دار الفکر)

یہ درست ہے کہ آپ کا اصل میدان عمل، دین اور علوم دین کی خدمت کرنا تھا اور آپ کا طبعی رجحان سیاست کی طرف نہ تھا، لیکن آپ کی ایمانی بصیرت اور مومنانہ فراست نے نہ آپ کو بعض لوگوں کی طرح انگریز کا حلقہ بگوش بننے دیا اور نہ کبھی ہندو کا دام زر دار انہیں اپنی گرفت میں لے سکا۔ آپ کے قلب مومن نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اسلامی غیرت اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتی کہ مومن گداگروں کی طرح غیر مسلم حکومت سے

Scanned with CamScanner

مراعات اور عطیات کی دریوزہ گری کرے اور نہ اسے یہ گوارا ہے کہ لالہ جی کے مکر و فریب میں دے دیں، جو شرف انسانیت سے بالکل بے بہرہ ہیں، لیکن جب قائداعظم علیہ الرحمۃ کی قیادت میں ملت مسلمہ نے پاکستان کو اپنی منزل مقصود قرار دیا تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ کے مکتب فکر سے وابستہ جتنے علماء و مشائخ، اساتذہ و طلباء، مدارس و خانقاہیں تھیں سب نے بلا استثناء اپنی کوششیں پاکستان کے حصول کے لئے وقف کر دیں اور اس کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ جس وقت پاکستان کا نام لینا ہزاروں مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف تھا، جبکہ میدان سیاست کے بڑے بڑے رؤسا اور نواب پاکستان کی حمایت میں ایک لفظ کہنا خودکشی کے مترادف سمجھتے، جب کہ بڑے بڑے مدارس کے فضلا قیام پاکستان کو اسلام کے مزاج کے خلاف یقین کرتے تھے، اس وقت ایک اعلیٰ حضرت بریلوی کا مکتب فکر تھا جس کے وابستگان نے چٹاگانگ سے پشاور تک اور سلہٹ سے کراچی تک پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ آپ کی ایمانی بصیرت کا فیضان تھا؟ یقیناً یہ آپ کے فیض نظر کی برکت تھی۔ یقیناً یہ آپ کے نور نظر کا اجالا تھا جس نے شک و شبہ اور تذبذب اور تردد کے سارے پردے چاک کر دیئے۔

آپ کی زندگی کے یہ چند سال، جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے منور ہے، جن کا لمحہ لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفیٰ علیہ اجمل التحیۃ والثناء سے معمور ہے، جو دو ہزار تالیفات کی تصنیف سے مشرف ہے، جو پند و موعظت اور ذکر و ارشاد کی محفلوں سے گونج رہا ہے، جو پھیلا تو کائنات کی پہنائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سمٹا تو عشق مصطفیٰ ﷺ بن کر رہ گیا۔ یہی آپ کا ایمان تھا کہ حب حبیب کبریا ﷺ جان اور روح دین ہے۔ اس کے پرچار میں آپ نے اپنی ساری عمر صرف کر دی۔ اس کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں وقف کر دیں۔

(مقالات ضیاء الامت...... صفحہ نمبر ۳۵۷ تا ۳۶۵...... مرتبہ: پروفیسر حافظ احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

اعلیٰ حضرت کا منہج انقلاب

امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے علامہ سید ریاض حسین شاہ کی خوبصورت اور منفرد تحریر

انقلاب انسانی زندگی کی معاشرتی ضرورت ہے اور ہر دور بذات خود اس امر کا متقاضی رہا ہے کہ اس معاشرتی ضرورت کی تکمیل کے لئے کچھ ذہن متحرک ہوں تا کہ انسانی اعلیٰ قدریں جو شجر کی طرح نامیاتی وجود رکھتی ہیں کہیں سوکھ کر مر نہ جائیں۔ فطرت کا یہ مسلمہ اصول کہ انسانوں کی روحانی اور مادی ترقی و ارتقاء عروج اور معراج کے لئے فعال روحانی الذہن لوگ ہمہ دم اپنی بہترین صلاحیتوں کی روشنی میں کام کرتے رہیں تاریخ کے رگ و پے میں خون کی طرح متحرک ہے۔ حسن کے اس آسمان پر ان گنت ستارے درخشاں دکھائی دیتے ہیں۔ مہد فکر و نظر ان نور ماب موتیوں سے مالا مال دکھائی دیتی ہے۔ وجود کائنات اس آفاقی حقیقت کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ زمانہ خود جستجوئے انقلاب کے سر پر پھول نچھاور کر رہا ہے۔ وہ لوگ کتنے مقدس دکھائی دے رہے ہیں جو سماج کے تیرہ و تار شب و روز سے فردوس کشید نے کی فکر میں ہیں ان لوگوں کے عزم و ہمت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے انقلابی کردار سے انسانیت کو عرفان ہستی عطا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اصول ہوتی ہے ان کے اصول حسنِ ازل کی روشن کرنیں ہوتی ہیں وہ جس بستی میں ہوں نور و رحمت ہوتے ہیں، ان کا عمل اور ان کی سیرت دلنیز آدمیت پر نت نئے جہاں پیدا کرتی ہے۔ البتہ ایسے عظیم لوگ پودوں کی طرح نہیں اگتے زمانہ خاک چھانتا ہے تو پھر کوئی در شہوار ہاتھ لگتا ہے۔ نسیم طلب کی آفاق پیمائیاں نجانے کتنے چکر کاٹتی ہیں تو پھر حسن منزل کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ ہزاروں انسان آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو آتے ہیں اور پھر رہ جاتے ہیں۔ زمانہ انھیں تیوروں میں محفوظ کر لیتا ہے۔ تاریخ ان کے نام کی مالا جپتی ہے دل انھیں اپنی دھڑکنوں میں آباد کر لیتے ہیں۔ روشنیاں انھیں مہر درخشاں بنا دیتی ہیں، ذہن ان کا ورد کرتے ہیں اور فطرت انھیں اتنا ابھار دیتی ہے کہ زندگی اور موت ہر دو سے ماورا وجود و موجود اور حاضر و شہود کے ہر افق سے ان کا حسن دیکھنے کے لئے جھانکا جا سکتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ انہی عظیم انسانوں میں سے ایک جلیل القدر انسان تھے۔ مولانا یوں تو مفسر بھی تھے اور محدث بھی...... متقن بھی تھے اور مفتی بھی، محقق بھی تھے اور ادیب بھی......شاعر، خطیب، مورخ نجانے قسام ازل نے انہیں کن کن خوبیوں سے نواز رکھا تھا، لیکن اس دور میں جبکہ زندگی کی تمام آسائشیں موجود ہیں لیکن انسان مسلسل کرب اور اضطراب کا شکار ہے۔ فکری صلاحیتیں منتشر ہیں۔ ذوقِ علم تک رسائی صبر اور مصابرہ ہر دو سے محروم ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ بنانے کی حرص نے ہر ایک کو غیر محفوظ بنا دیا ہے۔ قیادتیں بہت ہیں لیکن قیادت کا فقدان ہے۔ مفکرین ان گنت ہیں لیکن فکر عنقا ہے۔ علاریت کے ذروں کی طرح ہیں علم سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جیسے ماوڑی جا چکا ہے۔ ادعا اور دعویٰ جیسے ساری تاریکیاں اسی منحوس بارود کے پھٹنے سے پھیلی ہوں۔ لائبریریاں کتابوں سے بھری جا رہی ہیں لیکن سکون کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مادیت کا جنوں، چڑیلیں بن کر انسانیت کو چمٹ چکا ہے...... اگر یہ سب کچھ بجا ہے تو یقین جانئے یہ آج کسی کل کا نتیجہ ہے اور ہر آج کسی کل کا بیٹا اور بیٹی ہوا کرتا ہے۔ گزرے ہوئے کل اور آنے والے کل کو آج سے صحیح طور پر مربوط کرنا ہی انقلاب ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان الفاظ کو آج کے کسی جھروکے میں معاصرانہ حسد کی آہ سرد تصور نہ کرے تو سوچ کر بہت سوچ کر بیسویں صدی کے حوالے سے وقت کے دامن میں بڑی احتیاطیں سجا کر لکھ دوں کہ امامِ انقلاب اور قائد انقلاب ایسے خوبصورت القاب برصغیر پاک و ہند کے اسی ہستی کو سزاوار ہیں جس کا نام احمد رضا فاضل بریلوی ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی چودھویں صدی ہجری کے ایک بے مثل عبقری تھے......آپ کو تیرہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کی ابتدا کرنے والے نابغۂ عظیم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا......ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھنے کا اعزاز بھی آپ رکھتے تھے......ایک باعظمت اور باوقار خاندان سے تعلق کی سعادت حاصل تھی......دینی اور دنیوی علوم پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی......طباع اور ذہین شاعر ہونے کی شہرتیں بھی آپ کے حصے میں آئی تھیں......زہد و اتقاء کے رنگ بھی آپ کی آنکھوں نے دیکھے تھے......عرفان و معرفت کی مے گلگوں نے بھی آپ کی حیات رحمت فروغ میں مستیاں بانٹی تھیں......آپ کے معجز قلم نے علوم و فنون کے ناقابل شکست ابواب کھولے تھے......آپ کی زبان حق آگاہ نے ان گنت ایوانوں میں لرزہ

طاری کیا تھا......آپ کی فکر رسا نے بحر بصارت سے انمول موتی اکٹھے کیے تھے۔ دشت کائنات میں علوم و معارف کے تیز رفتار وسائل احمد رضا کی سواریاں بن کر منزل حسن کو قریب سے قریب تر کرنے میں منہمک تھے۔ احمد رضا بہت کچھ تھے۔ ان کے حسن کے عکاس ہزاروں لفظ بن سکتے ہیں۔ آپ کی عظمتوں کا بیان نیرنگی اسلوب کے جدید پیکروں میں ڈھل سکتا ہے۔ ان سے عقیدت رکھنے والا قلم بے تاب شوخیوں کے مہ پارے تاریخ کے اوراق میں بکھیر سکتا ہے اور ان کی خوبیاں لکھنے والا مورخ فردوس حسن میں سنابل رحمت اگا سکتا ہے لیکن فی وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم احمد رضا...... فاضل احمد رضا...... محدث احمد رضا...... مفسر احمد رضا...... نعت گو احمد رضا...... عارف احمد رضا...... فقیہہ احمد رضا...... محقق احمد رضا...... مورخ احمد رضا کس چشمۂ حیات سے فیض یاب ہو چکا تھا جس کی مستیوں نے اسے صاحب نگاہ انقلابی بنا دیا تھا۔ ایسا صاحب نگاہ جس کا سکوت تہور کلام بن گیا......جس کی خاقانیت اجتماعیت کا شیرازہ ثابت ہوئی جس کی پر صولت آواز سے تاریخ کے بہرے کان کھل گئے......یاد رکھئے! احمد رضا نبی نہیں تھے، رسول نہیں تھے، صحابی نہیں تھے، بلکہ تابعی اور تبع تابعی بھی نہیں تھے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ جان کائنات ﷺ کے بعد کسی نبوت کے دعویدار کے منہ پر تھوکتے بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود ان پر افکار عالیہ کا نزول ہوتا تھا۔ انہوں نے خطرات کے سربستہ رازوں کو بے حجاب دیکھنے کا وسیلہ حاصل کر لیا تھا۔ وہ شبنم کے قطروں میں مقدس آیات کے جلوے دیکھنے والا راہی بن چکے تھے۔ ان کی مہم جوئیوں نے وہ آئینہ حاصل کر لیا تھا جس میں ماضی اور مستقبل دونوں کو بیک وقت دیکھا جا سکتا ہو ان کی محدود زندگی نے معرفت کا وہ مرحلہ طے کر لیا تھا جہاں رنگ بے رنگ، جانیں بے جان، زماں لا زماں اور مکاں لا مکاں دکھائی دیتے ہیں۔ عرفان کی دہلیز سے احمد رضا نے اپنی گود میں رحمتوں کے وہ پھول چنے کہ مستانہ وار جھوم جھوم کر اپنے پیچھے آنے والوں کو آواز ماری۔ آنے والو! بے حوصلہ نہ ہونا یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی منہاج حقیقت ہے۔ اسی سے تسخیر کائنات کی جا سکتی ہے۔ اسی سے دشت مسائل عبور کیا جا سکتا ہے اور پھر پیار سے اپنی مساعی حیات کا ظرف انسانیت کی جھولی میں انڈیل دیا۔ احمد رضا نے کیا دیا اور تاریخ نے کیا دیکھا یہ اہم عنوان ہے جس پر بڑی دقت سے کام ہونا چاہئے۔ امام شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

جس دور میں جی رہے تھے۔ اس دور کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ دماغ اور دل اور عمل کرنے والے اعضاء اپنے اصل وظیفۂ حیات سے محروم ہو جانے کی بناء پر فاسد ہو چکے تھے۔ اس دور کا منہاج انقلاب یہی ہو سکتا تھا کہ دل و دماغ اور قوائے عمل صحیح فکر، مناسب تعلیم، حقیقی عشق اور تقدیر بدل عمل کو منزل بنا کر اپنا رخ اس سمت موڑ دیتے۔ بظاہر یہ تصور حسین اور لطیف ہے لیکن حقیقت میں جبکہ انگریزی دور حکومت نے انگریزی اور عربی درسگاہوں کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ مسلمانوں کا اپنے ماضی سے تاریخی اور ارتباط کمزور پڑ چکا تھا جدید درسگاہوں میں اسلامی روایات کے خلاف طوفان بدتمیزی بپا تھا۔ علماء کی ایک خاصی تعداد انگریز کی خوش آمد کو اپنا ایمان بنا چکی تھی۔ اسلامی احکام پر ادیبوں کے لہجے معذرت خواہانہ بن چکے تھے۔ اس دور کی صحافت ایک مخصوص دائرہ میں محدود ہو کر رہ گئی تھی ایسے میں احمد رضا ملت کے آنگن میں شبنم کی طرح اترے۔ ان کی فکر بجلیوں کی طرح کوندی، ان کی سیرت نے دھنک کی طرح رنگ بانٹے ان کا فیض ساون کی طرح برسا۔ احمد رضا کا انقلابی کام افلاطونی طرز کا تھا نہ ہی ارسطوائی انداز میں ڈھلا تھا بلکہ یہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دنیا کے اکثر انقلابی اگر واپس دنیا میں آ جائیں تو وہ اپنے کئے ہوئے کام سے توبہ کر لیں لیکن احمد رضا اگر دنیا میں واپس آ جائیں تو وہ دیوانہ وار مستانہ وار اپنے ایک ایک کام، ایک ایک بات بلکہ ہر اقدام کو مکرر بجا لائیں اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ سوچا تھا، جو کچھ دیا تھا وہ تمیز النفس بن کر نہیں دیا تھا بلکہ ان کی راتیں، ان کے دن اور ان کی سیرت و کردار سب کچھ اس حسن میں ڈھل چلے تھے جس حسن کے بعد حسن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا......امام احمد رضا کا عقیدہ انقلاب سادہ سا ہے لیکن اسے تاریخی تسلسل کی نعمت حاصل ہے۔ "احمد رضا" کے وجدان و شعور میں یہ بات محرکی ہمت بن کر راسخ ہو چکی تھی کہ "ایمان" کے بغیر ہر انقلاب بے جان اور بے روح رہتا ہے احمد رضا کی زبان سے کروڑوں حروف صادر ہوئے۔ احمد رضا کے قلم نے ہزاروں لفظوں کے نقوش نذر قرطاس کئے۔ ان کی زندگی میں لمحے اور گھڑیاں ستارے بن کر چمکے لیکن احمد رضا ایمان کو نہ بھول سکے۔ ان کی انقلابی فکر جغرافیائی مدوجزر اور نشیب و فراز کو خاطر میں نہیں لاتی۔ بلکہ ان کا ایمان راستے تیار کرتا ہے، منزلوں سے ہمکنار کرتا ہے، وطن عطا کرتا ہے، اقتدار کی چابیاں ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ دریاؤں اور سمندروں

میں غوطہ زنیاں کرنے والوں کے جسم پر میل نہیں رہ سکتی اور تمیذ رسول کی فکر اور اس کا راستہ غلط نہیں ہو سکتا۔ احمد رضا کا ایمان انہیں رسول اکرم ﷺ کے دہلیز نور پر رکھتا ہے۔ گویا وہ سلسبیل جنت کے کنارے بستے ہیں اسی لئے ان کا منہاج، منہاج حق ان کی منزل، منزل حسن، ان کی راہ راہ مستقیم، اور اس کا مسلک مسلک ربانی رہتا ہے۔ احمد رضا چونکہ رب مصطفیٰ کو مانتے ہیں اس لئے ان کی توحید بھی غلطی نہیں کھاتی۔ ان کا اللہ جہاں ایک رہتا ہے بے نیاز ہوتا ہے وہاں وہ جھوٹ نہیں بولتا، خلف وعیدہ سے منزہ رہتا ہے۔ بہت سے لوگ اس دنیا میں ایسے ہیں جن کا ایمان بڑا عجیب ہے وہ اللہ کو اللہ مانتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کو رسول بھی مانتے ہیں لیکن ان کی زبان سے اگر چند دھیمے لفظ نکل جائیں اور ان کا قلم آوارہ ہو جائے اور ان کے خیال وادی نفسانیت میں بہک جائیں تو بھی ان کا ایمان ایمان رہتا ہے۔ لیکن احمد رضا تو گویا پل صراط سے گزر رہے ہوں اور جیسے پل صراط سے بھی وہ اکیلے گزر رہے ہوں اس لئے وہ جسے رب کہتے ہیں منزہ عن العیوب کہتے ہیں اور جسے رسول کہتے ہیں اسے معصوم عن الخطا کہتے ہیں ان کا علم، ان کی صلاحیتیں، ان کی شاعری، اور ان کا ادب، ان کا قلم اور ان کی زبان پھر اسی عقیدہ کے پرچار کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

احمد رضا کا ایمان مکمل اور مضبوط تھا۔ وہ محض مابعد الطبعیات، اور الٰہیات کی کتابوں کا انداز نہیں رکھتا۔ اس کے ہاں ایمان کا پیٹ محبت سے خالی ہو تو وہ ڈھول کی تھاپ اور سرنگی کی کیں کیں ہے۔ احمد رضا کے نزدیک انقلاب کا جوہر حقیقی محبت اور عشق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ کارگاہ حیات کا نظم محبت سے ہے۔ محبت نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہو، یہ رنگ تعمیر بھی ہے اور آہنگ معمار بھی۔ اگر حسن میں ناز اور جمال میں بانکپن ہے تو وہ بھی اسی لئے کہ کوئی چاہے اور کوئی محبت کرے گویا پھولوں کی لطافت، روشنیوں کی چمک، چمنستانوں کی آرائش، آسمانوں کی پہنائی سب کچھ محبت کا تڑپتا اظہار ہے۔ ریاضت سجدے، رکوع اور سعی و طواف سب محبت ہی کی بے تابیاں ہیں۔ احمد رضا نے محبت کے اس جوہر انقلاب تک رسائی حاصل کر لی تھی اس لئے وہ محبت کرتے بھی تھے اور محبت کی دعوت بھی دیتے تھے۔ ان کی حدائق بخشش، ان کا فتاویٰ رضویہ، ان کے رسائل اور ان کی سینکڑوں کتابیں اس جذبہ صادقہ کو مہمیز لگاتی نظر آتی ہیں۔ اس عشق کی پائیدار قدروں نے زندگی کو احمد رضا کے ہاں اتنا مقدس بنا دیا کہ عشق

Scanned with CamScanner

رسالت مآب ﷺ سے حزین زندگی رشک آیات نظر آتی ہے۔ احمد رضا رسالت مآب ﷺ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار بھی دیکھتے ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ ان کی نگاہیں قلب پر رہتی ہیں وہ ایک ادائے رحمت سے کرم کا فن ملاحظہ کرتے رہتے ہیں اور یہ ادائے دلنواز انہیں اس کاروانِ نور میں لا کھڑا کرتی ہے جہاں امن اور پیار، حسن اور سلامتی کے قاسم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ انقلاب کے وہ دامن جو انسانیت کے دائروں میں بارود، دھواں، کالک، وحشت، خون اور انسانی بوٹیاں تقسیم کر رہے ہیں کیا ان کے لئے احمد رضا کی محبت، عشق، لگن اور غلامی رسول مشعل راہ ثابت نہیں ہوتی؟

ممکن ہے احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے بعض حلقوں کو شدت مزاجی کا شکوہ ہو لیکن انہیں جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ بھی الا اللہ کے اثبات سے پہلے "لا الٰہ" کی نفی سے شروع ہوتا ہے۔ نفرت محبت کا دوسرا عکس ہوتی ہے جس کو محبوب کے دشمن سے دشمنی کرنی نہیں آتی وہ اپنی محبت ہی میں کھوتا ہوا کرتا ہے۔ احمد رضا سچے تھے، کوئی حلقہ اگر ان کا تصور یہ سمجھتا ہے کہ وہ دودھ میں مکھیاں ڈالنے والوں کو طہارت کی سند کیوں نہیں دیتے۔ آفتاب کے سامنے اپنے بدبودار ہاتھ رکھ کر اسے بے نوری کا الزام دینے والوں کو ماہ کامل کا لقب کیوں نہیں دیتے اور اپنی ناک سے گندگی کھینچنے والے کیڑوں کو رشک جگنو نہیں مانتے تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ احمد رضا کی مجبوری ہے کہ وہ سچے ہیں ان سے ہو نہیں سکتا کہ وہ جھوٹوں کے بحر ظلمات میں اپنے آپ کو اٹھا پھینکیں۔ تاریخ کو یہ کڑوا گھونٹ کسی وقت اپنے گلے سے اتارنا ہی پڑے گا کہ تسلیمہ نسرین اور رشدی سے محبت کا مطلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نفرت ہوا کرتی ہے۔ احمد رضا بہت بہت میٹھے اور اونچے بندے تھے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے حضور گستاخی کرنے والوں کو کبھی قابل معافی تصور نہ فرمایا۔ دین کا مسلمہ اصول ہے کہ تکبر کرنے والے سے تکبر صدقہ ہوا کرتا ہے۔ الجھنے والوں سے نہ الجھنا یہ بزدلی ہوا کرتی ہے اور پھر خود سوچئے جو جان کائنات سے الجھے اسے دور جدید کا لبرل ازم ممکن ہے معاف کر دے لیکن احمد رضا نے تو سرخ سامراج اور نہ سفید ظلمتوں، کسی سے بھی ڈالر اور پونڈ نہیں لئے تھے۔ اس مظلوم تاریخ کا جرم فقط اتنا تھا

کہ اس کا عقیدہ محکم تھا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ایمان و محبت کے بعد نبوی منہاج انقلاب کی دوسری بنیاد تعلیم اور علم ہے۔ جتنا بڑا انقلابی ہوگا اس کا تعلق علم اور تعلیم سے اتنا ہی زیادہ گہرا ہوگا۔ قرآن مجید کا پہلا پیغام "اقرأ" اس راز سے پردہ ہٹا کر مسلمانوں میں ترویج علم کی طرح ڈالتا ہے۔ یاد رکھئے علم ڈگریوں کا نام نہیں علم وافر معلومات اکٹھی کر دینے کا نام نہیں ورنہ کمپیوٹر کو سب سے بڑا فاضل ماننا پڑے گا۔ علم صرف یادداشتیں محفوظ رکھنے کا نام بھی نہیں بلکہ سچی بات، یہ ہے کہ سچا علم لائبریری اور مطالعہ ہر دو سے بے نیاز ہوتا ہے۔ حقیقی علم کسی ایسی ذات کے سامنے اپنے آپ کو مشاہدہ کے لئے وقف کر دینا ہوتا ہے جہاں پائیدار کردار کی تدوین جنم دی جاتی ہو احمد رضا کو یہ نعمت میسر تھی آپ جانتے تھے کہ زندگی کا حسن بدلنا ہوتا ہے اور کتاب کا حسن نہ بدلنا ہوتا ہے ان دونوں میں اتصال کوئی ایسی ذات ہی پیدا کر سکتی ہے جس کے ہاتھ میں زندگی بھی ہو اور علم کا خزانہ بھی وہ رکھتا ہو۔ احمد رضا علم میں اس لئے بہت آگے بڑھ گئے کہ ان کے علم کا استاد عشق رسول ٹھہرا۔ ان کی کتابوں میں نام محمد ﷺ کی روشنیوں نے انہیں وہ دوام عطا کر دیا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک دعوت انقلاب دیتی رہیں گی۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہماری نعت گوئی کی ایک منفرد اور توانا آواز ہیں۔ ایک ایسی آواز جس نے نعت گوئی میں ایک نئے اور مستقل دبستان کی بنیاد رکھی۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے قرآن، سنت نبوی ﷺ آثار صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور تاریخ و سیر کے موجودہ مواد سے اپنے شعری حسن کو ایک ایسا علمی نکھار عطا کیا ہے جس سے نہ صرف اُردو زبان و ادب کا نعتیہ سرمایہ باثروت ہو گیا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس موضوع اور اس کے علمی و فکری پہلوؤں کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔

(سید صبیح الدین صبیح رحمانی، مدیر نعت رنگ کراچی)

امام احمد رضا......ایک ہشت پہلو شخصیت

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح اور مداح اہل علم علامہ محمود احمد قادری کانپوری کی مرتبہ کتاب "مکتوبات امام احمد رضا" پر بزرگ قلمکار پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کا نوراجالے بانٹتا روح پرور مقدمہ

............(۱)............

صاحب مکتوبات امام اہل سنت مجدد دین وملت عظیم البرکت رفیع الدرجت محی السنۃ ماحی الفتنہ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المکان اعلیٰ حضرت مولانا الحاج قاری الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی اسلامی دنیا میں روشنی کا مینار تھے۔ آپ کا سن ولادت ۱۸۵۶ء اور سال وصال ۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ ہے۔ آپ کی یہ پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور اقتدار میں گزری۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایشیا اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک اقوام یورپ کی نو آبادیات کا حصہ بن چکے تھے۔ اس طرح عالم اسلام کا کثیر حصہ غلامی کی سیاہیوں میں گھرا ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجاب سکھوں کے دور استبداد سے گزرا جسے تاریخ کا ایک سیاہ باب مانا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے ایک سال بعد مسلمانان برصغیر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی مگر ناکام رہے اس ناکامی کے بعد انگریز نے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم توڑے اس کی مثال قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ بایں ہمہ علماء دین نے اپنے مناصب اعزازات، جائیداد اور مال ومنال سے محرومی کو تو قبول کر لیا مگر اپنے علمی اور اعتقادی رائے کی حفاظت سے دستبردار ہونا قبول نہ کیا چنانچہ حالات کی شدت کے باوجود دین سے وابستگی اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت کے جذبے کو زندہ رکھتے گئے وہ دور دراز شہروں، دیہات اور جنگلات میں بھی دین مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو روشن رکھے رہے خصوصاً اعلیٰ حضرت کا علمی خانوادہ بریلی جیسے حریت پسند شہر میں قیام پذیر رہا اور علم دین کی ضیاؤں کو پھیلاتا رہا۔

............(۲)............

امام اہل سنت کی چشم شعور وا ہوئی۔ تو بریلی کا مکتب علم وفکر برصغیر کے تشنگان علوم اسلامیہ کو چشمہ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان (م: ۱۲۹۷ھ) تایا حافظ کاظم علی خان اور شاہ رضا علی خان (م: ۱۲۸۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ بریلی کی علمی اساس تھے۔ حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے مولانا حسن رضا خان (م: ۱۳۲۶ھ) مولانا محمد رضا خان اور ہمارے مجدد ملۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی (م: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ علیہ اس خانوادۂ علیہ کے روشن چراغ تھے۔ اس خاندان نے برصغیر کے اہل علم کو نہ صرف متاثر کیا تھا بلکہ اپنی علمی اور نظریاتی درخشاں روشنیوں کی مقناطیسی قوت سے جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علم کی وادی میں قدم رکھا تو ہر طرف سے مردم شناس نگاہیں اٹھیں۔ سب سے اول مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا نقی علی خان (والد مکرم) اور مولانا عبدالعلی رامپوری (م: ۱۳۰۳ھ) نے درسیات میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا۔ حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (آپ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۲۳۹ھ) تلمیذ خاص تھے) (م: ۱۲۹۶ھ) نے اپنے جن تین خلفاء کو ارشاد و ہدایت کا فریضہ سپرد کرتے ہوئے فخر کیا تھا ان میں حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ) حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ) اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہم کے اسماء گرامی خصوصی طور پر ایوان قادریت پر نصب ہیں۔ پاک و ہند سے آگے بڑھ کر حرمین الشریفین (ارض حجاز مقدس) میں شیخ الاسلام احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام اور الشیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ (م ۱۳۰۱ھ) جیسے شہرۂ آفاق مشائخ نے آپ کی روحانی تربیت میں نمایاں حصہ لیا۔

............(۳)............

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے علمی کمالات کی شہرت کے آفتاب کی شعاعیں ابھی عالم اسلام کے افق پر طلوع ہی ہوئی تھیں کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے سے اہل علم کی توجہ کا

مرکز بن گئے۔ آپ کی مشہور تصنیف "الدولۃ المکیۃ" پر داد تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م: ۱۳۵۰ھ) مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مدنی (م: ۱۳۳۳ھ) اور شیخ الائمہ حرم ابوالخیر بن عبداللہ مرداد (م: ۱۳۳۵ھ) قدس سرہم نے تو شاندار تقاریظ لکھیں۔ قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کی ذہانت و ذکاوت کے اعتراف کے طور پر شیخ الخطبا عبداللہ بن عباس بن صدیق قاضی مکہ (م: ۱۳۳۳ھ) شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم (م: ۱۳۲۸ھ) اور شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ (م: ۱۳۳۲ھ) رحمہم اللہ نے اعلیٰ حضرت کے اعزاز میں دی جانے والی ایک دعوت استقبالیہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اہل مکہ کو آپ کے کمالات علمیہ سے آگاہ کیا۔ آپ کی روحانی اور علمی قابلیت کا یہ اثر تھا کہ حرمین الشریفین کے اکثر اہل علم آپ سے بیعت ہوئے اور محدث جلیل سید عبدالحی بن عبدالکبیر الکتانی شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ اور شیخ محمد مرزوقی امین الفتوی مکہ مکرمہ جیسے اکابر علماء نے تو آپ سے سلسلۂ قادریہ میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور فقہ میں اہم فیصلوں کے پیش نظر سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی، شیخ موسیٰ علی شامی ازہری اور الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے آپ کو مجدد کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

(محمد یٰسین اعظمی شعبۂ ادب عربی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور یو۔ پی ہندوستان)

............(۴)............

آپ کے وجود مسعود نے بریلی کو اہل علم و فکر کا مرکز بنا دیا تھا۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ سے اہل علم آپ کی ملاقات کو آتے۔ خط و کتابت سے استفسارات کرتے دینی معاملات میں راہنمائی حاصل کرتے۔ فقہی مشکلات میں آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے اور مزید وضاحت کے لئے حاضر خدمت ہوتے۔ اعلیٰ حضرت ایسے اہل علم کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے۔ علماء کرام کے لئے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات مہیا کرتے اور اہل علم کی قدر افزائی کرتے آپ کے پسندیدہ اور محبوب علماء اہل سنت میں سے مفتی ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۳۱۱ھ) مولانا محمد عمر حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۳۳۰ھ) اور علامہ احمد حسن

کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات آپ کے ممدوح بھی تھے اور مداح بھی۔

............(۵)............

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے کتب علمیہ میں بیٹھ کر برصغیر کے ہزاروں علماء کرام کی اعتقادی اور فقہی تربیت کی اور اپنی تحریروں سے ایک جہان علم کو متاثر کیا۔ آپ کے معاصرین میں سے سینکڑوں جلیل القدر علماء اہل سنت نے ہمیشہ آپ کو ہی مرجع جانا اگرچہ ایسے علماء کرام کی ایک طویل فہرست ریکارڈ میں موجود ہے جنہوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ مگر ہم چند حضرات کے اسماء گرامی ہدیۂ قارئین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالمقتدر بدایونی، مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا عزیز الحسن پھپھوندی، مولانا مصباح الحسن پھپھوندی، مولانا عبدالصمد پھپھوندی، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سلامت اللہ، مولانا حمایت اللہ رام پوری، مولانا محمد عادل کانپوری، مولانا عبید اللہ کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ریاست علی شاہ جہاں پوری، مولانا ظہور الحسن رام پوری، مولانا احمد حسن امروہوی، مفتی کرامت اللہ دہلوی اور سید شاہ عبدالغنی کمرامی رحمہم اللہ۔

............(۶)............

آپ کی شبانہ روز علمی کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر میں آپ کے حلقۂ تلامذہ اور حوزۂ تربیت میں ایسے ایسے علماء کرام پیدا ہوئے جنہوں نے مختلف فنون میں ایک نام پیدا کیا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی حالیہ گراں قدر تصنیف امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات کے دیباچہ میں ایسے حضرات علم کا ایک جائزہ پیش کیا ہے...... جو امام اہل سنت کے دستر خوان علم سے مختلف فنون میں بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ علماء متبحرین میں سے مولانا وصی احمد سورتی (م: ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولانا حامد رضا بریلوی (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) علامہ شاہ ابو البرکات سید احمد قادری لاہور (م: ۱۴۰۰ھ) مفکرین اور مدبرین میں سے

Scanned with CamScanner

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (م: ۱۳۶۷ھ) فقہا میں سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (م: ۱۳۶۷ھ) مولف بہار شریعت فقیہہ العصر مولانا سراج احمد خانپوری (م: ۱۳۴۲ھ) فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی (م ۱۹۵۱ء) عارفین میں سے مولانا عبدالسلام جبل پوری (م: ۱۳۷۲ھ) حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری (م ۱۹۵۴ء) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م: ۱۳۴۳ھ) مبلغین میں سے مولانا احمد مختار میرٹھی (م: ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م: ۱۹۵۴ء) مولانا فتح علی قادری (م: ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) مصنفین میں سے مولانا ظفر الدین بہاری (م: ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) مولانا عمر الدین ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) مولانا محمد شفیع بیلوری (م: ۱۳۳۸ھ) مدرسین میں سے مولانا رحم الٰہی منگلوری (م: ۱۳۶۲ھ) مولانا رحیم بخش اقدمی (م ۱۳۴۳ھ) مولانا غلام جان ہزاروی (م: ۱۳۷۹ھ) سیاست دانوں میں سے مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری (م: ۱۳۸۰ھ) مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۶۷ھ) مفتی اعجاز ولی خان رضوی (م: ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) خطباء و مناظرین میں سے مولانا ہدایت رسول رام پوری (م: ۱۹۱۵ء) مولانا حشمت علی لکھنوی (م: ۱۳۸۰ھ) مولانا محبوب علی لکھنوی (م: ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) شعراء ادبا میں سے مولانا حسن رضا خان (م: ۱۳۲۶ھ) مولانا سید ایوب رضوی (م: ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) مولانا امام الدین قادری (م: ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) ارباب طب و حکمت میں سے مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (م: ۱۳۵۲ھ) مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی اور مولانا عزیز غوث بریلوی اصحاب نشر و اشاعت میں سے مولانا محمد حبیب اللہ قادری ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) مولانا ابراہیم رضا جیلانی (م: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء) مولانا حسنین رضا خان بریلوی (۱۳۵۱ھ) ارباب ثروت میں سے قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (م: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) حاجی لعل خان مدراسی (م: ۱۹۳۱ء) سید محمد حسین میرٹھی اور ارباب تصوف میں سے مولانا شیخ الاسلام ضیاء الدین احمد قادری مدنی اور شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری ان دونوں بزرگوں کے ہزار ہا مریدین ان کی روحانی تربیت کا زندہ ثبوت ہیں کے اسماء گرامی گلستان سنیت کی رونق ہیں۔ نور اللہ مرقدہم و بمداللہ ضرہم۔

Scanned with CamScanner

............(۷)............

جہاں ان معاصر علماء اہل سنت نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا وہاں برصغیر کے لاکھوں پڑھے لکھے مسلمانوں نے خط و کتابت کے ذریعہ استفسارات کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ باین کثرت کار اور مصروفیت آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی عامی کے سوال کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جواب میں بلاجواز تعویق اختیار کی ہو۔ ہر زبان، ہر انداز اور ہر موضوع پر لوگوں نے علمی سوالات کئے اور ان کے وافی اور کافی جوابات پائے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے ان حضرات کو مخاطب کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو کسی ایک مسئلہ میں بھٹکے ہوں۔ یا اعتقادی ناہمواری کا شکار ہوئے ہوں۔ معاصر شخصیتوں میں سے مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م: ۱۳۰۴ھ) مولوی نذیر حسین دہلوی (م: ۱۳۲۰ھ) نواب صدیق حسن خان بھوپالی (م: ۱۳۰۷ھ) عقائد کی شاہراہ پر جونہی لغزش پا کا شکار ہوئے اعلیٰ حضرت کے قلم اعجاز نے انہیں سہارا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات، تحریک خلافت اور ہندو سے مواخات کے چرچے ہوئے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک طوفان اٹھا۔ بڑے بڑے علماء بھی ان طوفانوں کی زد میں آئے۔ آپ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ایسے تمام حضرات کی صحیح سمت میں راہ نمائی کی۔ خط لکھے، رجسٹریاں کیں ہدایت نامے جاری کئے، رسالے لکھے، اشتہار بھیجے، خلفاء و تلامذہ کے وفود بھیجے اور کوشش کی کہ اہل علم کے یہ ستون وقت کی دیمک سے بچ جائیں۔

............(۸)............

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م: ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالماجد بدایونی (م: ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) مولانا محمد علی جوہر (م: ۱۹۳۱ء) اس وقت کے سیاسی علماء اہل سنت میں سربرآوردہ مانے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ یہ حضرات سلامتی فطرت اور اخلاص قلب کی بنا پر اپنی لغزشوں سے تائب ہوئے اور خطاؤں سے رجوع کر کے توبہ کرتے گئے۔ دوسری طرف ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کے مسموم اثرات نے بعض علماء برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ ان میں سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے معتقدین اور متبعین کی ایک

خاصی تعداد تھی آپ نے ان کی دینی اور فکری گمراہی پر پہلے تو تنبیہ کی خسران آخرت سے ڈرایا۔ افہام و تفہیم کا موقع دیا۔ مگر جب ان معاندین نے انکار ہی کر دیا تو آپ نے برملا مقابلہ کیا۔ رد میں کتابیں لکھیں۔ ان کی اعتقادی گمراہیوں کو عریاں کیا تاکہ عام لوگ ان کے مسموم اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ نجدی نظریات سے متاثر علماء کے علاوہ اکابر دیو بند میں سے بعض حضرات نے بھی عقائد اہل سنت سے ہٹ کر ایک محاذ قائم کیا۔ ان میں مولوی محمد قاسم نانوتوی (م: ۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (م: ۱۳۲۳ھ) شیخ الہند محمود الحسن دیو بندی (م: ۱۳۳۹ھ) مولوی اشرف علی تھانوی (م: ۱۳۶۲ھ) مولوی خلیل احمد انبٹھوی (م: ۱۳۴۶ھ) مولوی انور شاہ کشمیری (م: ۱۳۵۰ھ) مولوی حسین احمد مدنی (م: ۱۳۷۷ھ) مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری اور امام الہند مولوی ابو الکلام آزاد جیسے ذہین و فطین لوگ سرفہرست تھے۔ ان حضرات کو علیحدہ علیحدہ افہام و تفہیم کا موقعہ دیا گیا مگر مذہبی ضد نے ان حضرات کو موقعہ نہ دیا کہ وہ حق کی بات پر غور کریں اور اسے قبول کریں۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

جوہر صاحب! آپ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید اور میں مخالف ہوں

دوسرے نمایاں آدمی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ جب ان کے پاس انہیں تحریک میں شمولیت کی دعوت کے لئے حاضر ہوئے تو مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں۔"

(پاشا بیگم: اعلیٰ حضرت کی مذہبی اور سیاسی خدمات، ماہنامہ عرفات لاہور، 4 اپریل 1970ء)

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم تشخص، ڈاکٹر خالد علوی: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

امام احمد رضا دیارِ قدس میں

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

حیف صد حیف مخالفین نے امام احمد رضا کی صلح جویانہ جدوجہد کا ذرا بھی پاس نہ کیا۔ بار بار انتباہ کے باوجود توجہ نہ دی اور معترضہ کتابیں برابر چھاپی جاتی رہیں۔ امام احمد رضا نے جب دیکھا کہ پندرہ بیس برس گزر جانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی بات پر اٹل ہیں توبہ و استغفار تو بڑی بات ان ایمان سوز عبارتوں کی اشاعت بھی بند نہیں کر رہے ہیں تو مجبوراً حکم شرعی کا نفاذ کرنا پڑا اور ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند عالم وجود میں آئی۔ پھر کیا تھا مخالف کیمپ میں آگ سی لگ گئی اور امام احمد رضا کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی گئی۔ امام احمد رضا شان تجدیدی لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کی عظمت و حرمت کا تحفظ مقدر تھا۔ لہٰذا حالات نے نئی کروٹ لی۔ امام احمد رضا کو اپنے شرعی فیصلے کی تصدیق و توثیق کے لئے اس سرزمین کو منتخب کرنا پڑا جس کی تقدیس کی گواہی قرآن و حدیث نے دی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں حرمین طیبین جا کر امام احمد رضا مذکورہ بالا پانچوں علماء کی قابل اعتراض عبارتوں کو اجلہ علماء روزگار کی خدمت میں پیش کیا جن کے شرعی احکامات عالم اسلام کی عدالت عالیہ میں چیلنج نہیں کیے جا سکتے تھے۔ امام احمد رضا نے پورے شرح و بسط کے ساتھ ان تمام کتابوں کو علماء مکہ و مدینہ کے حضور پیش کیا اور انہیں کئی ماہ ان عبارتوں کے سمجھنے اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا موقع دیا۔ ہفتے دو ہفتے یا بیس پچیس دن کی مدت نہیں پورے چار ماہ حرمین طیبین میں امام احمد رضا کا قیام رہا۔ آخرکار اکابرین اسلام نے امام احمد رضا کے شرعی فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کر کے گستاخان ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر و ارتداد پر آخری کیل ٹھونک دی۔ جن میں مکہ معظمہ کے ۲۰ مدینہ طیبہ کے ۱۳ علماء فضلا تھے۔ ان قدسی صفات حضرات نے صرف "الجواب صحیح" پر اکتفا نہیں، بلکہ امام احمد رضا کے تبحر علمی، تجدیدی قوت اور فضل و کرم کے سامنے عقیدت کے پھول برسائے۔ کسی نے سلطان العلماء المحققین (علماء محققین کے بادشاہ) کہا تو کسی نے ارشد العباد (بندوں کی رہنمائی کرنے والا)

فرمایا یا کوئی کہہ رہا ہے المجدد ولھذا الامۃ (امت مسلمہ کے مجدد) اور کوئی کشاف مشکلات العلوم فی الباطن والظاہر (علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا) کوئی گویا ہوا تو یوں انه مجدد هذا القرن (بے شک اس صدی کے مجدد) اور کوئی یوں عضد الموحدین و عصام المهتدین (موحدین کا مطلع اور ہدایت یابوں کا نگراں) آخر میں ملاحظہ کیجئے حضرت علامہ شیخ عبدالرحمٰن دحلان مکی کے خیالات کا اردو ترجمہ:

"وہ جس کے لئے مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے، امام وقت، میرے سردار، میری جائے پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ ور فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سید عالم ﷺ کی روش ہے۔" (حسام الحرمین)

حرمین کے اساطین کا امام احمد رضا کی بارگاہ میں خراج عقیدت دیکھنا ہے تو "حسام الحرمین" کا مطالعہ کیجئے۔ مخالفین کے پانچ اکابرین پر آخری اور قطعی فیصلے کا نام ہے "حسام الحرمین" جس میں علماء مکہ و مدینہ نے انشراح صدر کے ساتھ علماء خمسہ کے کفر کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے۔ یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ اب حجت شرعیہ قائم ہو جانے کے بعد اطلاع شرعی کے باوجود جو ان پانچوں کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ من شك فی كفره و عذابه فقد كفر جواب دیا جائے ! کیا علماء حرمین بھی مکفر المسلمین ہیں؟ کیا ان مقامات مقدسہ میں بھی کفر ساز مشین نصب تھی؟ حسام الحرمین کی روشنی میں اگر مخالفین اپنا احتساب کرتے اور حرمت مصطفےٰ ﷺ کے آگے عزت نفس کا پاس و لحاظ نہ کرتے تو بات اس وقت بھی بن جاتی۔ وقت گزرتا گیا، بات بڑھتی گئی۔ غالباً ان حضرات نے اپنی عبارتوں کو غیر متبدل اور ناقابل تنسیخ سمجھ رکھا تھا۔ عبارتوں میں توجیہہ بھی کی کہ بات الجھ کر رہ گئی، رجوع و توبہ نہ بن سکی۔ ان حالات کو جوں کا توں رکھ کر وہ پانچوں تو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر امت مسلمہ کو ایک نہ ختم ہونے والا فتنہ دے کر۔

رضا مخالف مشن

چودھویں صدی کے ابتدائی دور میں مذہبی اختلاف کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم

ہو گا کہ ایک جانب عرب و عجم کی مسلمہ شخصیتیں ہیں دوسری جانب صرف پانچ علماء ہیں اور ان کے چند مؤیدین۔ اس تاریخی حقیقت کے باوجود تنہا امام احمد رضا پر عصبیت کے گولے برسانا کہاں کا عدل ہے؟ آج امام احمد رضا ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کے علمی شہ پاروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ "رضا مخالف مشن" نے ابتدائی دور ہی سے افواہوں، من گھڑت باتوں اور بے بنیاد الزامات کا سلسلہ جاری رکھا۔ آیئے خود امام احمد رضا کی زبانی سنیے!

"عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہلسنت کے فتاویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔" (حسام الحرمین)

مخالفین نے ابتدا میں من گھڑت الزامات کے لئے جو راہ اپنائی تھی ہم دیکھتے ہیں کہ یکطرفہ پراپیگنڈا سے اس کو تسلسل دے دیا گیا بلکہ اس الزام میں بے انتہا غلو کیا گیا۔ حالانکہ احمد رضا خاں صاحب تکفیر مسلم کے الزام میں یوں رقم طراز ہیں:

"اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحئی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ کو کہہ دیا اور شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا۔ یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں۔ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہہ دیا۔" (حسام الحرمین)

امام احمد رضا کے اس وضاحتی بیان کے بعد مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی کا یہ الزام ایک بار پھر ملاحظہ کریں کہ:

"یاد رہے مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔" (ذکر آزاد)

ہم جانتے ہیں کہ ہر مرد حق آگاہ کو مخالفت کے طوفانوں سے گزرنا پڑا ہے لیکن

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا ایک ایسی مظلوم ذات کا نام ہے جسے اہل دانش وبینش کی بزم سے دور پھینک دینے کی منظم سازش کی جاتی رہی ہے۔ جس کا ردعمل یہ ہے کہ تمام تر حقائق کے باوجود آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی ذات گرامی کی کردار کشی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ اس بھیانک اور افسوسناک صورتحال کی ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے۔ تاریخ کا طالب علم جب دیکھے گا کہ مسلسل ستر سال سے "رضا مخالف مشن" کی جارحیت جاری ہے لیکن امام احمد رضا زندہ باد کا فلک شگاف نعرہ لگانے والے بے حسی اور تن آسانی میں مبتلا رہے تو وہ بیگانوں کو بے گانہ کہہ کر آگے بڑھ سکتا ہے مگر اپنوں کی کارکردگی کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

امام احمد رضا پر ایک اور الزام اور اس کا جواب

امام احمد رضا پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے علم کو ذاتی علم مانتے ہیں۔ علم الٰہی کے مساوی جانتے ہیں۔ مخالفین کا یہ الزام بھی گزشتہ الزامات کی طرح اختراعی ہے۔ اس ضمن میں جتنے بھی اعتراضات ہیں۔ امام احمد رضا کی روشن تحریرات اور فکر خیز تشریحات سے بے بنیاد اور خودساختہ ثابت ہو جاتے ہیں۔ علم غیب کے مسئلے میں امام احمد رضا کا عقیدہ انہیں کے ارشادات کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔ (خالص الاعتقاد)

علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن۔ وہ قدیم یہ حادث۔ وہ نامخلوق یہ مخلوق۔ وہ نامقدور یہ مقدور۔ وہ ضروری البقاء یہ جائز الفنا وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ (انباء المصطفیٰ)

اگر تمام اہل علم اگلے پچھلوں، سب کے علوم جمع کئے جائیں تو ان کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔

(خالص الاعتقاد)

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ (خالص الاعتقاد)

امام احمد رضا نے علم غیب کے مسئلے پر دو ٹوک اپنا نظریہ پیش فرمایا ہے پھر بھی مخالفین کی کوربینی پیچھا کئے ہوئے ہے۔ مخالف عناصر اپنے اسلاف کی ڈگر سے ایک انچ بھی ہلنا نہیں چاہتے۔ آج بھی ان کے کیمپ سے جتنی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں ان میں ان الزامات کو شاہ سرخیوں سے سجایا جاتا ہے۔ گویا امام احمد رضا اور سواد اعظم لاکھ اپنے نظریات کی وضاحت کرے ہم تو وہی کہیں گے جو ہمارے پیشرووں نے کہا ہے لکھا ہے اور لکھ کر چھاپا ہے۔ جب کہ امام احمد رضا نے آج سے تقریباً ایک صدی قبل بے گانوں کی افترا پردازی پر علم الٰہی کے تعلق سے اپنے نظریئے کو ظاہر کرتے ہوئے اپنا معاملہ حکم حقیقی کے حضور یوں پیش کر دیا تھا۔

"اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔" (خالص الاعتقاد)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:

"مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزوجلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً، اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہا سے تکفیر منقول ہے۔" (الزبدۃ الزکیہ)

> مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم ونظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث وفقہ پر ان کی نظر وسیع وگہری تھی۔ مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات فرمائے ہیں اس سے ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو علم وفضل کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے۔ وہ جودت طبع اور وسعت علم کے مالک تھے، ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔ (ترجمہ انگریزی)
>
> (شاہ معین الدین احمد ندوی، سابق ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء)

میاں عبدالرشید (نوائے وقت)

برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچانے اور ان کے ایمان کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں، وہ لائق صد ستائش ہیں۔ اس پُر آشوب دور میں پہلی عالمی جنگ میں ترکوں کی شکست اور سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باعث یہاں کے مسلمان کا انگریز کے خلاف پرانا غصہ پھر پھٹ پڑا، مگر گاندھی کی سیاسی حیلہ گری نے تحریک خلافت کو، جس کی بنیاد پان اسلازم یا اسلام کی بین الاقوامی اور عالمی اخوت کے جذبہ پر تھی، ان مسلمانوں کے اندر ایسی محدود نیشنلزم یا وطنیت پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا، جس کے اندر یہاں کے مسلمانوں کا تشخص ہی ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہندو اکثریت کا تابع مہمل بن کے رہ جائے۔ اس حیلہ گری کا دوسرا کمال یہ تھا کہ مہاتما جی اس خالصتاً اسلامی تحریک کے قائد بن بیٹھے اور پھر اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت مثلاً مسلم لیگ کو ان کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا۔ تحریک خلافت کے مسلم قائدین بھی گاندھی کی قیادت چمکانے کے لیے انہیں مسجدوں میں لے جاتے رہے اور منبر رسول پاک پر بٹھاتے رہے۔ یہی نہیں، بلکہ جمعہ کے خطبات میں ان کی حقانیت کی تصدیق بھی کرتے رہے۔ علاوہ بریں ان قائدین نے حصول خلافت کے لیے یہ لاجواب نسخہ تجویز کیا کہ مسلمان یہاں سے ہجرت کر جائیں اور انگریزی حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ یہاں تک کہ اپنے وہ سکول اور کالج بھی بند کر دیں، جو حکومت سے گرانٹ پاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ دل اور مخلص مسلمان خدمت اسلام کے جوش میں اپنے گھر بار بیچ کر افغانستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض راستے میں بیمار ہو گئے۔ بعض نے شہادت پائی۔ وہاں پہنچے تو امیر افغانستان نے داخل نہ ہونے دیا کہ ان کا چھوٹا سا ملک

مہاجرین کی اتنی تعداد کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بہ حال پریشاں واپس آنا پڑا۔ تحریک ہجرت کے بعض قائدین نے امیر افغانستان کے کان میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ حملہ کر کے اٹک تک کا علاقہ لے لیں۔ برعظیم کے مسلمان ان کی مدد کریں گے۔ علامہ اقبال تحریک خلافت کے مخالف تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ اشعار لکھے:

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی
”مرا از شکستن چناں عار ناید کہ از دیگراں خواستن مومیائی“

(بانگِ درا)

قائداعظم بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے تھے۔ مگر ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران میدان سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کے بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے میدان میں آ کر خلافت، ہجرت اور ترک موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا، وہ حضرت احمد رضا خان اور ان کے احباء رفقا اور عقیدت مندان ہی تھے:

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

ان حضرات نے برملا کہا کہ انگریز عیسائی ہونے کے سبب کافر اہل کتاب ہے۔ جبکہ ہندو بت پرست اور مشرک ہونے کے سبب کافر حربی ہے۔ اس لیے نہ ہندو کی قیادت میں اور اس کے تعاون سے اسلامی تحریک چلانے کا کوئی جواز ہے اور نہ ملک سے ہجرت کر جانے کا۔ ان میں سے بعض نے کہا: ”ہمارے بزرگوں نے یہ ملک اپنا خون دے کے حاصل کیا تھا، ہم کیوں اسے چھوڑ کے جائیں۔“ انہی حضرات نے متحدہ نیشنلزم کے ڈھول کا پول کھولا اور مسلمانوں کے الگ تشخص پر زور دیا۔ چنانچہ بعد میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی، اس وقت حضرت احمد رضا خاں بریلوی ہی کے ہم مسلک، علما اور پیران کرام نے اس کی بھرپور حمایت کی۔ یہ صحیح ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ لوگوں نے، جن میں کالجوں کے نوجوان طلبہ پیش پیش تھے، تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، لیکن حضرت احمد رضا خان بریلوی

Scanned with CamScanner

کے ہم مسلک حضرات کے تعاون نے بھی اس تحریک کو بڑی تقویت بخشی اور تحریک کے سفر کامرانی کو آسان بنا دیا۔ علمائے دیوبند کی اکثریت، بعض علمائے اہل حدیث اور اسی طرح علمائے ندوہ کی ایک شاخ تحریک پاکستان کی مخالف تھی۔ احرار اور خاکسار جماعتوں کے پیروؤں کی بیشتر تعداد مسلم لیگ کی حامی بن گئی، مگر ان دونوں جماعتوں کی قیادت عموماً تحریک پاکستان کی معاند رہی۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے۔ یعنی سارے غیر مسلم ایک قوم ہیں۔ بہ الفاظ دیگر دنیا میں صرف دو قومیں ہیں۔ ایک مسلمان اور دوسرے کافر۔ یہی دو قومی نظریہ ہے اور اسی سے مسلم قومیت کا ظاہری تشخص قائم ہے۔

مسلم قومیت کا معنوی تشخص حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہودی، عیسائی، سکھ اور بعض ہندو بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ مسلمان اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور پھر حضور اکرم ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ جیسے مسلم اور کافر میں فرق حضور ﷺ پر ایمان لانے یا نہ لانے سے ہے، اسی طرح مومن اور منافق میں فرق حضور اکرم ﷺ کی محبت و تعظیم ہونے یا نہ ہونے سے ہے۔ چنانچہ جب بھی مخالفوں نے اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا، یا مسلمانوں کے ایمان میں خلل ڈالنے کی سازش کی، انہوں نے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔ آنجناب ﷺ کی شخصیت عظیمہ کی شان گھٹانے کی کوشش کی۔ جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں اس قسم کی مکروہ اور ناپاک کوششیں زوروں پر تھیں۔ ایک طرف عیسائی پادری تھے، جو برطانوی حکومت کے تحفظ کے تحت اس قسم کی مذموم سرگرمیاں جاری رکھے تھے۔ دوسری طرف ہندو تھے، جو ان کی دیکھا دیکھی ایسی باتوں پر اتر آئے تھے۔ خود مسلمانوں کے اندر بعض ایسی تحریکیں تھیں، جن کے قائدین حضور اکرم ﷺ کے بارے میں دلآزار باتیں کہتے تھے۔ گویا اسلام کی معنوی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لیے بھی کئی اطراف سے حملے جاری تھے۔ ان سارے حملوں کا مقابلہ کرنے کی سعادت بھی حضرت احمد رضا خان بریلوی ہی کے حصہ میں آئی۔ علامہ اقبال نے بھی ہمارے دلوں میں عشق رسول مقبول ﷺ کی شمع

روشن کرنے کے سلسلہ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ آغاز کار میں علامہ کا دائرۂ اثر زیادہ تر مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں تک محدود تھا مگر ہوتے ہوتے ان کے کلام نے ملت اسلامیہ پاک و ہند کی کثرت کثیرہ کے قلوب کو ہلا کر رکھ دیا۔ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے بھی ملت مسلمہ کے دلوں کو عشق رسول مقبول ﷺ سے گرمایا اور اس کی معنوی بنیادوں کو شکست و ریخت سے بچا لیا۔

حضرت احمد رضا خاں بریلوی اس برعظیم کی چند برگزیدہ اور مایۂ ناز ہستیوں میں سے تھے۔ نہایت ذہین اور طباع، تقویٰ اور پارسائی میں ممتاز، علم فقہ پر پورا عبور رکھنے والے۔ آپ کا علم بحر ذخار کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر بات کرتے وقت یا فتویٰ لکھاتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ کا خاص وصف جناب رسول پاک ﷺ سے بے پناہ اور گرم جوش محبت ہے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی نعتیں لکھیں ہیں۔ مگر احتیاط کا یہ عالم ہے کہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نعت شریف لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ ذرا زیادتی ہو جائے تو شرک کا ڈر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی گناہ ہے۔ ذرا کمی رہ جائے تو حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا خدشہ ہے۔ جس سے سارے اعمال ضائع ہو جانے کا ڈر رہتا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک سو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں قرآن پاک کا اردو ترجمہ بھی ہے۔ حدیث شریف کے مبادیات بھی۔ فقہ اور تصوف بھی اور تاریخ، ادب اور ریاضی جیسے مضامین بھی۔

حضرت احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء میں بریلی روہیل کھنڈ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علم و تقویٰ میں ممتاز تھا۔ آپ کے والد محترم مولانا نقی علی خاں کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کے دادا حضرت رضا علی خاں کا شمار برعظیم کے معروف اولیاء اللہ میں ہوتا ہے چنانچہ تذکرۂ اولیائے ہند میں آپ کے حالات موجود ہیں۔

حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے مسلمانوں کو صحیح عقائد میں پختہ کیا اور غیروں اور اپنوں کی طرف سے مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی جو کوششیں جاری تھیں، ان کے اثرات سے انھیں بچایا۔

گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی، اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں

اُکھڑ گئے اور بینائی زائل ہو گئی مگر علامہ اقبال اور قائداعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور بلہ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی، حضرت احمد رضا خاں بریلوی تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ کانگری مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی۔ وہ صرف انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان دنوں چونکہ تقریباً سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔ لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آ رہا ہے۔

(پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر...... صفحہ ۱۱۵ تا ۱۲۵، مطبوعہ: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب لاہور)

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے — بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف — ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں — کون ان جرموں پر سزا نہ کرے
سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب — آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے — ارے تیرا برا خدا نہ کرے
عذر امید عفو گر نہ سنیں — روسیاہ اور کیا بہانہ کرے
دل میں روشن ہے شمع عشق حضور — کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے
حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے — منکر آج ان سے التجا نہ کرے
ضعف مانا مگر یہ ظالم دل — ان کے رستے ہیں تو تھکا نہ کرے
جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا — وہی اچھا جو دل بُرا نہ کرے
دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں — کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

عظمتِ ابرار نمبر

دانشورانِ قوم اپنے امام کے حضور

☆ امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل خراجِ عقیدت

☆ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت سائنس دان..........

(ڈاکٹر اے کے خان)

☆ سخن رضا میری نظر میں..........

(شاعر ہفت زبان حضرت شاہ نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ کلامِ رضا پر حضرت نصیر ملت کی تضامین (ایک جائزہ)..........

(ڈاکٹر توصیف تبسم)

☆ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ..........

(حضرت مولانا صاحبزادہ مسجد رضا خان قادری (بریلی شریف))

☆ اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی پر ایک نظر

☆ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت..........

(محمد انور سعیدی قمولہ شریف)

☆ اعلیٰ حضرت۔ اعلیٰ حضرت کیوں؟..........

(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

☆ ایک عہد ساز آواز امام العصر حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ..........

(پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین)

☆ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ..........

(مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی انڈیا)

Scanned with CamScanner

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

اہلسنت کا ووٹ صرف اہل سنت ہی کی امانت ہے

ووٹ بہت بڑی طاقت ہے اس کا درست استعمال آپ کی اجتماعی قوت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے

موجودہ ملکی حالات میں جس طرح اہل سنت کا مسلکی استحصال ہو رہا ہے سابقہ ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

سُنی بھائیو! وقت بہت ضائع ہو چکا ہے مزید ضائع نہ کریں اپنی سیاسی قوت کو اکٹھا کر کے ملک میں اپنی شناخت بنایئے۔

اپنے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجیے

تا کہ آپ کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ یقینی بن سکے

یاد رکھیے! سیاسی استحکام کے بغیر آپ کے وقار کی بحالی ناممکن ہے۔

مولانا قاری محمد امین الحسنی (ناظم) جامعہ غوث الاعظم تحفیظ القرآن (للبنات)

جامع مسجد غوث اعظم۔ غلہ منڈی بلاک نمبر 5 جوہر آباد 0300-6072053, 0343-6650700

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں

محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل خراجِ عقیدت

فخرِ خانوادۂ اشرفی حضرت ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے شوال ۱۳۷۹ھ میں بمقام ناگپور "یوم ولادت احمد رضا" کے موقع پر یہ صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ محدث مرحوم کے اس خطاب کو بعض سامعین نے نقل کر لیا تھا۔ اس طرح یہ اہم گفتگو محفوظ ہو گئی۔ ہم اس خطبے کو نسیم بستوی صاحب کی تالیف "مجددِ اسلام" سے نقل کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطبے کے بعض مقامات پر کچھ خفیف سے تسامحات ناقل (جس نے مجلس میں تقریر قلمبند کی تھی) سے سرزد ہوئے ہیں اور کچھ مزید رنگ آمیزی کاتب کے قلم نے کر دی ہے۔ ہم نے اپنی سمجھ کی حد تک اصلاح کی کوشش کی ہے جہاں واضح اور قطعی نوعیت کی کتابت کی غلطی محسوس ہوئی ہے وہاں بغیر کسی نشاندہی کے تصحیح کر دی گئی ہے اور جہاں کسی لفظ کی کمی، یا فقرے میں جھول کا احساس ہوا ہے وہاں قوسین کی مدد سے اصلاح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خطبے میں بعض علمی اختلافات کے حامل مباحث بھی شامل تھے۔ مگر انہیں ہم نے حذف کرتے ہوئے محض سوانح پر مشتمل حصص پیش کر دیے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد للّٰہ الاحد رضاء لسیدنا احمد و اصلی واسلم علی سیدنا احمد رضاء اللہ الواحد الصمد و علی جمیع من رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ احمد الرضاء من الازل الی الابد اما بعد۔

پیارے سنی بھائیو!

یادگار منانے پر عقلی و نقلی دلیل

ہمارا اور آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ زندہ قومیں، ان کی قومیت کی شیرازہ بندی جس کے ہاتھوں سے ہو چکی، اس کی یادگار مناتی ہیں اور اس کو اپنی قومی زندگی کا بیمہ سمجھتی

ہیں۔ دنیا نے مان لیا ہے کہ جو قوم اپنے قومی محسنوں کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو بھلا دیا اور موت کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ قومیت کا نظری جذبہ نہ کسی دلیل نقلی کا محتاج ہے نہ برہان عقلی کا، اس کا تعلق صحیح انسانیت اور درستی ہوش وحواس سے ہے جو افراد محسنین قوم کی یادگار منانے سے چڑنے لگتے ہیں تو ان کو دنیا نے نہ صرف یہ کہ قومیت سے خارج قرار دیا بلکہ انہیں ایک خاص قسم کا پاگل سمجھ لیا گیا۔

یادگار منانا چونکہ فطری جذبہ ہے۔ لہٰذا اسلام جس کا دوسرا نام ہی دین فطرت ہے اس میں اس جذبہ کو اجاگر رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بہت صاف وصریح ہے۔ یہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا ہے کہ "وذکرھم بایام اللہ" اللہ تعالیٰ کے دنوں کو یاد دلاتے رہو تو یوں تو سب دن اللہ کے ہیں مگر کچھ ایسے دن بھی تو ہیں جن دنوں کو خاصان حق و برگزیدان حق نے خصوصیات عطا فرما دیں اور جن کی یاد سے اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے جس کے اذن وعطا نے اس دن کو سنوار دیا۔ ایسے دن جس کی بدولت حاصل ہوں اس کا تو یوم ولادت سے وقت وفات تک کا ہر دن اور وفات سے لے کر حشر تک کا ہر دن۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ والے آقا کے وسعت دامان میں پلتا ہی رہتا ہے اور بڑھتا ہی رہتا ہے۔ مگر ان سارے دنوں میں انتخاب قدرت، یوم پیدائش و یوم وصال و یوم حشر و نشر ہے۔

امام بریلوی قدس سرہٗ کی یادگار

تیرھویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب فضل وکمال ہو کر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھا گئی اور چودھویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلامی میں اس کو حق وصداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ میری طرح سارے حل وحرم کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل وکمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پا سکا۔

وائس چانسلر علی گڑھ امام بریلوی کی خدمت میں

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم (حضرت مولانا سلیمان اشرف اعلیٰ حضرت مولانا بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ ان کی شخصیت پر مشہور ادیب اور نقاد

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے ایک نہایت پرتاثیر خاکہ تحریر فرمایا تھا جو ان کے مجموعہ مضامین "گنج ہائے گراں مایہ" میں شامل ہے۔ (مرتبین) مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی وفلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری رکھتے ہوئے ایک مسئلہ کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کرنے پائے تھے اور فیثا غورثی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا تو اعلیٰ حضرت نے عصر ومغرب کی درمیانی مختصر مدت میں مسئلہ کا حل بھی قلمبند کرا دیا اور فلسفہ کشش کی کھینچ تان کو بھی قلمبند فرما دیا جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اسی ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے انہوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً یہ کہا تھا کہ اپنے ملک میں جب معقولات کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا اپنا وقت ضائع کیا۔ (اس واقعہ کو حضرت محدث صاحب نے نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مفصل واقعہ "حیات اعلیٰ حضرت" میں ملاحظہ کیا جائے)۔

معقولات میں امام بریلوی کا مقام:

یہ روز کا معمول تھا کہ فلکیات وارضیات کے ماہرین اپنے علمی مشکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد شاد رخصت فرما دیتے۔ میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ماہرین فن نجوم آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے چلتے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔ ایک بار صدرا کے مایۂ ناز (مقامات) شکل حماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتابی جواب کی (ہی کیفیت؟) دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی (حماریت؟) بے پردہ ہو گئی اور عروسی کا عروس ختم ہو گیا۔ مسئلہ بخت واتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تفلسف ہے مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس

Scanned with CamScanner

کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح وسلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین وآسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں اور سیاروں کے بارے میں کل فی فلك یسبحون کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلا جائے گا کہ منطیق وفلسفہ وریاضی والے اپنی راہ کے کس موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

امام کے علوم وفنون سے میری حیرانی:

علوم وفنون کا کیا حال تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ آج کی علمی دنیا پچاس علوم وفنون کے نام سے بے خبر ہے......اور اعلیٰ حضرت کے قلم مبارک سے پچاس علوم وفنون کے مبسوط رسائل تیار ہیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے نماز عصر کے لئے وضو فرماتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کج عرض شجرہ کا حساب یونانیوں نے جب وتد سے کیا تھا اب دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یونان بلکہ دنیا کے ہر پہاڑ سے بلند کوہ ہمالیہ کی ایورسٹ چوٹی ہے کیا اس سے حساب لگا دو گے۔ میں نے دو دن کی مہلت مانگی اور رات دن صفحات کو سیاہ کرتا ہوا جب صحیح حساب تیار کر کے حاضر ہوا تو فرمایا۔ تو کیا آپ کا جواب یہ ہے؟ میں نے ہاں تو عرض کر دیا مگر حیران تھا کہ جس حساب میں میرا مغز سر سوکھ گیا وہ برجستہ ارشاد فرمانے والا صرف ایک عالم ہے یا وہ ایسا ہے کہ لغت میں اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ میرے صحیح جواب پر جو دعائیں فرمائیں آج وہ ہی میرے لئے سب کچھ ہیں۔

امام بریلوی کے مسلم کمالات میرے مشاہدہ میں:

آج میں آپ کو جگ بیتی بلکہ آپ بیتی سنا رہا ہوں کہ جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے کار افتا کے لئے اعلیٰ حضرت کے حوالہ کیا زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایۂ حیات ہو گئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پا لیا ہے۔ علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کو رگ وپے میں اتار دینا اور صحیح علم دے کر نفس کا تزکیہ فرما دینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔

افتاء کی خداداد عظیم صلاحیت:

عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے پھر عصر ومغرب کی درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین اپنی تصنیف دکھاتے، زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا۔ جوابات کی تصحیح وتصدیق واصلاح مصنفین کی تائید وتصحیح اغلاط، زبانی سوالات کا تشفی بخش جواب عطا ہو رہا ہے اور فلسفیوں کے اس خبط کی لایصدر عن الواحد الا الواحد ("ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے" کی دھجیاں اڑ رہی ہیں جس ہنگامۂ سوالات وجوابات میں بڑے بڑے اکابر علم وفن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کی کی نہ سنیں۔ وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرما دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ادبی خطاء پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرما دیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوت حافظہ:

یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لئے جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے اسی وقت فرما دیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں سطر میں یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد وصفحہ وسطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں، خیریہ میں، مبسوط میں، ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ وسطر یہ الفاظ موجود ہیں۔

ارشاد فرما دیتے اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے تو صفحہ وسطر وعبارت وہی پاتے جو زبان اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس (۱۴۰۰) کی کتابیں حفظ تھیں۔ یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے مگر میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ

Scanned with CamScanner

کیا۔ روزانہ دہرایا ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا۔ حافظ ہوا محراب سنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو گو ایسا دیکھا نہیں گیا اور ہوسکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت قرآنیہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیۂ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے۔ گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیت قرآنیہ کے صفحہ وسطر کو بتایا جاسکے تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ وغیر متداولہ کے ہر جملہ کو بقید صفحہ وسطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ ربانیہ ہے جس کے بلند مقام بیان کرنے کے لئے اب تک اربابِ لغت واصطلاح لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔

میری شرارت

مجھے اپنی یہ شرارت یاد ہے کہ جان بوجھ کر اپنے جانے بوجھے جزئیات فقہ کو دریافت کرتا تو اعلیٰ حضرت مسکرا کر بتا دیتے اور مزید حوالے عطا فرماتے مع صفحہ وسطر وعبارت نوٹ کر لیتا کہ شاید کبھی صفحہ یا سطر یا عبارت میں کسی لفظ و نقطہ کی بھول ہو جائے۔ مگر آج میں بڑی مسرت کے ساتھ باقرار صالح اپنا بیان دیتا ہوں کہ میری شریرانہ خواہش ہمیشہ ناکام رہی۔

حیرت انگیز علم حساب

چونکہ میں نے حساب کی تعلیم سکولی طور پر پائی تھی لہٰذا فرائض حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے استفتا میرے سپرد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا ظاہر ہے کہ مورث اعلیٰ کی پندرھویں پشت میں درجنوں ورثاء ہوں گے مجھ کو اس کے جواب میں دو رات اور ایک دن مسلسل محنت کرنی پڑی اور آنہ پائی سے درجنوں ورثاء کے حق کو قلمبند کر دیا نماز عصر کے بعد بیٹھا کہ استفتاء سناؤں وہ بہت طویل تھا۔ فلاں مرا اور فلاں کو وارث چھوڑا پھر فلاں مرا اور اس نے اتنے وارث چھوڑے اس میں صرف ناموں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ فل سکیپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ جب یہ استفتاء میں پڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ اعلیٰ

حضرت کی انگلیاں حرکت میں ہیں ادھر استفتاء ختم ہوا ادھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا، درجنوں نام بنام لوگوں کا حصہ بتا دیا۔ اب میں حیران و ششدر کہ استفتاء کو بیس مرتبہ تو میں نے پڑھا ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلمبند کیا لیکن مجھ سے صرف سب الاحیاء (زندہ ورثاء) کا نام کوئی پوچھے تو بغیر استفتاء اور جواب کو دیکھے نہیں بتا سکتا۔ یہ کیا تبحر، کیا وسعتِ مدارک، توبہ توبہ! یہ کتنی شاندار کرامت ہے کہ ایک بار استفتاء سنا تو درجنوں ورثاء کا ایک ایک نام یاد رہا اور ہر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتا دیا کہ جیسے کئی مہینے تک کوشش کر کے حصہ و نام کو رٹ لیا گیا ہے۔

میری عرض وتمنا

میں اس سرکار میں کس قدر شوخ تھا یا شوخ بنا دیا گیا تھا اپنا جواب اعلیٰ حضرت کی نشست کی چارپائی پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ اس علم کا کوئی حصہ عطا نہ ہوگا جس کا علمائے کرام میں نشان بھی نہیں ملتا مسکرا کر فرمایا کہ میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں۔ یہ تو آپ کے جدِ امجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں۔ یہ جواب مجھ ننگ خاندان کے لئے تازیانہ عبرت بھی تھا کہ لوٹنے والے لوٹ کر خزانے والے ہو گئے اور میں "پدرم سلطان بود" کے نشہ میں پڑا رہا اور یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم راسخ والے مقام تواضع میں کیا ہو کر اپنے کو کیا کہتے ہیں۔ یہ شوخی میں نے بار بار کی اور یہی جواب عطا ہوتا رہا اور ہر مرتبہ میں ایسا ہو گیا کہ میرے وجود کے سارے کل پرزے معطل ہو گئے ہیں۔

علم قرآن

علم قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی تشریح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے

Scanned with CamScanner

استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گذرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمۂ قرآن شے دیگر است وعلم القرآن شے دیگر۔

علم الحدیث وعلم الرجال

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں۔ ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔ علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب وتذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اعلیٰ حضرت نے اس (حقیقت) کو (واضح) فرما دیا کہ...... (بعض لوگوں) کا ایمان بالرسل بایں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں۔ اکرم الاولین والآخرین ہیں۔ اعلم الخلق اجمعین ہیں۔ محبوب رب العلمین ہیں بلکہ صرف بایں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ تعالیٰ بے وجاہت رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو، تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائے گی۔ ان حقائق کے واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ بڑی اکثریت کے ساتھ دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے منہ پر تھوک رہی ہے۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ عناو عن سائر اہل السنۃ والجماعۃ خیر الجزاء

امام بریلوی قدس سرہٗ کاملین کی نگاہ میں

میرے استاد، فن حدیث کے امام (اس سے مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں جو محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب خطبہ) کے استاذ اور فاضل بریلوی قدس سرہٗ

العزیز کے معاصرین ومعتقدین میں تھے) کو بیعت حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (قدس سرہٗ العزیز) سے تھی مگر حضرت کی زبان پر پیر ومرشد کا ذکر میرے سامنے کبھی نہ آیا اور اعلیٰ حضرت کے بکثرت تذکرے محویت کے ساتھ فرماتے تھے، میں اس وقت تک بریلی حاضر نہ ہوا تھا۔ اس انداز کو دیکھ کر میں نے ایک دن عرض کیا کہ آپ کے پیر ومرشد کا تذکرہ نہیں سنتا اور اعلیٰ حضرت کا آپ خطبہ پڑھتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں نے پیر ومرشد سے بیعت کی تھی بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ مگر جب میں اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں بلکہ بعونہٖ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں۔ حضرت کا انداز بیان اور اس وقت چشم پرنم۔ مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ واقعی دلی راولی می شناسد اور عالم را عالم می داند۔ میں نے عرض کیا کہ علم الحدیث میں کیا وہ آپ کے برابر ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں پھر فرمایا کہ شہزادہ صاحب آپ کچھ سمجھے کہ ہرگز نہیں کا کیا مطلب ہے سنئے کہ اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں کہ میں سالہا سال صرف اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں۔

بریلی کی طرف میری کشش

حضرت محدث صاحب قبلہ (مولانا وصی احمد) کے اسی قسم کے ارشادات نے میرے دل کو بریلی کی طرف کھینچا اور بالآخر آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت کیا ہیں۔ اس کا اندازہ بڑے سے بڑا مبصر بھی نہیں کر سکتا۔

انداز تربیت

ذرا انداز تربیت دیکھئے کہ کار افتاء کے لئے جب بریلی حاضر ہوا تو میرے اندر لکھنؤ میں ۸ سال رہنے کے باعث لکھنوی انداز کی خو بو کافی موجود تھی شہر کے جغرافیہ میں بازار اور تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن فرصت میں کچھ سیر سپاٹا کروں۔ جمعہ کا دن آیا تو میں مسجد میں سب سے پہلی صف میں تھا۔ نماز ہو گئی تو مجھے دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں۔ میں بریلی کے لئے بالکل نیا شخص تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا منہ

Scanned with CamScanner

دیکھنے لگے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت خود کھڑے ہو گئے اور باب مسجد پر مجھ کو دیکھ لیا تو مصلے سے اٹھ کر صف آخر میں آ کر مجھ کو مصافحہ سے نوازا اس سے زیادہ کا ارادہ فرمایا تو میں تھرا کر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنن و نوافل ادا فرمانے لگے۔ مسجد کے ایک ایک شخص نے اس کو دیکھا اور بڑی حیرت سے دیکھا۔ میں نے بازار اور کتب خانے کی سیر کو طے کر رکھا تھا۔ شام کو جب چلا تو شہامت گنج کے موڑ پر پہلے پان کھانے کی خواہش ہوئی ابھی پان والے سے کہا بھی نہ تھا کہ ہر طرف سے السلام علیکم آئے اور مجھ کو جواب دینا پڑے۔ اب پان والے کی دکان کے سامنے کھڑا ہونا بھی دشوار ہو گیا۔ سلام و مصافحہ کی برکت نے سارا پروگرام ختم کر دیا وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ بریلی کا ذکر نہیں۔ کلکتہ، بمبئی، مدارس میں بھی پاپیادہ نہیں بلکہ موٹر میں بیٹھ کر بھی صرف سیر بازار کے لئے نہیں نکلا۔ سارا لکھنوی انداز ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرت انگیز عقیدت

دوسرے دن کار افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپیہ کی شیرینی منگائی۔ اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔ اس کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی اور اب میں نے سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں یہ آپ کے جد امجد کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا، اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھی، بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں "چوں قلم در دست کاتب

تھے جس طرح کہ غوث پاک سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ہاتھ میں "چوں قلم در دست کاتب" تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے کہ قرآن کریم نے فرما دیا:

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی۔

امام بریلوی قدس سرہٗ کا لغزشوں سے محفوظ رہنا

علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدی سے چلے آ رہے ہیں۔ مگر لغزش قلم و زلت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آ گئے۔ بعض تجدد پسندی پر اتر آئے تصانیف میں خود رائیاں بھی ملتی ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لہجہ میں بھی بوئے حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی یا حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولا تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

امام بریلوی کی شعر گوئی

کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر کے پاس جس کو رات دن کے کم سے کم بیس گھنٹے میں صرف علم دین سے واسطہ ہو جس کے ایوان علم میں اپنے ساتھ قلم دوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو جو عرب و عجم کا رہنما ہو اس کو شعر کہنے کو کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ جس رشک جناں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کے لئے سرمایۂ حیات ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد و نعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والوں اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی

ایک شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔

اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سرآمد شعراء دہلی نے جواب دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھئے آپ عمر بھر پڑھتے رہیے اور ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

فن زیجات وفن تکسیر

فن زیجات وفن تکسیر میں شان امامت کے نمونے آج اعلیٰ حضرت کے تلامذہ سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے ارشد تلامذہ میں حضرت ملک العلماء ظفر الملۃ والدین اس عہد میں دونوں فن کے ماہر مانے جا رہے ہیں۔ علم جفر میں اعلیٰ حضرت ساری دنیا میں فرد یکتا تھے۔ بڑے بڑے مدعیان فن مستظمرہ تک پہنچ کر آگے معذور ہو جاتے ہیں اور ان کے حساب میں جواب سے پہلے کوئی نہ کوئی کسر آ جاتی ہے بڑے بڑے رمال و جفار نے اعتراف کیا کہ ہم اعلیٰ حضرت کے آگے طفل دبستان ہیں۔

عجیب واقعہ

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت مولانا ہدایت رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ریاست رامپور میں علمی منصب پر تھے۔ نواب صاحب کی بیگم بیمار پڑیں جن کی بیماری نواب صاحب کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ ان کو بیماری کا انجام جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پہلے تو اعلیٰ حضرت نے ٹال دیا مگر مولانا کا سوکھا سا منہ دیکھ کر رحم آ گیا اور لکھ کر دے دیا کہ اگر رفض سے توبہ نہ کی تو اسی ماہ محرم میں رامپور کے اندر مر جائے گی۔ نواب صاحب نے طے کر لیا کہ ماہ محرم تو روکا نہیں جا سکتا مگر رامپور سے چلا جانا ممکن ہے مع بیگم کے نینی تال چلے گئے کہ وہاں موت واقع ہوئی تو وہ نینی تال ہے رامپور نہیں ہے مگر وہ جو کہ فرمایا گیا ہے جف القلم بما ھو کائن۔ آخر یہ ہو کر رہا کہ کانپور کی مسجد شہید گنج کے ہنگامے میں لیفٹیننٹ گورنر مسٹر مسٹن کی بے چینی حد سے بڑھی تو نواب صاحب کو تار دیا

کہ رامپور آتا ہوں جلد آ کر ملو۔ نواب صاحب اکیلے جانے کو تیار ہوئے تو بیگم نے نہ مانا اور بالآخر دونوں ماہ محرم میں جیسے ہی رامپور پہنچے کہ بیگم کا انتقال ہو گیا۔

وفات شریف کی غائبانہ اطلاع

میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ قدس سرہٗ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔ اس وقت حضرت والد ماجد قبلہ قدس سرہٗ کی زبان پر بے ساختہ آیا کہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اسی وقت ایک خاندانی بزرگ نے فرمایا کہ اس سے تو تاریخ وصال نکلتی ہے۔ آج ہم اور آپ اسی یکتائے روزگار امام و مجدد قطب الارشاد کی بارگاہ عالی میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کو جمع ہیں اور ان کی روح مبارک کی سعیٔ نوازی سے دارین کا آسرا لگائے ہوئے ہیں۔

فرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ احمد رضا۔

سیدِ ہجویر (رحمۃ اللہ علیہ) مخدومِ امم

سید ہجویر مخدوم امم — مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروقؓ از جمالش تازہ شد — حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

(علامہ اقبال)

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہمہ جہت سائنسدان

از قلم: ڈاکٹر اے کیو خان ☆

یہ امر باعث مسرت ہے کہ "ادارہ تحقیقات امام رضا" حسب سابق امسال بھی برصغیر پاک و ہند کے بلند پایہ دینی رہنما اور مفکر اسلام جناب امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے یوم وصال پر کانفرنس کا اہتمام کر رہا ہے جس میں عالم اسلام کے اسکالرز، علماء اور مفکرین ان کی زندگی اور تعلیمات پر روشنی ڈالیں گے۔

آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔ اس پُر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا کہ جن کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔ امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول ﷺ سے لبریز تھی آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم ﷺ سے وفا شعاری کا نشانِ مجسم تھی۔

آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی بھی ہے۔ سورج کی حرکت پذیر اور محو گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں۔ آج جبکہ دوسری طرف ہمارا دشمن ہمیں تباہ و برباد کرنے کی گھات میں بیٹھا ہے تو میں سمجھتا ہوں امام صاحب کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر ہم آج بھی ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کا ادارہ امام احمد رضا بریلوی کی تعلیمات کو عام کرتے وقت

☆ ڈاکٹر عبدالقدیر خان، نشانِ امتیاز، ڈاکٹر اے کیو خان ریسرچ لیبارٹریز کہوٹہ کا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی کے لئے پیغام...... مئی ۱۹۸۸ء

ملی یکجہتی اور مذہبی رواداری کے جذبے کو بھی فروغ دے گا تاکہ ملک عزیز میں قومی اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہو۔

میں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر ادارہ کے اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بیتابوں کی
اپنے کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
اپنی اُس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اوّلیں خانہ حق کی تو ضیائیں دیکھیں
آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلا دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولہا دیکھو

ایمنِ طور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ
شعلہ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

مہر مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم
جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم اُن کا دیکھو

عرضِ حاجت میں رہا کعبہ کفیل انجاح
آداب داد رسی شہ طیبہ دیکھو

دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود
خاک بوسی مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ در والا دیکھو

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جوشِ رحمت پہ یہاں نازِ گنہ کا دیکھو

جمعہ مکہ تھا عید، اہل عبادت کے لئے
مجرمو! آؤ یہاں عید دو شنبہ دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب مسعیٰ میں بامیدِ صفا دوڑ لیے
رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خونابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

سخن رضا میری نظر میں

شاعر ہفت زبان حضرت شاہ نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات طے ہے کہ بیان کا جادو دل لوٹ لیتا ہے۔ وہ شعر کی صورت میں ہو یا تحریر و تقریر کی صورت میں۔ وعلمہ البیان (اور اس (رحمٰن) نے (انسان کو) بیان سکھایا) کی قرآنی نص اور ان من البیان لسحرًا (یقیناً بعض بیان جادو ہوتے ہیں) کی حدیث مبارک اس پر شاہد ہے۔ اس وقت میں اپنی مطالعاتی معلومات اور ادبی خدمات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ بحمہٖ تعالیٰ علوم دینیہ سے میرے طبعی میلان اور فنون لطیفہ سے میری فطری رغبت نے مجھے بہت کچھ عطا کیا۔ چنانچہ تحدیث نعمت کے تحت میں نے کہا تھا۔

نہ پوچھو کچھ کہ کیا کچھ دے دیا ہے دینے والے نے ۔۔۔ بڑا ہو لاکھ کوئی ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں

کلام انسان کی خداداد صلاحیتوں کا ترجمان ہوتا ہے، جب ہم اس حوالے سے بھی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ ایک بلند ترین مقام پر جلوہ فرما نظر آتے ہیں۔ یہاں پر نہ تو میں کسی قسم کی خوشامد سے کام لے رہا ہوں، نہ محض اندھی عقیدت اور نہ بے جا تعریف سے۔ بلکہ علم و ادب کے ناتے ایک مبنی بر حقیقت بات کر رہا ہوں۔ عام طور پر لوگ موصوف کو محض ایک فقیہہ یا عالم دین کی حیثیت سے جانتے ہیں، ان کا یہ رتبہ اپنی جگہ مُسلَّم مگر شعر و ادب میں بھی ان کا پایہ بہت بلند ہے، جس سے کم حضرات واقف ہیں۔

دینی مجالس میں ان کے کلام کو سرسری انداز میں پیش کر دینا اور بات ہے، مگر اس کے معانی و مطالب کی غیر معمولی گہرائیوں، اثر آفرینیوں اور اس کے فنی محاسن کو سمجھنا بالکل ہی الگ معاملہ ہے۔ ان کے کلام بلاغت نظام سے کماحقہٗ محظوظ ہونے کے لئے علم وافر، استعداد کامل، غیر معمولی ذہانت، تنہائی، ذوق مطالعہ اور پھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت بھی درکار ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تضمین نگاری کوئی آسان کام نہیں، کیونکہ اس کے لئے زبان و بیان پر قدرت، اوزان شعر پر دسترس، بلندیٔ فکر، جذبات کی وارفتگی، عقیدت کا والہانہ پن، الفاظ کا رکھ رکھاؤ، یو-پی (U.P) کی زبان کا لطف، رعایت لفظی، ربط معنوی، روزمرہ اور محاورات کا برمحل استعمال اور بندشِ چست کے لوازم کا یکجا ہونا بھی ضروری امر ہے۔

جب میں نے تضمین نگاری کا عمل شروع کیا تو مجھے مذکورہ لوازم سے عہدہ برآ ہونا ذرا مشکل نظر آیا، تاہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے اور رسالت مآب علیہ السلام کی نسبت جلیلہ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اس کام کا آغاز کر دیا۔ اب میں اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہو سکا، اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا یا پھر عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تضمین نگاری کے حوالے سے یہاں ایک دو باتوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اسے اصطلاح فن میں مخمس یا خمسہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے تین مصرعے تضمین نگار کے ہوتے ہیں، جبکہ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اس شاعر کے کلام کا ہوتا ہے جس پر تضمین کہی جا رہی ہو۔ مزید لطف اٹھانے کی صورت یہ ہے کہ پہلے اصل شعر پڑھ لیا جائے اور پھر اس پر تضمین کے تین مصرعے پڑھ لیے جائیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ حضرت فاضل بریلویؒ نے علمی دلائل سے عقائد باطلہ کا رد بھی فرمایا ہے۔ اس لیے میں نے تضمین میں ان امور کو بھی پیش نظر رکھا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو یہ عمل نوک جھوک کی صورت بھی اختیار کر گیا۔ جو میرے نزدیک فکر رضا کے عین مطابق ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہر صفحہ پر بعض مشکل الفاظ کے معانی بھی لکھ دیے گئے ہیں۔

آخر میں اعتراف عجز کرتے ہوئے اپنے باذوق قارئین کو اپنے اور حضرت فاضل بریلویؒ کے کلام کے ساتھ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لیے چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فاضل بریلویؒ اور ان جیسے اکابرِ ملت کے سوزِ عشق کے طفیل میری اس کاوش کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

تضمین نصیر بر کلامِ رضا

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا

کوئی دنیائے عطا میں نہیں ہمتا[1] تیرا   ہو جو حاتم کو میسر یہ نظارا تیرا
کہہ اٹھے دیکھ کے بخشش میں یہ رتبہ تیرا   واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحیٰ تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کچھ بشر ہونے کے ناتے تجھے خود سا جانیں   اور کچھ محض پیامی ہی خدا کا جانیں
اِن کی اوقات ہی کیا ہے کہ یہ اِتنا جانیں   فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا[3] تیرا

جو تصور میں ترا پیکرِ زیبا دیکھیں   رُوئے والشمس تکیں، مطلعِ سیما[4] دیکھیں
کیوں بھلا اب وہ کسی اور کا چہرا دیکھیں   تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا[5] تیرا

مجھ سے ناچیز پہ ہے تیری عنایت کتنی   تُو نے ہر گام پہ کی میری حمایت کتنی
کیا بتاؤں تری رحمت میں ہے وسعت کتنی   ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

کئی پشتوں سے غلامی کا یہ رشتہ ہے بحال   یہیں طفلی و جوانی کے بتائے[6] مہ و سال
اب بڑھاپے میں خدارا ہمیں یوں در سے نہ ٹال   تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

غمِ دوراں سے جو گھبرایئے، کس سے کہیے   اپنی اُلجھن کسے بتلایئے، کس سے کہیے
چیر کر دل کسے دکھلایئے، کس سے کہیے   کس کا منہ تکیے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

نذرِ عشاقِ نبیؐ ہے یہ مرا حرفِ غریب[7]   منبرِ وعظ پہ لڑتے رہیں آپس میں خطیب
یہ عقیدہ رہے اللہ کرے مجھ کو نصیب   میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

۱: برابر، ۲: بلندی، ۳: جھنڈا، ۴: پیشانی، ۵: پیر کی تلی ۶: گزارے، ۷: عجیب، عاجزانہ

خوگرِ[3] قربت و دیدار پہ کیسی گزرے   کیا خبر اُس کے دل پہ کیسی گزرے
ہجر میں اِس ترے بیمار پہ کیسی گزرے   دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مَرے بیکس و تنہا تیرا

تجھ سے ہر چند وہ ہیں قدر و فضائل میں رفیع[4]   کر نصیرؔ آج مگر فکرِ رضاؔ کی توسیع
پاس ہے اس کے شفاعت کا وسیلہ بھی وقیع[5]   تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اُس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

۳: عادی، ۴: بلند، ۵: اہم، معتبر

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو   جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو   شادیٔ دیدارِ حسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات   اُن کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر   امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے   صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر   سیّدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن   دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں   عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں   ان تبسم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب حسابِ خندہ بیجا رُلائے   چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں   اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُلِ صراط   آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے   ربِّ سلّم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جو دُعائے نیک ہیں تجھ سے کروں   قدسیوں کے لب سے آمیں ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

کلامِ رضا پر حضرت نصیر ملت کی تضامین (ایک جائزہ)

ڈاکٹر توصیف تبسم۔ اسلام آباد

پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی کی ان تضمینوں پر جو حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر کی گئی ہیں، گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ تضمین کے حدود اور مطالب و معانی پر غور کر لیا جائے تاکہ بات چیت زیادہ مربوط اور بامعنی انداز میں آگے بڑھ سکے۔ "تضمین" کے لغوی معنی، قبول کرنا اور پناہ میں لینے کے ہیں۔ "تضمین" کا لفظ "ضم" سے مشتق ہے جس کے معنی ملانا یا پیوست کرنا ہیں۔ اصطلاح میں، تضمین کسی دوسرے شاعر کے کسی شعر یا مصرع کو اپنے کلام میں شامل کرنے کا نام ہے۔ اگر وہ شعر یا مصرع جس کی تضمین کی جائے معروف اور جانا پہچانا نہ ہو تو سرقہ یا توارد کے الزام سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس امر کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ یہ شعر یا یہ مصرع میرا نہیں، کسی اور شاعر کا ہے، جیسے سودا کہتے ہیں ۔

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا، بقولِ درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں، غرض آفت رسیدہ ہوں

تضمین کی ایک صورت تو یہ ہے کہ تضمین لکھنے والا شاعر کسی خاص مصرع یا شعر کو بنیاد بنا کر پوری نظم تخلیق کرتا ہے۔ اقبالؔ کے یہاں اس قسم کی تضمینوں کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ انہوں نے "بانگِ درا" میں ابو طالب کلیم، صائب اور انیسی شاملو کے شعروں کو اسی طرح جزوِ کلام بنایا ہے۔ دوسری صورت تضمین کی یہ ہے کہ پوری غزل کو شعر بہ شعر تضمین کیا جائے، یوں اصل غزل کی ہیئت تضمین ہونے کے بعد مخمس کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تضمین کا بنیادی فریضہ اصل شعر کی شرح و تفسیر ہوتا ہے مگر بعض صورتوں میں تضمین کرنے والا شاعر کسی شعر کو نئے سیاق و سباق میں رکھ کر اس کو ایک نئی جہت عطا کر دیتا ہے، جیسے مولنا غنی کاشمیری کا شعر، جس کی تضمین اقبالؔ نے اپنی نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" میں کی ہے ۔

غنی، روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

اقبالؔ نے غنیؔ کے اس شعر کو ایک نئی معنویت سے ہم کنار کیا ہے۔ یہاں "پیرِ

کنعاں" سے مراد "ملت اسلامیہ" حضرت یوسف علیہ السلام سے مراد مسلمانوں کا علمی سرمایہ ہے جو اہل یورپ (زلیخا) کی آنکھوں کا وسیلہ بنا ہوا ہے۔ تضمین کی اکثر و بیشتر صورتوں میں اصل شعر کی تشریح و تفسیر ہی ہوتی ہے۔ تضمین کے اس بنیادی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرزا عزیز بیگ مرزا سہارن پوری نے غالب کی اردو غزلیات کی تضمین شعوری طور پر اس انداز سے کی ہے کہ کلام غالبؔ کو ایک عام قاری کے لئے آسان بنایا جا سکے۔ ان کی اس منظوم تشریح کا نام "روحِ کلامِ غالب" ہے۔ اس تضمین کلام غالب کی تعریف کرتے ہوئے نظامی بدایونی لکھتے ہیں: "اس کی ادنیٰ خصوصیت یہ ہے کہ مشکل ترین اشعار کے معانی اور مطالب اس درجہ واضح ہو جاتے ہیں کہ کسی شرح کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے حوالے سے جب ہم پیر سید نصیر الدین نصیر کی تضمینوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ ان کی یہ کاوشیں جن میں آٹھ نعتیں، ایک منقبت اور ایک سلام شامل ہے، تضمین کے اصل مقصد کو بہ طریق احسن پورا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اصل شعر جس پر شاعر تین اضافی مصرعے بہم پہنچاتا ہے۔ ان مطالب کو کھول کر بیان کر دیتے ہیں جن کی طرف اصل شعر میں مبہم اشارے موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح تضمین کا ہر بند ایک ایسی وحدت کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنی جگہ مکمل اور حد درجہ مربوط ہوتی ہے۔ تضمین کی اس خصوصیت کی طرف علامہ نیاز فتح پوری اپنی تصنیف "انتقادیات" (ص ۲۸۳) میں اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

"تضمین کی خوبی یہ ہے کہ وہ اصل شعر کے ساتھ مل کر بالکل ایک چیز ہو جائے۔"

نصیر الدین نصیر کی تضمین کا ایک بند بطور مثال ۔

دل کے آنگن میں اک چاند سا اترا کیا ہے
موج زن آنکھوں میں یہ نور کا دریا کیا ہے
ماجرا کیا ہے یہ آخر، یہ معما کیا ہے
کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

اصل شعر میں جو تحیر کا عنصر تھا، اس کو باکمال تضمین نگار نے اس طرح پورے بند میں پھیلا دیا ہے کہ سارے مصرعے مل کر ایک پُرلطف فضا کی تشکیل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اور بند دیکھیے ۔

جب چلے حشر کے میدان میں امت کی سپاہ　　سرورِ جیش ہو وہ مطلعِ کونین کا ماہ
اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رواں ہوں ہمراہ　　یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشمِ بدور ہو، کیا شان ہے، رتبہ کیا ہے

ان بندوں میں جزئیات و واقعات کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ ایک متحرک تصویر چشمِ تصور کے سامنے آ جاتی ہے۔ شاعری کا یہ وہ مقام ہے جہاں شعر، مصوری کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ یہ کیفیت ان تضمینوں میں کم وبیش ہر جگہ موجود ہے۔ زورِ بیاں ہے کہ کہیں کم نہیں ہونے پاتا جس سے پیر نصیر الدین نصیر کی قدرت کلام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ ایک مدت سے اردو اور فارسی میں دادِ سخن دے رہے ہیں۔ اب تک ان کے متعدد مجموعہ ہائے کلام زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ خصوصاً انہوں نے اردو اور فارسی میں صنفِ رباعی کو جس قرینے اور سلیقے سے برتا ہے اس کی نظیر آج کے دور میں ذرا مشکل ہی سے ملے گی۔ رباعی اپنی فنی قیود، خاص بحور اور دوسرے التزامات کے سبب ایک مشکل ترین صنفِ سخن سمجھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر شاعر اس صنف پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا ہے۔ نصیر الدین نصیر نے جو ریاضت رباعی کے میدان میں کی، اس نے ان کے تضمین کے فن کو ان کے لئے آسان بنا دیا۔ جیسے رباعی کے چار مصرعوں میں بتدریج ایک ارتقائی کیفیت اس کے حسن کا سبب ہوتی ہے، یہی صورت حال ان کی تضمین کے ہر بند میں موجود ہے۔ نصیر الدین نصیر کی عربی اور فارسی کی بنیاد حد درجہ مستحکم ہے۔ اسی لیے وہ تضمین کرتے ہوئے، ان مشکل مقامات سے با آسانی گزر جاتے ہیں جہاں دوسرے شاعروں کے پاؤں شاید لڑکھڑا جائیں۔

صوم و صلوٰۃ ہیں کہ سجود و رکوع ہیں　　ہر چند شرع میں یہ اہم الوقوع ہیں
حُبِ نبی نہ ہو تو یہ سب لانفوع ہیں　　ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تضمین کے لغوی معانی پر اگر غور کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جس شاعر کا کلام، تضمین کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ دراصل ایک طرف تو اس خاص شاعر سے یہ اظہارِ عقیدت کی صورت ہے تو دوسری طرف تضمین کرنے والے شاعر کی اثر پذیر طبیعت کا

ثبوت بھی ہے۔ نصیر میاں نے بھی، حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ کی نعت، منقبت اور سلام کا انتخاب تضمین کے لئے کر کے ایک طرح سے ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے۔

اہلِ نظر میں تیرا ذہنِ رسا مُسلّم　　دنیائے علم وفن میں ہے تیری جا مُسلّم
نزدِ نصیر تیری طرزِ نوا مُسلّم　　مُلکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضا مُسلّم
جس سمت آ گئے ہو، سکے بٹھا دیئے ہیں

پیر سید نصیر الدین نصیر کو نعتیہ تضمین کرتے ہوئے، دوسرے عام شاعروں کے مقابلہ میں ایک یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ کے خانوادہ سے ہیں، یوں وہ دوسرے نعت گو شعراء کے مقابلہ میں حمد وثنا کی اسی مقدس فضا میں سانس لے رہے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو میسر تھی۔

شعر کے معانی و مطالب کے پہلو بہ پہلو، اس کا دوسرا اہم جزو زبان و بیان سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت احمد رضا خان، اردو زبان کے ایک ایسے مرکز (U-P) سے متعلق تھے، جو شہر میں حسنِ محاورہ اور لطفِ روزمرہ کا قائل تھا۔ اسی لئے ان کی نعتوں میں زبان و بیان کی ایک خاص چاشنی ملتی ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر بھی اپنی ان تضمینوں میں اصل نعت کی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے اسی زبان و بیان سے کام لیتے ہیں جو اس کا اولین تقاضا تھی۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ اردو زبان و ادب کے مراکز سے دور، گولڑہ شریف میں رہ کر انہوں نے اس زبان کو کیسے سیکھا، ان کا ایک اور بند دیکھئے۔

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں　　وہ عاشقوں کی بھیڑ، وہ لہجے، وہ بولیاں
جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں　　لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک، ترے پاک در کی ہے

امید واثق ہے کہ یہ نعتیہ تضمینیں، صاحبانِ دل کے حلقوں میں ذوق وشوق سے پڑھی جائیں گی اور اپنی روحانیت اور اعلیٰ شعری خصوصیات کے سبب دربارِ لقا میں جگہ پائیں گی۔

(تضمینات بر کلام حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی)

Scanned with CamScanner

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

از: نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا مسجد رضا خان قادری (سیکرٹری جنرل: امام احمد رضا ٹرسٹ بریلی شریف)

جس کو حضور ﷺ سے جس قدر محبت ہوتی ہے اس کو حضور ﷺ کی اولاد سے اسی نسبت سے گہری عقیدت ہوتی ہے۔ امام احمد رضا کا عشق رسول ﷺ تو زمانہ پر ظاہر ہے۔ انہوں نے ہر سید زادے کو اپنا سرتاج سمجھا ہے اور سادات کرام کی محبت و احترام کا جو عملی نمونہ پیش کیا ہے اس صدی میں اس کی تو مثال نہیں ملتی۔ آپ قادری تھے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے مرکز عقیدت، دیکھئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سیدنا غوث اعظم سے عقیدت کا کیسا والہانہ اظہار کرتے ہیں۔

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد — ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
تجھ سے در در سے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت — میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

امام احمد رضا خود کو ہند میں قادریت کا پہرادار بتا رہے ہیں اور سگ درِ غوث سے نسبت کو اپنے لئے باعث فخر قرار دے رہے ہیں۔

ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ الباری حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول میں امام احمد رضا کا ایک واقعہ اس طرح بیان کر رہے ہیں: "حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نیاز کے بعد تقسیم کی جانے والی شیرینی کا ایک ریزہ زمین پر گر گیا، اسے آپ نے گھٹنوں کے بل جھک کر اپنی زبان کی نوک سے اٹھایا۔" (ملخصا)

اس واقعہ سے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کی عقیدت کا بے پایاں اظہار ہوتا ہے۔

"الملفوظ" میں ہے کہ "حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حضرت محبوب الٰہی دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دربار میں حاضری کے لئے گئے، خانقاہ میں قوالی ہو رہی تھی آپ نے حضرت محبوب الٰہی سے عرض کرنا چاہا کہ فقیر حاضر ہوا ہے اسے قوالی کی آواز نہ سنائی پڑے، لیکن زبان سے غوث اعظم ہی نکلا۔

اللہ اکبر یہ تھی قادری رنگ و آہنگ کا غلبہ اور نہ صرف سلسلۂ قادریہ کے سرخیل بلکہ ہر سلسلہ کے سید و سردار، ولیوں کے تاجدار سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کی عقیدت!

امام احمد رضا جب تک حاضری میں رہے اور حاضری کے بعد خانقاہ سے باہر آنے تک آپ کے کانوں میں قوالی کی آواز نہیں آئی حالانکہ قوالی ہو رہی تھی۔

حضور نبی امی ﷺ شافع محشر ہیں۔ امام احمد رضا اپنے آقا حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی بارگاہ میں ان کے لاڈلے بیٹے غوث اعظم کی سفارش لاتے ہیں۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع — جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

سیدنا غوث اعظم سے امام احمد رضا کی عقیدت و محبت بہت ساری مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ آپ نے اپنے دیوان "حدائق بخشش" میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعدد قصائد اور رباعیات لکھے ہیں۔

اپنے ایک رسالہ میں آپ نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ "قدمی ھذا رقبۃ کل ولی اللہ" حق ہے آپ نے اپنی تحریروں میں ملفوظات میں غوث اعظم کا بہت ہی والہانہ ذکر کیا ہے۔

"الملفوظ" میں آپ نے لکھا ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی آمد سے قبل سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہی تختہ ولایت پر جلوہ فرما رہیں گے اور سارے ابدال و اقطاب، افراد و اغواث و اولیاء اللہ آپ کے زیر نگیں رہیں گے۔

امام احمد رضا نے سرکار غوث اعظم کے جو مناقب لکھے ہیں ان میں کئی اشعار ایسے ہیں جس کا بطور وظیفہ اور عمل ورد کیا جائے تو ہر جائز کام میں کامیابی ملتی ہے، مرادیں پوری ہوتی ہیں، دشمن زیر ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالنعیم صاحب عزیزی نے اپنے ایک مضمون "اشعار رضا بطور اعمال و وظائف" میں لکھا ہے کہ امام احمد رضا کا یہ شعر جو سرکار غوثیت مآب کی شان میں ہے دشمنوں کو زیر کرنے نیز آفات و بلیات کے دفعیہ میں زود اثر اور مجرب ہے۔

حکم نافذ ہے تیرا خامہ تیرا سیف تیری — دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

امام احمد رضا نے توشہ غوثیہ کو بھی بہت مجرب لکھا ہے اور اس میں شامل اشیاء کی

Scanned with CamScanner

مقدار کا تعین بھی کیا ہے اور نیاز کا طریقہ بھی بتایا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد رضا نائب غوث اعظم و مظہر غوث اعظم تھے تو مبالغہ نہ ہوگا "الدولۃ المکیہ" کی تصنیف کے موقع پر غوث پاک ہی کا پنجہ آپ کی پشت پر تھا۔

کیا دبے جس کی حمایت پہ ہو پنجہ تیرا　　شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
ظلمتِ وقت میں سر بسر روشنی　　شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا
جس کی ہر ہر ادا آگہی آگہی　　شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا

☆☆☆

حل بانگِ درا جس کی گونجی صدا　　جس نے ہم کو نشاں منزلوں کا دیا
جس نے افکار کو بخش دی تازگی　　شاہ احمد رضا، شاہ احمد رضا

(پروفیسر محمد اکرم رضا۔ گوجرانوالہ)

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے	باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گر کہوں	جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں	درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے
صبح وطن پہ شام غریباں کو دوں شرف	بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں	اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے
بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں	بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا	یعنی شفیع روزِ جزا کا کہوں تجھے
اِس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں	تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بَری	حیرا ں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامشی	چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی

ذات گرامی پر ایک نظر

مورخ: جناب مولانا محمد صادق صاحب کوٹلوی خطیب گوجرانوالہ "۲۵ صفر اعلیٰ حضرت محی السنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرۂ العزیز کے وصال کا دن ہے۔ یہ مختصر مگر جامع مضمون فاضل نوجوان مولانا محمد صادق صاحب کوٹلوی خطیب گوجرانوالہ کا رقم فرمودہ ہے اور اعلیٰ حضرت کی چیدہ و ممتاز صفات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے حضرت موصوف کی جلالت شان اور علمی رعب و دبدبہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ہم یہ مضمون شائع اشاعت کر کے ناظرین ماہ طیبہ کو ایک مجدد کی ذات گرامی سے روشناس کرانے کا فخر حاصل کرتے ہیں۔

(نصف صدی قبل کی تحریر)

حضور کا اسم شریف احمد رضا، کنیت ابو حامد اور مخصوص القاب مجدد دین و ملت، امام اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین ہیں اور اعلیٰ حضرت تو آپ کا مشہور ترین لقب ہے۔ جب مطلقاً اعلیٰ حضرت سنا جائے یا کہا جائے تو حضور ہی کی ذات گرامی مراد لی جاتی ہے۔

رضا یہ نعت نبیؐ نے بلندیاں بخشیں

۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ بوقت ظہر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ مبارک عین جمعہ کے وقت ۲ بج کر ۳۷ منٹ پر ادھر مؤذن نے حی علی الفلاح کہا۔ ادھر یہ بشارت سنائی دی۔ یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اور ۶۸ برس کی پاکیزہ عمر گذار کر آپ کی روح پاک جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تاریخ وفات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۴۰ھ اور امام الہدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمۃ ۱۹۴۰ء ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خود بھی اپنی ولادت وفات کی تاریخیں استخراج فرمائی ہیں چنانچہ تاریخ ولادت ہے۔

اولئك كتب فى قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه	یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

اور تاریخ وصال جو حضور نے اپنے وصال سے چار ماہ بائیس روز قبل (یہ آپ کی کرامت ہے) استخراج فرمائی۔ وہ یہ ہے:

ويطاف عليهم بآنية من فضة و اكواب ۱۳۴۰ھ	اہل جنت میں چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دورہ ہوگا۔

خدمتِ دین

آپ علامہ ابن علامہ ہیں۔ آپ کے گھرانہ سے فتاویٰ شرعیہ لکھنے کی مدت ایک صدی سے بھی زائد ہے۔ خود آپ نے تیرہ چودہ برس کی عمر میں فتویٰ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر آخری دم تک آپ خدمت دین میں معروف رہے۔ آپ نے سب سے پہلا فتویٰ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو تحریر فرمایا جو تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

سوال:

اگر بچے کے ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب:

مونہہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔ (ملفوظات ووصایا شریف)

بڑے بڑے معرکتہ الآرا مسائل و پیچیدہ و دقیق سوالات کو اعلیٰ حضرت اشارہ ابرو سے حل فرما دیتے تھے ۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال

آپ کے قلم شریف نے جس طرف رخ پھیرا، تحقیقات کے دریا بہا دیئے۔ تمام شبہات مٹا دیئے۔ اعتراضات اٹھا دیئے۔ مخلصین کو سیراب کر دیا اور معترضین و منکرین کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ خود فرماتے ہیں ۔

Scanned with CamScanner

ملک سخن کی شاہی تجھ کو رضا مسلم ‏ جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تصانیف

اعلیٰ حضرت کی تصانیف ایک ہزار سے بھی زائد ہیں اور فتاویٰ رضویہ شریف کی بارہ ضخیم جلدیں جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں ان کے علاوہ ہیں۔ صرف آپ کی کچھ تصانیف کی ایک علیحدہ فہرست بھی مرتب ہوئی جس کا نام "المجمل المعد دلتالیف المجدد" رکھا گیا۔ ہر بد مذہب کے رد میں آپ کی متعدد تصانیف موجود ہیں جس بد مذہب نے بھی سر اٹھایا اسی کی بد مذہبی کی آپ نے دھجیاں بکھیر دیں اور بفضل اللہ تعالیٰ کسی کو اس شیر ربانی کے جواب کی ہمت نہ ہوئی اور انشاء اللہ نہ ہو سکے گی۔ خود فرماتے ہیں ۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

مجدد ملت امام اہلسنت

آپ چونکہ اس صدی کے مجدد اور امام اہلسنت ہیں۔ آپ ہی نے بد مذہبوں کے خیالات سے اہل سنت کے پاکیزہ عقائد کو ممتاز فرمایا اور صراط مستقیم کو واضح فرمایا۔ لہٰذا اس وقت کے سواد اعظم کے اولیاء علماء آپ ہی کے مسلک پر ہیں اور صحیح العقائد مسلمان اہلسنت چاہے کہیں کے باشندے ہوں اور حنفی ہوں شافعی، مالکی یا حنبلی ہوں قادری ہوں یا نقشبندی چشتی ہوں یا سہروردی اجمیر شریف سے وابستہ ہوں یا سرہند شریف سے کچھوچھہ شریف سے وابستہ ہوں یا گولڑہ شریف سے سیال شریف سے وابستہ ہوں یا راولپنڈی شریف سے۔ پھر جامعہ ازہر (مصر) سے فارغ التحصیل ہوئے ہوں یا دیوبند سے۔ ڈابھیل سے فارغ ہوں یا دہلی سے غرضیکہ ان سب کو اس زمانہ میں اعلیٰحضرت کی طرف منسوب کر کے بریلوی کہا جاتا ہے کیونکہ بریلی شریف کی آغوش میں ہی اعلیٰحضرت نے نشوونما پائی ہے۔

مدینہ منورہ و مکہ معظمہ

پھر اور تو اور مکہ شریف و مدینہ شریف کے جلیل القدر علما و اولیاء نے آپ سے

سندیں حاصل کیں اور اجازتیں لیں بلکہ بعض حضرات حرمین شریفین سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس بریلی شریف تشریف لائے اور وہاں کی عظیم الشان اور برگزیدہ ہستیوں نے آپ کے حق میں فرمایا۔ اس صدی کا مجدد۔ عالم اہل سنت۔ امام و پیشوا۔ استاد معظم۔ ہمارا سردار۔ مرشد و شیخ علامہ زماں۔ دین کو زندہ کرنے والا۔ مجاہد محقق مدقق وغیر ذلک (الفوظ وحسام) یہ دین متین کی صحیح اور پُرخلوص خدمات کا ثمرہ اور عظمت کبریا و عزت مصطفےٰ (جل جلالہٗ و صلے اللہ علیہ وسلم) کی حمایت کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت و عظمت اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی اور آپ کو سرتاج بنا دیا۔

سب پہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا — نام روشن اے رضا جس نے تمہارا کر دیا

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی
اے میں قرباں مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

پانچسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دوگام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضا جس کے لئے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت

محمد انور سعیدی قبولہ شریف

ایک عالم دین کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے سیاست کو بھی قرآن و سنت کے آئینے میں دیکھا، پرکھا اپنے افکار و نظریات کا تعین کیا اور پھر استقامت و اولو العزمی کے ساتھ ان پر ڈٹ گئے۔ عالم حق اور باعمل ہونے کا نتیجہ تھا کہ قدرت صحیح سمت میں آپ کی پیشوائی کرتی رہی۔ مومنانہ بصیرت بھی ہمرکاب رہی چنانچہ سیاسی حوالے سے آپ کا موقف بڑا واضح دوٹوک اور حقیقت پر مبنی تھا جس میں کبھی رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی۔ بنیادی طور پر آپ قرآن حدیث اور فقہ کے عالم تھے۔ عملی سیاست آپ کا شعبہ نہ تھا لیکن جب بھی آپ نے محسوس کیا کہ اسلامی سیاست کے فکری اور عملی خطوط ٹیڑھے ہو رہے ہیں انہیں صورت مستقیم دی اور مسلمانوں کے مستقبل کا تحفظ کرنے کی کوشش کی۔ تاریخی حقائق گواہ ہیں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ جوائن کرنے سے پہلے کانگریس کے ایک اہم رکن اور ہندو مسلم اتحاد کے سفیر سمجھے جاتے تھے۔ علامہ محمد اقبال ۱۹۳۰ء میں تصور پاکستان پیش کرنے سے پہلے ایک عرصہ تک متحدہ قومیت کے ترانے گاتے رہے مگر آپ نے اس وقت بھی الگ مسلم قومیت کا نعرہ بلند کیا اور ۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے ایک اجلاس میں دو قومی نظریہ پر کھل کر گفتگو کی۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر اتحادیوں نے شکست خوردہ ترکی کے حصے بخرے کرنے شروع کر دیئے تو برصغیر کے مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی چنانچہ علی برادران کی سرکردگی میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا تاکہ خلافت عثمانیہ اور حرمین شریفین کا تحفظ کیا جا سکے۔ جلد ہی یہ تحریک پورے ملک میں آندھی اور طوفان کی طرح پھیل گئی اور ہر پیر و جوان انگریزی استعمار کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ کانگریسی لیڈر گاندھی کے ایما پر ہندوؤں نے بھی تحریک کی حمایت کی۔ تقریباً ایک سال بعد اگست ۱۹۲۰ء میں عدم تعاون کی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ ہوا تاکہ حکومت پر مزید دباؤ ڈالا جا سکے اس کے ساتھ ہی تحریک ہجرت کا

شوشہ چھوڑ کر مسلمانوں کو ترک وطن کی ترغیب دی گئی۔ اس دوران میں ہندو مسلم اتحاد اپنے جوبن پر پہنچ چکا تھا اور مسلمانوں کی سادہ لوحی کی وجہ سے گاندھی ایک ہر دلعزیز غیر متنازعہ اور طلسماتی لیڈر کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ مسلمان رہنما اس کے مذموم عزائم نہ بھانپ سکے اور اس کو مسیحا جان کر اس کے اشاروں پر ناچنے لگے۔ ایسے میں جب فرزانوں کی عقل مات کھا گئی۔ مولانا بریلوی جیسے دیوانے ہی کام آئے۔ آپ کو ان تحریکوں سے زبردست اختلاف تھا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ انگریز دشمنی کے بہانے ہندوؤں سے اتحاد کا جواز نکالا جائے۔ ہندوؤں کے اعزاز و اکرام میں اس حد تک غلو کیا جائے کہ انہیں مساجد میں منبر رسول ﷺ پر بٹھایا جائے۔ ان کی خوشنودی کے لئے شعائر اسلام پر پابندی لگائی جائے۔ ان کی خوشی غمی میں شریک ہو کر ان کی رضا جوئی کو عین ثواب خیال کیا جائے اور قرآن و حدیث کی عمر کسی بت پرست کے قدموں پر نثار کر دی جائے۔ تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ کر کے مسلمان طلبہ کو بے تعلیم رکھا جائے اور ترکوں کی امداد کے نام پر اکٹھا کیا جانے والا چندہ ہندوؤں کی نذر کر دیا جائے۔ آپ انگریزوں کے حامی نہ تھے بلکہ چاہتے تھے کہ کسی بھی غیر مسلم سے داد و اتحاد نہ کیا جائے کیونکہ غیر مسلم خواہ وہ ہندو ہو یا مجوسی یہودی ہو یا نصرانی یا کسی دوسری قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتا ہو وہ مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا اسے دوست سمجھنا سخت غلطی ہے۔

جداگانہ مسلم قومیت کا یہی وہ نظریہ ہے جو بعد میں پاکستان کی اساس بنا۔ برصغیر پاک و ہند کے جن مسلم راہنماؤں نے ان تحریکوں سے اختلاف کرتے ہوئے ان میں حصہ نہ لیا ان میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آتا ہے۔ لیکن مولانا بریلوی اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ انہوں نے ہر قسم کی مخالفت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ایسے اتحاد سے باز رہنے کے لئے للکارا جو ان کی تہذیب سیاست اور مذہب کے لئے یکسر نقصان دہ تھا میاں عبدالرشید لکھتے ہیں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تحریک خلافت کے مخالف تھے چنانچہ انہوں نے یہ اشعار لکھے۔

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟ خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ وہ جس کو اپنے لہو سے مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

مرا از شکستن چناں عار ناید که از دیگراں خواستن مومیائی

(بانگِ درا)

قائداعظم بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے مگر ان دنوں کسی نے ایک نہ سنی چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران میدان سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے جن لوگوں نے میدان میں آ کر خلافت ہجرت اور ترک موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا وہ حضرت احمد رضا خان اور ان کے احباء رفقاء اور عقیدت مند ہی تھے۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

تحریکی رہنما مسلمانوں کو غلط سمت میں لے جا رہے تھے ایسی سمت جو ہندو مسلم اتحاد کی راہ سے ہوتی ہوئی ہندو اکثریت میں مسلمانوں کے ادغام پر منتج ہوتی تھی اگر یہ تحریک کامیاب ہو جاتی تو سیکولر اسٹیٹ کا قیام لازمی امر تھا جس میں قوت اقتدار صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوتی اور مسلمان انگریزوں کی غلامی سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے اگرچہ ہندو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے البتہ انہیں اتنی شہہ ضرور ملی کہ انہوں نے شدھی اور سنگھٹن نام کی تحریکیں چلا کر مسلمانوں سے ایمان کی دولت لوٹنے کی جسارت کر ڈالی۔

جمہور مسلمانوں پر اعلیٰ حضرت کے گہرے اثرات کو دیکھتے ہوئے خلافت والے آپ کا تعاون نہایت ضروری خیال کرتے تھے چنانچہ آپ کو رام کرنے کے لئے علی برادران بذات خود بریلی آئے۔ گاندھی نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مگر بات نہ بن سکی تو آپ کے اثرات کو کم کرنے کے لئے جمعیت العلماء ہند کا سالانہ جلسہ بریلی میں منعقد کیا گیا۔ یہ مارچ ۱۹۲۱ء کی بات ہے جلسہ سے قبل جو اشتہارات چھپوائے گئے ان میں ایک طرف تو اعلیٰ حضرت کو مطعون کیا گیا دوسری طرف غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لئے آپ کے نقطہ نظر کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا۔ اس صورت حال کا ازالہ نہایت ضروری تھا لہٰذا اعلیٰ حضرت کی طرف سے آپ کے تلامذہ جن میں مولانا امجد علی اعظمی مولانا حسین رضا مولانا ظفر الدین بہاری مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا سید سلیمان اشرف

Scanned with CamScanner

بہاری شامل تھے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے جلسہ گاہ تشریف لائے۔ صدر جلسہ مولانا ابو الکلام آزاد نے علمائے اہل سنت کو وقت دینے سے پہلوتہی کی مگر جب اصرار بڑھا تو صرف سید سلیمان اشرف بہاری کو پینتیس منٹ دیئے گئے اس قلیل وقت میں آپ نے جس حُسن وخوبی سے اپنا موقف بیان کیا وہ قابل داد ہے۔ المختصر خلافتی رہنما فتح مندی کی حسرت دل میں لئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اس جذباتی دور میں جب اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو اپنا علیحدہ قومی تشخص برقرار رکھنے کی تلقین کی تو آپ پر انگریز نوازی کا الزام لگا کر بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر جب جذباتیت کا دور ختم ہوا تو تلخ حقائق سامنے آئے۔ ہندوؤں نے نازک موڑ پر جا کر مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ خلافت عثمانیہ کو اتا ترک نے خود ہی برطرف کر دیا اور ہجرت کر کے جانے والے بدنصیب مسلمانوں سے وطن چھوٹ گیا اور غربت بھی راس نہ آئی تو ان کی آنکھیں کھلیں اور مولانا بریلوی کی عظمت کا آفتاب اعتراضات اور شکوک وشبہات کی گرد وغبار سے نکل کر پوری آب وتاب سے چمکنے لگا۔

آپ کے افکار وخیالات کی چھاپ اتنی گہری اور واضح تھی کہ جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو آپ کے خلفاء شاگردوں اور ہم مسلک علماء ومشائخ نے بلا چون وچرا اں تحریک پاکستان میں شمولیت اختیار کی اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے من حیث الجماعت قائداعظم کا ساتھ دیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کی جس نے جا بجا جلسے منعقد کر کے تحریک کی ترویج واشاعت اور تقویت میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ الحمد للہ! آج پاکستان قائم ہے مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ جنہوں نے دور اکبری جیسے حالات میں الگ مسلم قومیت کے نظریے کا تحفظ کیا اور نظریہ پاکستان کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کیں ہمارا آج کا مؤرخ انہیں قابل قدر پذیرائی نہیں دے رہا اور ہمارے تعلیمی نصاب ان کے تذکروں سے خالی ہیں ہمارا حکومت اور نصاب ساز کمیٹیوں سے پُرزور مطالبہ ہے کہ مولانا بریلوی نے نظریہ پاکستان کے تحفظ اور بقا کے لئے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا اسے شامل نصاب کیا جائے۔

تجدید دین کا بنیادی نکتہ

پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد قمر علی زیدی ☆

برصغیر پاک وہند میں یہودی سازش کا عملی میدان انیسویں اور بیسویں صدی میں اس بُرے انداز سے لگا کہ مصلحینِ امت پوری قوت سے اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ تجدید واحیائے دین کا مرحلہ اور دفاع دین وملت کا سلسلہ بری طرح سے دھندلا گیا۔ دین وسیاست کے تصورات کو اساسِ دین سے ہٹ کر دیکھا گیا۔ نو وارد انگریز حکمرانوں کو علمی واعتقادی خوشامدی علماء کی ایک کھیپ میسر آ گئی اور یہ "غرباء لیگ" فورٹ ولیم کالج میں ہمہ وقت فرنگی کی علمی معاونت پر کمربستہ رہتی تھی۔ عربی اور اردو زبان میں نثری اور شعری قصائد لکھے جاتے تھے۔

دوسری جانب مسلمانوں کے بنیادی اور مسلمہ عقائد پر بحث ومناظرہ کا بازار گرم تھا۔ الوحدہیت ورسالت کے بنیادی تصورات کی بنیادیں ہلانے کا خاموش سلسلہ بھی جاری رکھا۔

ایسے عالم میں مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ایمانی جدان اور علمی رسوخ کا سہارا لے کر عالم اسلام کے لئے عموماً اور برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے فکر کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے ان کی علمی وعملی کاوشوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں عشق رسول ﷺ کے چراغ روشن کر دیئے۔ ان کی جملہ تصانیف اسی ایک تجدیدی نکتے کے گرد گھومتی ہیں۔ جسے اقبال نے جوابِ شکوہ میں خدائی پیغام کے انداز میں بیان کیا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دھر میں اسمِ محمد (ﷺ) سے اجالا کر دے

قیامت تک کے آنے والے ہر دور میں یہی تجدیدی حقیقت اُمت مسلمہ کو بلند

☆ استاد شعبہ عربی۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مقام رکھ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تجدید احیائے دین کی باتیں محض اور محض خوش کلامی ہے یا کوتاہ فکری کی ناکام علمی و عملی کوشش ہے جس کا نتیجہ ہم اسلامی دنیا اور پاکستانی معاشرے میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اقبال نے کہا کہ

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

جب کہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دین و دنیا کی مرکزیت سرکار کونین پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی کو حاصل ہے اسی لئے ان کا اصلاحی اور تجدیدی پیغام بھی ہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے
ان کے در پر پڑے رہو

(۳۰ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۹ اگست ۲۰۱۲ء)

فضلِ قدیر (ترجمہ) تفسیر کبیر

نویں اور دسویں جلد کے بعد اب گیارہویں اور بارہویں جلد بھی

منظر عام پر آچکی ہے..........

جبکہ تفسیر کبیر کے کل ۳۲ اجزاء میں سے ۲۸ واں جز ترجمہ ہو رہا ہے

مترجم: محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری

امیر: کاروانِ اسلام — فی جلد ہدیہ -/550 روپے

رابطہ کے لئے: علامہ صاحبزادہ محمد فاروق قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور (ایچی سن سوسائٹی) میلاد سٹریٹ، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

042-35300353, 0300-44070480

اعلیٰ حضرت۔ اعلیٰ حضرت کیوں؟

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (انڈیا)

سماجی و معاشی شعبہ ہائے حیات میں رہنمائی

امام احمد رضا نے امت مسلمہ کی فلاح و نجات اور اصلاح کے سلسلے میں ایک رسالہ بنام "تدبیر فلاح و نجات و صلاح" لکھا جس میں چار نکات کے ذریعہ مسلمانوں کے عمرانی، سیاسی، معاشی و تعلیمی مسائل کا حل بتایا۔

مسلم معاشرہ کی اصلاح، صالحیت اور پاکیزگی کے لئے فتاویٰ رضویہ و دیگر کتابوں میں سیکڑوں مسائل لکھے۔ بدعات و منکرات کا رد فرمایا۔ تعزیہ داری، ماتم، دعوت میت، بیجا رسم و رواج، باجا گاجا، میلے ٹھیلے میں عورتوں کی شرکت، عورتوں کی بے پردگی پر ممانعت وغیرہ میں رسائل لکھے۔ حسب ذیل تصانیف رضا کا مطالعہ حقیقت کو واضح کر دے گا۔

(۱) رسالہ تعزیہ داری (۲) بدر الانوار فی آداب الآثار (۳) احکام شریعت (۴) مقال عرفا۔۔۔ وغیرہ

رفض و تفضیلیت کا رد

روافض کے رد میں امام احمد رضا نے "رد الرفضہ" وغیرہ کتاب لکھی۔ مفضلہ و مفسقان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں "البشریٰ العاجلہ" اور دوسرے رسائل لکھے۔ علاوہ ان کے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں جو حضرات شیخین۔ سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل کے تعلق سے ہیں:

(۱) غایۃ التحقیق (۲) اعتقاد الاحباب (۳) مطلع القمرین

امام احمد رضا کا اہم کارنامہ

سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے توحید کے نام پر تنقیص رسالت کا جو بیڑا اٹھایا تھا اسے امام احمد رضا نے ہی ڈائنامائٹ کیا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رد میں

"الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" میں ۷۰ وجوہ سے دہلوی پر لزوم کفر ثابت کیا۔ علاوہ اس کے "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" اور "سل السیوف الہندیہ" میں بھی اس کا شدید رد فرمایا۔

دیوبند کے عناصر اربعہ اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور قاسم نانوتوی نیز مرزا غلام احمد قادیانی کی اللہ و رسولؐ و نیز صحابہؓ و اولیاءؒ کی گستاخیوں پر حرمین شریفین کے علماء و مشائخ سے اپنے دوسرے حج و زیارت کے موقع پر فتویٰ حاصل کیا۔ علمائے حرمین نے ان پانچوں پر کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ امام نے اسے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع فرما کر ان کے چہرے اور دیوبندی و قادیانی عقائد کو عالم اسلام کے سامنے پیش فرما دیا۔ ندویت و نیچریت کا بھی شدید رد فرمایا۔ ندوہ کے رد میں آپ کی حسب ذیل تصانیف قابل ذکر ہیں:

(۱) فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۲) فتاویٰ القدوہ (۳) سوالات حق نما برؤس ندوۃ العلماء (۴) ندوہ کا تیجہ رودادِ سوم کا نتیجہ (۵) بارش بہاری بر صدف بہاری...... وغیرہ۔

تقلید کے خلاف نعرہ بلند کرنے والے اہلحدیث (غیر مقلدین) کا بھی رد فرمایا۔ اکابرین اہلحدیث میں مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور نواب صدیق حسن خاں وغیرہ خاص ہیں۔ امام احمد رضا نے ان کے رد میں حسب ذیل تصانیف پیش فرمائیں:

(۱) سلطنت المصطفےٰ (۲) ہدی الحیران (۳) الامن والعلیٰ (۴) برکات الامداد (۵) النہی الاکید (۶) انوار الانتباہ ......وغیرہ

امام احمد رضا نے ہر زاویئے سے مسلمانوں کے عقائد و ایمان کا تحفظ فرمایا۔ غلبہ اسلام کا کارنامۂ عظیم انجام دیا اور دین و ملت کی تجدید فرمائی۔

امام احمد رضا نے وہی عقائد پیش فرمائے اور اسی مسلک کو زندہ کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ، ائمہ مجتہدین، غوث و خواجہ اور اولیاء و علماء کا مسلک رہا ہے۔

یہی اصول اسلام۔ سواد اعظم اور مسلک اہلسنت ہے اور اسی کو آج "مسلک اعلیٰ حضرت" بھی کہتے ہیں۔ اللہ اکبر! مارہرہ مطہرہ کی سرکار حضرت سید العلماء علامہ مولانا سید آلِ مصطفےٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے   یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

(المیزان: امام احمد رضا نمبر ۲۳۷)

عشق رسالتمآب ﷺ کی بنیاد پر

عشق رسالت مآب ﷺ ہی اصل ہے۔ یہی عشق ایمان ہے اور مدنی محبوب نبی امّی علیہ التحیۃ والثناء جان ایمان۔ قرآن حکیم نے عشق و اتباع رسالت پناہ کو محبت الٰہی اور اطاعت الٰہی قرار دیا ہے اور ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچوں اور مال و دولت نیز اپنی جان سے زیادہ پیارا بتایا ہے۔ امام احمد رضا کیا خوب فرماتے ہیں ۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ   ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں   ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

یہ عشق و عقیدت نہ ہو تو علم و عمل سب بیکار ہے۔ یہی مومن کا اصل سرمایہ اور اصل طاقت ہے۔ امام احمد رضا کے علم و عمل کو اسی عشق نے نکھارا، ان کے جذبے کو تب و تاب و توانائی بخشی اور جب اسلامی عقائد اور پیغمبر اسلام کی عصمت و ناموس پر حملے ہوئے تو تڑپ اٹھے۔ صدیقی عشق اور خالدی محبت رسالت پناہی کا مظہر بن کر اٹھے اور قلم کو خنجر خوں خوار، برق بار کا روپ دے کر ظالمان زمانہ بد مذاہب کے قلعوں کو ڈھا دیا، باطل کے قصور کو خاکستر کر دیا۔

یہی عشق امام احمد رضا کی للکار میں کار فرما تھا ۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم   مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا   دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

امام احمد رضا کو لوگوں نے ترغیب دی کہ حضور نواب نانپارہ کا قصیدہ لکھ دیں مالا مال کر دیئے جائیں گے اور اس طرح کار دین اور خدمت دین میں آسانی ہو جائے گی تو

آپ نے یوں للکار دیا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا ۔۔۔ میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

امام احمد رضا کا سینہ مصطفےٰ ﷺ جان رحمت کا مدینہ تھا۔ ان کے وجود کا ذرہ ذرہ ہمہ وقت مدینہ منورہ ہی میں موجود رہتا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے ۔۔۔ تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

مرحبا احمد رضا مخدوم ما!
اہل سنت را امام باصفا
گم رضائش در رضائے مصطفیٰ
زاں سبب شد نام او احمد رضا
مدہش تبلیغ حمد کبریا!
مشربش تحسین نعت مصطفیٰ
متقی، صوفی، ولی لاریب فیہ
مفتی دین مبین یکتا فقیہ
حب محبوب خدا اسلام او
دین او ایمان او پیغام او
ترجمان علم و عرفان رسول
جان فدائے عظمت و شان رسول
پاسبان سنت خیر الانام
شاہکارش حفظ ایمان عوام
قدرت اورا ابہر تجدید آفرید
او مجدد بود در عہد جدید!
دین زندہ شد ز تعلیمات او!
علم تاباں شد ز تصنیفات او!

(منقبت از: مولانا محمد بخش مسلم)

ایک عہد ساز آواز

امام العصر حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین

امام رضا تمام عمر مذہبی محاذ پر جہاد بالقلم میں معروف رہے۔ چونکہ انھیں اپنے مشن کی صداقت پر یقین کامل تھا لہٰذا اس معاملے میں کسی کی رورعایت نہیں کی۔ وہ تحریک وہابیت کو خالص عجمی تحریک سمجھتے تھے جو ان کے خیال میں اسلام کے اصل اصول یعنی عشق رسول کے خلاف ایک دوسری بڑی سازش تھی۔ غالباً انھیں یقین ہو چلا تھا کہ خدانخواستہ اگر یہ تحریک کامیاب ہوگئی تو ممالک اسلامیہ اور نہ جانے کتنے ماتم کدوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ امام رضا کے نزدیک یہ بڑی تشویش کی بات تھی کہ ملت اسلامیہ جو پہلے نہ جانے کتنے دھڑوں میں بٹ چکی ہے یک لخت پارہ پارہ ہو جائے۔ وہ اس حقیقت کو بھانپ چکے تھے کہ ہندی مسلمانوں کا ایک گروہ اس تحریک کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ حضرت رضا نے اس نازک موڑ پر اپنی تمام توانائیوں کو مجتمع کیا اور میدان عمل میں کود پڑے۔ انہوں نے بھٹکتے قلوب کو سنبھالا اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو صراط مستقیم پر قائم کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر متاع عشق و محبت چھن جاتی تو مسلمانوں کے دامان امید میں بجز ازلی نامرادیوں کے اور کیا باقی رہ جاتا۔

☆☆☆

شیخ محمد علوی مالکی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ فرماتے ہیں "فاضل سے ان کی تصنیفات و تالیفات کے ذریعے ہم خوب واقف ہیں۔ ان کی محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض علامت بدعت ہے۔"

☆☆☆

Scanned with CamScanner

شیخ عبدالرحمٰن مکی حضرت فاضل کی قدر و منزلت کے باب میں کہتے ہیں کہ "علمائے حرمین شریفین جب فاضل بریلوی سے ملتے تو دست بوسی کرتے اور احترام سے پیش آتے کہ میں نے کسی ہندوستانی عالم کا اتنا اعزاز و اکرام کبھی نہیں دیکھا۔"

☆☆☆

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ پروفیسر کلیۃ الشرعیہ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض لکھتے ہیں: "امام رضا کی زندگی سے لے کر آج تک تسلسل و تواتر کے ساتھ علماء عرب کا اعتراف علم و فضل، کمال توجہ، عنایت اور بے پناہ جذبۂ عقیدت و احترام یہ سب چیزیں ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ امام احمد رضا ایک غیر معمولی اپنے وقت کی عظیم ترین اور بے مثال اسلامی شخصیت کا نام ہے۔"

حضرت صاحبزادہ **پروفیسر محبوب حسین چشتی** کے لئے

دُعائے صحت کی اپیل

ادارہ معین الاسلام کے بانی ناظم اعلیٰ اور دربار عالیہ چشتیہ فخریہ معینیہ بیربل شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی گزشتہ کچھ عرصہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں الحمد للہ ان کے دل کا کامیاب آپریشن پنجاب کارڈیالوجی لاہور میں بخیر و عافیت مکمل ہوا اور اب آپ واپس بیربل شریف تشریف لے جا چکے ہیں۔ قارئین کرام سے آپ کی مکمل صحت یابی اور صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی کی دُعا کے لئے اپیل کی جاتی ہے تاکہ ملت و امت کے لئے یہ عظیم فیض آسان قیمتی وجود زیادہ دیر تک نیکی اور خیر کے فروغ کے لئے برسرِ میدان رہے اور جہالت کے خاتمے کے لئے علم و عرفان کا چراغ روشن رہے۔ آمین

مجدد مائۂ حاضرہ موید ملت طاہرہ

امام احمد رضا

فاضل بریلوی قدس سرہٗ

مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی انڈیا

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان اللہ یبعث علی راس الخ

(۱) سرور کائنات کا فرمان گرامی ہے کہ پروردگار عالم ہر صدی کے آخر میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا اور قوم کو بھولی بسری باتوں کو یاد دلاتا ہے۔ وہ مردِ حق تجدید و احیائے دین کی کٹھن راہوں سے گزرنے میں تیر ملامت کا نشانہ بنتا ہے اور کبھی کبھی تو قید و بند کی کٹھنائیوں سے بھی اسے دوچار ہونا پڑتا ہے چونکہ وہ کوئی سیاسی قیدی نہیں جو حالات کے تیور سے مرعوب ہو کر کلمۂ حق کو واپس لے لے، بلکہ آمرانہ و جابرانہ طاقتیں خود اس کے قدموں پر جھکتی ہیں اور حق کا پرستار بلا خوف لومۃ لائم دین کی صاف اور کشادہ راہوں کو پیش کرنے میں جرأت بیباک سے کام لیتا ہے۔ غیر تو غیر بسا اوقات اپنے بھی اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہیں مگر نہ پوچھئے اس کے عزم و استقلال کی خداداد طاقت کی کرشمہ سازیاں کہ قہر و غضب کے بادل امنڈتے ہیں مگر برسنے سے پہلے مطلع صاف نظر آتا ہے۔ انہیں معلوم ایسے کتنے طوفان اٹھتے ہیں مگر اس کی جبین استقلال پر بل نہیں آتا یہاں تک کہ وہ اپنی مختصری زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے جس کے باعث دنیا اسے مجدد کے نام سے یاد کرتی ہے۔

(۲) یہ ایک سنتِ الٰہیہ ہے کہ آفتاب نبوت کے پردہ فرمانے کے بعد کسی قرن اور صدی کو قدسی نفوس ہستیوں سے خالی نہ رکھا گیا۔ ملت اسلامیہ کی صحیح نمائندگی و رہنمائی کے لئے ہر تیرہ و تاریک فضا میں کوئی نہ کوئی آفتاب ہدایت مطلع شہود پر آتا رہا اور وقت کی بگڑتی ہوئی فضا کو سازگار بنانے میں یا یوں کہہ لیجئے کہ نظام شریعت کے سانچے میں ڈھال دینے کی انتھک کوشش کرتا رہا۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

کی ذات گرامی ہے اور مجددین کی آخری کڑی میں جس کو نامزد کیا جا سکتا ہے وہ تاجدار اہل سنت مجدد ملۃ حاضرہ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کا نام نامی ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور اعلیٰ حضرت کی درمیانی صدیوں میں امام شافعی، امام فخر الدین رازی، امام غزالی، ابوبکر باقر قلانی یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ حضرات اپنے اپنے وقت میں احیائے دین فرماتے رہے اور قریب قریب ہر ایک کی تاریخ میں یہ قدر مشترک نظر آئے گا کہ آسمان ہدایت کے ان چمکتے ہوئے ستاروں پر غبار ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر (الحق یعلو ولا یعلیٰ) حق خود بلند ہوتا ہے...... وہ کسی کے بلند کرنے سے عظمت و رفعت کی چٹان پر نہیں پہنچتا اور نہ تو کسی باطل کی ہوا خیزی سے اس کی صداقت پر پردہ پڑتا ہے دنیا کی فرعونی و طاغوتی طاقتوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ آخرش ایک صبح ایسی نمودار ہوئی جس کی روشنی پر تاریکی کا پردہ نہ پڑ سکا اور ان کے کارہائے نمایاں کے سامنے غیروں کی بھی گردنیں جھک گئیں۔ چنانچہ تاجدار اہلسنت کے متعلق آج بھی مخالفت کے باوجود اکابر علماء دیوبند یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جو کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ تھے جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نہ چھوڑا۔

☆☆☆

(۳) قلم کی پختہ کاری کا اعتراف ہی اعلیٰحضرت کی شان تجدید پر روشن دلیل ہے۔ چونکہ امام اہل سنت کا مجدد ہونا حسن صورت یا امارت و ریاست یا کثرت تلامذہ و حلقۂ ارادت کی وسعت، غرض کہ اس قسم کے دوسرے عوارضات پر مبنی نہیں بلکہ کشور علم کا تاجدار جس وقت سیف قلم لے کر رزمگاہ حق و باطل میں اترا ہے اپنے تو اپنے غیروں نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے اور تجدید نام ہی ہے انسان کی اس صفت راسخہ کا جس کی قوت سے وہ وقت کی بڑی سے بڑی طاقت پر قابو یافتہ ہو کر حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو اعلیٰحضرت کی تصنیف و تالیف، تقریر و تحریر میں نمایاں حیثیت سے اجاگر ہے اور اس جوہر گرانمایہ سے ہر اس شخص کا دامن نہیں پُر ہو سکتا جس نے درس نظامیہ کی کتب متداولہ کی حرف بہ حرف تعلیم حاصل کی ہو بلکہ یہ خدا کی ایک بخشی ہوئی طاقت ہے جو احیائے سنت کی خاطر کسی

برگزیدہ بندے کو دی جاتی ہے۔ (ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء) یہ اللہ کا ایک فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں فاضل بریلوی کا بھی نام نامی ہے۔

☆☆☆

(۴) الحاد و بے دینی کی مہیب فضا، کفر و شرک کی گھنگھور گھٹا، نجدیت و وہابیت کی مطلق العنان مارکیٹ جس میں شرک و بدعت ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا کی جگہ لے چکی تھی۔ بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے دیئے جاتے۔ استمداد و ندا و میلاد و قیام ختم نبوت و علم غیب جیسے قطعی الدلائل مسائل پر نہ صرف قیل و قال کے دروازے کھل گئے تھے، بلکہ اخبار و پریس کی طاقت و نیز حکومت وقت کے ایماء و اشارے پر سچے پکے مسلمانوں کو بدعتی و مشرک کہا جاتا تھا اور یہ فتوے کیوں نہ دیئے جاتے (سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا ہے) انگریزوں سے ساز باز تھا۔ علمائے اہلسنت اپنی پوری طاقت سے انگریزی سامراج کو مٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ مجاہد جلیل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے جس کی پاداش میں دریائے شور کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں اور بہت سے حق پرست مسلمانوں کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ علمائے اہلسنت کا شیرازہ منتشر تھا۔ یکجہتی ختم ہو چکی تھی۔ تنظیم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر و ناآشنا تھے اور ملک کی دوسری فتنہ انگیز جماعت انگریزوں کے ہاتھ کٹھ پتلی بن چکی تھی۔ برطانیہ گورنمنٹ کی نوازشات سے دامن بھرپور تھا۔ موقع غنیمت جان کر عقائد کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ اب ان کے پاس دارالعلوم تھا اور جمعیت کا جتھا بھی تھا، طفل مکتب مصنف بن چکے تھے۔ ہر کتاب پر ہنگامہ ہوتا۔ ہر عبارت پر مکالمہ بازی کا بازار گرم ہوتا۔ حفظ الایمان کی ایک گندہ و توہین آمیز عبارت پر بسط البنان، توضیح البیان، مکالمۃ الصدرین جیسے نہیں معلوم کتنے رسالے و پمفلٹ کوچہ و بازار میں آ چکے تھے۔ کسی طرح عوام کو اپنی طرف متوجہ تھا اس لئے نئے نئے شگوفے کھلانا اور نئی نئی پھلجھڑی جھڑانا مصلحت وقت کا عین تقاضا تھا۔ کبھی علم غیب پر حملہ ہے تو کبھی ختم نبوت پر، کبھی شان نبوت کی تنقیص ہے تو کبھی عظمت ولایت کی توہین۔

(۵) غرض کہ زمین ہند ماتم گسار تھی، چرخ کہن نوحہ گر تھا۔ قدسی صفات فرشتے رحمت باری کے منتظر تھے اہلسنت کا کلیجہ زخموں سے چور تھا۔ حق پرستوں کی آنکھ ساون!

Scanned with CamScanner

بھادوں کی جھڑی تھی۔ عقیدت مندوں کا سینہ نالاں کناں تھا۔ رسول پاک ﷺ کے فدائی ماہی بے آب تھے۔ حرمت نبوت پر جان دینے والے کراہ رہے تھے۔ عظمت ولایت پر مر مٹنے والے سسک رہے تھے۔ اس طرف انھی یارسول اللہ کے نعرے تھے، یا غوث المدد کی صدائیں تھیں اور دوسری طرف انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر تیر و کمان کی مشق جاری تھی...... مقابلہ آسان نہ تھا نجدیت کے علاوہ ان سفید چمڑے والوں سے بھی مقابلہ تھا جن کا دل توے کی کالکھ سے زیادہ سیاہ اور سنگریزوں سے زیادہ سخت تھا۔

☆☆☆

(۶) مگر مردِ مومن کی آہ رنگ لا کر رہی، اہلسنت کے آنسو رحم و کرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے، یہاں تک کہ سرزمین بریلی کا مقدر اوجِ ثریا سے بھی بلند ہوا شب دیجور کے پردے چاک ہوئے، پو پھٹی، کرن ضیا پاش ہوئی، آسمان ہدایت پر ایک ستارہ چمکا، بزم علم میں ایک روشن چراغ منور ہوا۔ چمنستان مجددیت میں ایک شاداب پھول کھلا، جس نے عرب و عجم کو چمکایا اور جنوب و شمال کو اپنی عطر بیزیوں سے مہکایا، آیا کون آیا، وہ وہی جس پر دنیائے سنیت عقیدت کے ہار چڑھاتی ہے، ہاں وہ آیا، جو سفینۂ سنیت کا ناخدا بن کر آیا، جو قلم کا بادشاہ اور زبان کا دھنی بن کر آیا۔

جس کو ہماری زبان میں تاجدار اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰحضرت عبدالمصطفےٰ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے جن کا نام آج بھی زندہ ہے اور قیامت کی صبح تک ان کی عظمت و شوکت کی پرچم کشائی ہوتی رہے گی۔

☆☆☆

(۷) ویسے تو اعلیٰحضرت ؒ کی زندگی پیکر علم و عمل تھی۔ جسے علمائے عرب و عجم نے خراج عقیدت پیش کیا، جس کی ادنیٰ شہادت "حسام الحرمین" ہے جس میں علمائے عرب نے اعلیٰحضرت کے فتاوے کی نہ صرف تصدیق فرمائی بلکہ آپ کے علمی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے تقریظات کا حصہ بھی شامل فرمایا۔ لیکن آج ہمیں اس مسئلہ پر توجہ کرنی ہے کہ وہ کون سے خصوصی علل و اسباب ہیں جس کی بنا پر دنیا امام اہلسنت کو مجدد ماننے پر مجبور ہے۔

اس موقع پر مجھے اپنی بے مائیگی کا پورا پورا احساس ہے کہ میں ایسی سنگلاخ زمین

میں قدم رکھ رہا ہوں جس کا میں قطعی طور اہل نہیں۔ محترم مخلص مفتی ظفر علی صاحب نعمانی پرنسپل دارالعلوم امجدیہ کراچی کا مرسلہ پیکٹ جس وقت مجھے موصول ہوا اور کتاب کے سرورق "حیات اعلیٰحضرت" پر نظر پڑی تو وفور شوق میں اوراق گردانی کرنے لگا مگر اپنی حرماں نصیبی کہ جس عنوان کا متلاشی تھا وہ مجھے نہ مل سکا۔ یعنی اعلیٰحضرت کی شان تجدید، میرے خیال میں جلد اول کا سب سے اہم اور ضروری بات یہی تھا کہ اعلیٰحضرت کی مجددیت پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی۔ ہوسکتا ہے بعد کے دوسرے نسخوں میں حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ پرنسپل جامعہ لطیفیہ کٹیہار نے اس خصوصی مسئلہ پر گفتگو فرمائی لیکن اگر ایسا نہ ہوسکا تو مکتبۂ کراچی کو چاہئے کہ وہ موصوف سے اس عنوان پر ایک علمی و تحقیقی مقالہ لے کر دوسری یا تیسری جلد میں شامل کردے۔ ورنہ میری نگاہ میں "حیات اعلیٰحضرت" کو ایک عالم و فاضل کی تاریخ تو کہی جائے گی مگر وہ کسی مجدد کی تاریخ نہ بن سکے گی۔ ضرورت ہے کہ اعلیٰحضرت کی شان تجدید پر محققانہ گفتگو کی جائے۔ یہ تنقید و تبصرہ نہیں بلکہ اپنی رائے ناقص کا اظہار ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

☆☆☆

(۸) اعلیٰحضرت کے عہد زندگی پر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز سے گفتگو کی ہے۔ لیکن وہ کیا نہ تھے میری نگاہ میں۔ اعلیٰحضرت چمنستان علم و ادب کے ایسے شاداب و بے مثل گلدستہ ہیں جس کی وجہ سے انہیں مجمع محاسن اور جامع کمالات کہا جاسکتا ہے۔ تبحر عالم، جید فاضل، مفتی دوراں، مناظر اعظم، فقیہ زماں، ماہر فلکیات، جامع معقول و منقول، آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت۔ غرض کہ عربی گرامر سے لے کر ادب، معانی و بیان و بدیع، فقہ، تفسیر و حدیث، منطق و فلسفہ، علم جفر، تکسیر بیجات و ریاضی سب پر یکساں نگاہ تھی اور ہر ایک میں ایسی دستگاہ کامل حاصل تھی کہ کوئی ہم عصر اس باب میں آپ کا ہم پلہ نہیں۔ لیکن ان تمام محاسن کے ساتھ ایک اور بھی ایسی وہبی و وجدانی طاقت قدرت کی طرف سے ودیعت تھی جو اعلیٰحضرت اور آپ کے دوسرے ہم عصر علماء کے درمیان خط فاصل کھینچتی ہے۔ وہ ہے آپ کا مجدد کامل ہونا۔

(۹) ایک مجدد کی تاریخ کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے گرد

وپیش کے ماحول پر کڑی نگاہ رکھی جائے تاوقتیکہ اس کے صحیح ماحول کا اندازہ نہ ہو سکے گا اس وقت تک اس کے کارتجدید پر بحث کرنی دشوار ہوگی۔

اعلیٰحضرت کی زندگی کا خلاصہ یا نچوڑ احقاق حق وابطال باطل ہے زندگی سے مراد آپ کی تصنیف وتالیف تقریر وتحریر اور وہ روایات جو یکے بعد دیگرے ہم تک پہنچی ہیں۔ جہاں تک رد وہابیہ کا تعلق ہے اس خصوص میں اعلیٰحضرت کے متقدمین میں علامہ فضل حق خیر آبادی ومولانا فضل رسول بدایونی کا بھی نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن علامہ فضل حق کی تاریخ پر ان کا مجاہدانہ کردار اتنا غالب ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش کا نگاہ اول جائزہ لے سکتی اور مولانا فضل رسول بدایونی کی زندگی پر تصوف وکشف وکرامات کی ایسی حسین غلاف چڑھی ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش خود بخود اس میں گم ہو جاتے ہیں۔ علامہ فضل حق خواص کی نگاہ میں ایوان معقول کے شیکسپیئر سمجھے جاتے ہیں اور تاریخ میں طبقہ کی نظر میں آزادیٔ ہند کے تاجدار اول تصور کئے جاتے ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی علماء کے طبقہ میں جید عالم اور عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں مرشد کامل کی جگہ پاتے ہیں لیکن امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب عالم شریعت، شیخ طریقت، متعلم ومعلم، راعی اور رعایا، حاکم ومحکوم، ایک پروفیسر و پرنسپل سے لے کر تاجر ومل مزدور تک کی نگاہ میں مجدد کامل سمجھے جاتے ہیں۔

☆☆☆

(۱۰) میں نے متقدمین کی فہرست میں کسی اور کا اضافہ اس لئے نہیں کیا چونکہ اصول موازنہ کا آئینی تقاضا ہے کہ نقاد کا نقاد سے طبیب کا طبیب سے اور پروفیسر کا پروفیسر سے موازنہ کیا جائے۔ غرض کہ دو ایسے مقابل جو کسی ایک وصف میں شریک ہوں یا امکان شرکت ہو، ایسی ہی شخصیتوں کو ایک دوسرے کے مقابل لایا جا سکتا ہے چونکہ اعلیٰ حضرت کے کارتجدید میں نمایاں پہلو عقائد باطلہ کی تردید کو حاصل ہے اور اس بارے میں اگر کسی کو آپ کا شریک وسہیم قرار دیا جا سکتا ہے تو علامہ فضل حق اور مولانا فضل رسول بدایونی کو۔ لیکن ان دونوں کی زندگی میں یہ حصہ جزوی حیثیت سے نظر آتا ہے اور اعلیٰحضرت کی پوری زندگی احیائے سنت اور رد وابطال کی آئینہ دار ہے۔ یہ موازنہ من حیث تجدید نہیں ہے، بلکہ محض رد وہابیہ کے مخصوص شعبہ سے متعلق ہے۔

امام اہل سنت کا کارتجدید ۱۴ برس کی عمر سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ اوائل عمر میں جو داغ بیل ڈالی گئی زندگی کے آخری چھے تک پروان چڑھتی رہی۔ اللہ اکبر! نہ پوچھئے اس مرد حق بیں کی مجاہدانہ تاریخ کہ زمین ہند پر نہ معلوم کتنے صاحب کمال آسمان بن کر چھائے تھے مگر شیر حق کی ایک گرج نے زمین ہند کی کایا پلٹ دی۔

☆☆☆

(۱۱) فرنگی محل کی عظیم ترین شخصیت جس کو آثار السلف کہا جا سکتا ہے حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی سیاسیات کا بہتا ہوا دھارا نہ سمجھ سکے۔ جس وقت ہندوستان کے محبوب لیڈر مولانا محمد علی اور ان کے دوسرے حواریین تحریک خلافت کی قیادت اپنے ہاتھ لئے تھے اور کانگریس کے مایہ ناز لیڈران بھی ترکی و برطانیہ جنگ کے احتجاج میں ہندی مسلمانوں کے دوش بدوش تھے، ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریک خلافت کے ایک جز بن گئے تھے لیکن اعلیٰحضرت کی عاقبت اندیش نگاہ مستقبل سے ناآشنا نہ تھی۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وحید عصر حضرت مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ کی خدمت گرامی میں بھیجا گیا کہ مولانا اپنے الفاظ سے رجوع فرمالیں۔ قربان جایئے ان حق پرستوں کی للہیت پر کہ نہ تو توبہ لینے والے کو کسی شخصیت کے سامنے جھجک اور نہ تو رجوع کرنے والے کو کسی قسم کی شرم وعار۔ یہ ہے اعلیٰحضرت کی وہ جرات بے باکی جس کے سامنے اکابر علماء کی گردنیں جھک گئی تھیں۔

☆☆☆

(۱۲) اگر ایک طرف مولوی شبلی نعمانی کا قلم آزاد خیال طبقے سے خراج عقیدت حاصل کر رہا تھا تو دوسری طرف اعلیٰحضرت کا زور قلم علماء عرب وعجم کو دعوت فکر دے رہا تھا مگر قلم کی وہ پختہ کاری جو اعلیٰحضرت کی تصنیف وتالیف میں پائی جاتی ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔

مولوی شبلی نعمانی کی تالیفات میں سے سیرت النبیؐ مایۂ ناز تالیف ہے لیکن ارباب فکر ونظر پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ سیرت النبیؐ میں مولانا شبلی نے مسئلہ معراج پر گفتگو کرتے ہوئے نقل وروایات کا تسلسل باندھ دیا ہے مگر اس فیصلہ میں ان کا قلم خاموش ہے کہ رسول محترم ﷺ

کو آیا معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ ایک مؤلف کی بہت بڑی کمزوری ہے بلکہ ایسی صورت میں اس کی عدم تحقیق اس کا کتمانِ حق تصور کیا جاتا ہے اگر سیرت النبیؐ میں واقعات کی فراہمی ہی کو دخل ہوتا تو میں اس مسئلہ کو نہ چھیڑتا لیکن حضور کی ولادت سے متعلق ۹ ربیع الاول کی اپنی تحقیق پیش کرنا یا واقعہ ہجرت پر گفتگو کرتے ہوئے غار ثور پر کبوتر کے انڈا دینے سے انکار یا معجزہ شق القمر کی روایات پر جرح کرنا وغیرہ وغیرہ اور مسئلہ معراج میں روایتوں کی فراہمی کے بعد اظہار حقیقت میں خاموش رہنا۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ کا مصداق ہے لیکن اعلیٰحضرت کے قلم میں نقل روایات کے ساتھ محکم اور قوت فیصلہ کی بے پناہ طاقت موجود تھی۔ یہی وہ طاقت ہے جو دوسرے علماء کے درمیان اعلیٰحضرت کو شرف امتیاز بخشتی ہے۔

☆☆☆

(۱۳) بات بہت دور آ گئی۔ مقصود صرف یہ ہے کہ اب اعلیٰحضرت کو اپنے ماحول میں دیکھنا ہے جہاں وقت کے ممتاز لوگ اپنے اپنے علمی فضل و کمال کی داد لے رہے تھے۔ البتہ اب تک میں نے جتنے نام پیش کئے ہیں ان میں کسی کو مجدد نہیں کہا گیا۔ خواہ وہ علامہ شبلی ہوں یا مولانا محمد علی یا حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ان میں سے ایک مورخ ہے، دوسرا سیاسی لیڈر اور تیسری ذات گرامی تبحر عالم اور شیخ طریقت۔ ہاں ایک نام باقی رہ گیا جس کو ہندوستان کی ایک مخصوص ٹولی اپنا خانہ ساز مجدد تصور کرتی ہے۔ وہ بہشتی زیور کے مؤلف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تھانوی صاحب کا موازنہ کس حیثیت سے اعلیٰحضرت سے کیا جائے۔

☆☆☆

(۱۴) ہاں اگر پیر کی مخالفت کرنے والا مجدد ہو سکتا ہے تو تھانوی صاحب نے مسئلہ میلاد و قیام وغیرہ میں اپنے روحانی باپ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی مخالفت کی ہے۔ اس نہج سے انہیں مجدد کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کی اصطلاح میں ایسے مولف کو مجدد کہتے ہیں جس کی عبارت میں نہ صرف ایہام توہین بلکہ رسول پاک کی کھلی ہوئی توہین ہو تو حفظ الایمان کے مولف شاتم رسول جناب تھانوی صاحب کو مجدد کہا جا سکتا ہے، جس میں سرور کائنات کے علوم غیبیہ کو جانور، پاگل مجنوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ اگر آپ کی

اصطلاح میں مجدد ایسی مصلحت کو کہتے ہیں کہ جب تک زمین سازگار نہ ہو کتمان حق کیا جائے اور اپنے عقائد باطلہ پر پردہ ڈال کر زمین ہموار بنائی جائے تو کانپور کی سرزمین پر تھانوی صاحب نے پہلے اسی اصول کو برتا ہے۔ جیسے جیسے زمین بنتی گئی شرک و بدعت کو رواج دینے لگے۔

اگر آپ کا یہ اصول ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرنے والا مجدد ہے خواہ وہ بدعات و منکرات ہی کو رواج کیوں نہ دیتا ہو تو مجھے معاف فرمایئے۔ ایسے مجدد کی پہلی کڑی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ذات گرامی نہ قرار پائے گی بلکہ ایسے مجدد کا رشتہ تو ابوجہل اور یزید سے جوڑنا پڑے گا اور اگر تصنیف و تالیف کی کثرت و بہتات پر نگاہ ہے کہ تھانوی صاحب نے بہت سے رسائل لکھے ہیں تو مصنف اپنے قلم سے پہچانا جاتا ہے اس اصول کے پیش نظر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے دستر خوان کرم کے خوشہ چیں فقیہ اعظم مولانا امجد علی صاحب کی "بہار شریعت" اور تھانوی صاحب کی "بہشتی زیور" کا اگر موازنہ کیا جائے تو یہ ادعائے محض نہیں بلکہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ بہشتی زیور کے دس حصے پر بہار شریعت کا ایک نسخہ وزنی ہے بلکہ دس حصے کو بہار شریعت کے ایک حصہ سے کوئی نسبت نہیں۔

اب میں آپ کی زبان عدالت کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ جس کی معرکۃ الآراء تصنیف بہار شریعت کے مقابل نہ لائی جا سکے، وہ فتاوے رضویہ کے مقابل کس طرح لائی جا سکتی ہے جس کی ایک ایک سطر میں علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ محفوظ ہے۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ اعلیٰحضرت اور تھانوی صاحب کے درمیان وہ کون سا قدر مشترک ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کے مقابل لایا جا سکے۔ اس لئے جمہور علماء کا باتفاق رائے یہ آخری فیصلہ ہے کہ اعلیٰحضرت بغیر کسی موازنہ کے اس صدی کے مجدد کامل تھے۔

مگر یہ واضح رہے کہ اس آخری صدی کے مجدد کی شان ہی نرالی تھی۔ پوری زندگی احیائے سنت اور فرقۂ باطلہ کی تردید میں گزاری مگر نوک قلم پر کبھی ایسی بات نہ آئی جس سے اشارۃً و کنایۃً یہ سمجھا جا سکے کہ یہ شخص اپنے کو مجدد کہلانا چاہتا ہے۔ لیکن آج ایسے بھی صاحب قلم ہیں جو اپنی کتاب ہی کا نام "تجدید و احیائے دین" رکھتے ہیں جیسا کہ جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، تاکہ ان کی جماعت کتاب کا نام ہی دیکھ کر انہیں مجدد کہہ سکے۔

Scanned with CamScanner

اچھی کتاب بہترین دوست، عظیم راہنما اور عمدہ رفیقِ سفر ہے

دل کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے اچھی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ (امام غزالی)

اسلامی ،تاریخی ، ادبی ،سیاسی ، سماجی

اور

دیگر فنون پر مشتمل کتب کا مرکز

دارُالعلم

حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہٗ

اور دیگر محققین اهل سنت

کی تمام تصانیف وتراجم بھی ہمارے ہاں دستیاب ہیں

پبلشرز

ڈسٹری بیوٹر

بُک سیلرز

محمد عثمان رضوی

(مینجنگ ڈائریکٹر)

دارالعلم

دکان نمبر 11 ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور 042-37110341, 0331-4046174

عظمتِ ابرار نمبر

کچھ تعلیماتِ رضویہ سے

☆ تعظیمی سجدہ کی حرمت کا فتویٰ..

(علامہ حافظ محمد سعد اللہ)

تعظیمی سجدہ کی حُرمت کا فتویٰ

علامہ حافظ محمد سعد اللہ ☆

اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ایک "نیم ملا۔ خطرہ ایمان" نے بعض آیات و احادیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں کے سامنے کہا کہ شریعت میں تعظیمی سجدہ جائز ہے۔ اس کی صحت کے بارے میں جب آپ سے مسئلہ پوچھا گیا تو اس کے رد میں آپ نے "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ" کے نام سے ایک محققانہ رسالہ مرتب فرمایا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ تعظیمی سجدہ کی حرمت کے بارے ایک تفصیلی تحقیقی اور مدلل فتویٰ پر مشتمل ہے جو فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن میں کوئی ۱۵۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کا پس منظر ایک طویل استفتاء ہے جس میں پوچھا گیا ہے کہ ایک آدمی بعض آیات قرآنی اور بعض احادیث کا سہارا لیتے ہوئے تعظیمی سجدہ کو جائز قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا آدمی اسے حرام وممنوع کہتا ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے حق اور صحیح قول کس کا ہے؟

اس استفتاء کے جواب میں پہلے تو آپ نے مختصر الفاظ میں تعظیمی سجدہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر استفتاء میں جن آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہوئے تعظیمی سجدہ کے جواز کا قول بیان کیا گیا ہے، ان کا صحیح مفہوم متعین کرتے ہوئے عبارات میں پائی جانے والی علمی خیانتوں کو واضح کیا ہے۔ پھر اس جواب کو چھ فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ استفتاء کے مختصر فتویٰ میں فرماتے ہیں:

"سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول...... ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقاً اکفار...... ان کے سوا مثل

☆ سابق ریسرچ سکالر: دیال سنگھ لائبریری لاہور

پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز نہ مباح، جیسا کہ زید کا ادعائے باطل، نہ شرک نہ حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل بلکہ حرام ہے اور کبیرہ و فحشاء۔"

(فتاوٰی رضویہ ۲۲/۴۲۹-۴۳۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

زیر بحث استفتاء کے جواب میں آپ نے جو چھ تفصیلی فصلیں ترتیب دی ہیں ان کا خلاصہ یوں ہے کہ پہلی فصل میں قرآن کریم سے تعظیمی سجدہ کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے اور جواز کے قائل کا رد کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں تعظیمی سجدہ کی حرمت پر "چہل احادیث" کی خصوصی فضیلت و برکت کی مناسبت سے چالیس احادیث نبوی پیش کی گئی ہیں اور جو ضعیف حدیث سوال میں جواز کے لئے پیش کی گئی ہے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں ایک آدھ نہیں بلکہ پوری ڈیڑھ سو فقہی نصوص اور ائمہ کے اقوال تعظیمی سجدہ کی حرمت کے لئے پیش کیے ہیں۔

چوتھی فصل میں تعظیمی سجدہ کے قائل نے جن آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے ان کا جواب اور صحیح محمل متعین کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں جواز کے قائل نے اپنی تحریر میں جس افتراء، اختراع، کذب، خیانت، جہالت اور سفاہت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ چھٹی فصل۔ قرآن مجید میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کو کیے گئے تعظیمی سجدہ کی بحث اور اس سجدہ سے مجوز کے استدلال کا رد کیا گیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ۔ ۲۲/۴۳۱-۴۳۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور آدمی نے تعظیمی سجدہ کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا: "یہ شخص بہت خطا پر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(ایضاً ۲۲/۵۴۳)

علم الٰہی اور علم رسول ﷺ میں برابری کی تردید

اعلیٰ حضرت کے بعض مخالفین مسلکی تعصب یا غلط فہمی کی بنیاد پر آپ کے خلاف عوام اور علمی حلقوں میں یہ تاثر دیتے رہتے تھے کہ آپ علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: فتاوٰی رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد) ۲۹/۴۳۴-۴۳۵)

ظاہر ہے یہ تاثر یا پروپیگنڈا عقیدہ توحید کے بالکل خلاف تھا اور عقیدہ توحید کے تحفظ کے لئے اس تاثر کا زائل کیا جانا اور غلط پروپیگنڈا کی قلعی کھولا جانا ضروری تھا، اس لئے آپ نے اپنے معروف فتاوٰی "فتاوٰی رضویہ" کے علاوہ ملفوظات اور کئی تصانیف و رسائل میں بعض جگہ اختصار سے اور بعض جگہ تفصیل سے بڑے مدلل انداز میں اس پروپیگنڈا کو غلط ثابت کرتے ہوئے علم الٰہی اور علم رسول ﷺ میں کسی بھی طرح برابری حتیٰ کہ ادنیٰ نسبت تک کی بھی تردید کی ہے۔

اس سلسلے میں تفصیلی عالمانہ اور متکلمانہ بحث تو آپ نے مشہور رسالہ "الدولة المكية بالمادة الغيبية" میں فرمائی ہے۔ جس کی مباحث اور مندرجات کی تائید مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور دمشق کے ۳۴ نامور علماء و فضلاء نے بھی فرمائی اور رسالہ اعلیٰ حضرت کی عالمانہ اور مجددانہ حیثیت کا اعتراف کیا۔ اس رسالے کے متعلق یہ جان کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکہ مکرمہ میں کسی کتب خانہ اور کتابوں کی مدد کے بغیر محض اپنے خداداد حافظہ اور استحضار کی مدد سے کل ساڑھے آٹھ گھنٹے میں اسے املاء کرایا۔ جس میں بیسیوں آیات، احادیث اور ائمہ دین کے اقوال سے اللہ و رسول ﷺ سے متعلق علم غیب کے بارے میں اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔

رسالہ ہذا دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آپ نے چھ نظریں (فصلیں) قائم کی ہیں۔ جن میں زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے حصے میں علم نبوی کے حوالے سے پانچ سوالات یا اشکالات کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ رسالے کے مطالعے کے بعد قاری کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ

Scanned with CamScanner

حضرت پر علم الٰہی اور علم رسول ﷺ میں برابری کرنے کا الزام قطعاً بے بنیاد ہے۔

رسالہ ہٰذا کی بحث کا خلاصہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

☆ علم ذاتی محیط، اللہ کے لئے ہے۔ علم عطائی غیر محیط، مخلوق کے لئے۔

☆ علم مخلوقات متناہی، علم الٰہی غیر متناہی۔ دونوں میں نسبت ناممکن کجا مساوات کا دعویٰ۔

☆ علم ذاتی واجب للذات اور علم عطائی ممکن۔

☆ وہ ازلی، یہ حادث...... وہ غیر مخلوق، یہ مخلوق...... وہ زیر قدرت نہیں۔ یہ زیر قدرت الٰہی...... وہ واجب البقاء، یہ جائز الفناء...... اس کا تغیر محال، اس کا ممکن۔

☆ علم کل اللہ کو سزاوار ہے اور علم بعض رسول اللہ ﷺ کو...... مگر بعض بعض میں فرق ہے...... پانی کی بوند بھی...... بعض ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا، بھی بعض ہے...... تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

☆ مخالفین کا بعض، بعض و توہین کا ہے اور ہمارا بعض عزت و تمکین کا جس کی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطا ہوا۔

☆ جس طرح علم ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح علم عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے...... پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہو سکتا جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

☆ کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے، کسی صاحب عقل سے متوقع نہیں...... صاحب عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے، یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔

(پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، افتتاحیہ الدولۃ المکیہ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۵-۲۶ بزم میلاد النبی پرانی انارکلی لاہور ۱۹۸۸ء)

علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے الزام کی تردید میں آپ کا ایک اور رسالہ بھی بڑی زبردست چیز اور قابل دید ہے۔ "خالص الاعتقاد" نامی رسالے جو فتاویٰ رضویہ جدید جلد

۲۹ ویں کے پچاس صفحات پر پھیلا ہوا ہے، میں آپ نے پانچ امور کے اندر اس الزام کا تفصیلی جواب دیا ہے اس کے امر چہارم میں "علم غیب سے متعلق اجماعی مسائل" کے عنوان کے تحت آپ نے علم غیب کے حوالے سے علم الٰہی اور علم مخلوق میں جو فرق کیا ہے اس کے بعد اعتراض کی گنجائش تو نہیں رہتی مگر ضد عناد اور مخالفت برائے مخالفت کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ بہر کیف فرماتے ہیں:

☆ بلا شبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر ہے۔

☆ بلا شبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا مساوی تو درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں شرق و غرب دو حدیں ہیں روز اول اور روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

☆ یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ کے دینے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے، اس کا منکر کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

☆ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد) ۲۹/۴۵-۴۵۱)

اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ومکان کے قائلین کا رد

اہل سنت و جماعت کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ جل شانہ ہر قسم کے جسمانی و مکانی عوارض سے پاک ہے۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بعض آریہ ذہن کے لوگوں نے قرآن مجید کی آیات متشابہات مثلاً الرحمٰن علی العرش استوی (سورۃ طٰہٰ ۲۰:۵) اور ثم استوی علی العرش (سورۃ الاعراف ۷:۵۴۔ سورہ یونس ۱۰:۳) کو ظاہری اور شان الوہیت کے خلاف معنی پر محمول کرتے ہوئے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکیزہ ذات کو جسم و مکان سے متصف سمجھنے کا دعویٰ کیا اور باری تعالیٰ سے متعلق ایسے عقیدے کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" (جسمیت باری تعالیٰ کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سخت مصیبتیں)۔

کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں آپ نے آیات متشابہات پر متکلمانہ بحث کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ مذکورہ آیات متشابہات کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو اس سے اللہ کے لئے مخلوق سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا بیٹھنا چڑھنا اترنا سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر قسم کی مشابہت سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں، ہرگز مراد نہیں۔ اس لئے جمہور ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ استواء اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس کے معنی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ان کی اصل مراد اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ نے ہمیں آیات متشابہات میں زیادہ غور وخوض سے منع فرمایا ہے۔ بس یہ کہا جائے کہ:

"امنا بہ کل من عند ربنا"

(جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لے آئے۔ محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔" (سورۃ آل عمران: ۳/۷)

اور اگر کوئی سر پھرا بضد ہو کہ ان آیات کا معنی متعین کیا جانا چاہیے تو اس کے لئے لازم ہے کہ ایسا معنی متعین کرے جو آیات محکمات کے موافق ہو۔

اس کے بعد علماء نے "استویٰ" کی جو اللہ کے شایان شان تاویل فرمائی ہیں اعلیٰ

حضرت نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے متعدد مفسرین کے اقوال قلمبند کیے ہیں۔

بعد ازیں وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک تحریر بھیجی گئی جس میں بعض آیات واحادیث کی رو سے اللہ کے لئے مکان ثابت کیا گیا تھا اور اس میں کہا گیا تھا کہ "بعض اشخاص بریلی نے جو علم منقول وعقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں، اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا وما لھم بہ من علم۔" "ایسے شخص سے اہل اسلام کو بچنا چاہیے۔"

اس تحریر کے رد میں اعلیٰ حضرت نے "ضرب قہاری" کے عنوان سے اس کا تفصیلی جواب لکھا۔ اس جواب میں پہلے مذکورہ تحریر کے اندر جو جہالتیں ضلالتیں تناقض اور اللہ ورسول ﷺ پر افتراء پایا جاتا تھا۔ ان کی نشاندہی کی اور بتایا کہ یہ چھ عدد جہالتیں ہیں۔ پھر ترتیب وار ہر جہالت وتناقض پر چھ زوردار اور علمی طمانچے مارے ہیں، یہ چھ عدد علمی طمانچے فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد ۲۹ میں کوئی پچاس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

تقدیر ومشیت الٰہی کے بارے غلط فہمی کی اصلاح

ایک آدمی نے اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا کہ قرآن مجید کی رُو سے تمام امور خصوصاً ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور مشیت کا معنی ارادۂ پروردگار عالم ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی پیدائش سے قبل ہی اس کو کافر رکھنے کا ارادہ کرے تو وہ اب مسلمان کیونکر ہو سکتا ہے؟ "یھدی من یشاء" کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟

عقیدۂ توحید کے حوالے سے اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے اعلیٰ حضرت نے "ثلج الصدر لایمان القدر" (تقدیر پر ایمان کے سبب سینے کی ٹھنڈک) کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں بڑی تفصیل سے اور عام فہم انداز میں وضاحت فرمائی کہ بندہ پتھر کی طرح مجبور اور بے شعور محض نہیں بلکہ اللہ نے اسے اختیار، ارادہ اور عقل وشعور کے علاوہ انبیاء اور کتب سماوی کے ذریعے سے خیر وشر کا فرق بتا دیا ہے۔ اس پیچیدہ مسئلہ کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"غرض فعل انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ

Scanned with CamScanner

سے ہوتا ہے یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برائی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو اس طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو پیدا فرما دے گا......انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنوں......بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے۔ یہی مدار امر ونہی وجزا وسزا وعتاب وپرسش وحساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ (جدید) ۲۹۱/۲۲)

پھر اس مسئلے کو متعدد آیات قرآنی آثار صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اور کئی مثالوں سے ذہن نشین کرایا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی۔

اس تقدیر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے ایک اور مسئلہ پوچھا گیا کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور تدبیرات کو کار دنیوی واخروی میں امر مستحسن اور بہتر جانتا ہے جبکہ ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں بالکل واہیات ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے "النجمیر بہاب التدبیر" (تدبیر کے بارے آرائش کلام) کے عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں فرمایا کہ "بے شک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔" پھر استدلال میں چند آیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہوا۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنوں کا کام ہے جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض اور انبیاء وصحابہ وائمہ واولیاء سب پر اعتراض وطعن لازم آتا ہے۔" بعدازیں اس فتویٰ پر دلیل کے لئے پہلے چند آیات، اسوۂ انبیاء کرام اور پھر پوری چالیس احادیث لائے ہیں۔ ۴۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی ۲۹ ویں جلد میں شامل ہے۔

Scanned with CamScanner

عظمتِ ابرار نمبر

شہرۂ آفاق سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

☆ سلام رضا..........(شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ)

☆ سلام رضا...... چند تاثرات..........(سیّد محمد عبداللہ قادری)

دانشکدۂ علم وحکمت وبصیرت

درسِ نظامی
عصری علوم

عالمِ اسلام کے عظیم روحانی پیشوا اویس وقت

قبلہ عالم شہبازِ معرفت حضرت خواجہ گوہر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

صحت افزا خوبصورت روح پرور خطے میں

دار العلوم جامعہ اویسیہ گوہریہ (رجسٹرڈ)

بوکن روڈ پکا گڑھا سیالکوٹ

دیدہ زیب عمارت
صفائی کا اعلیٰ انتظام
اعلیٰ تربیت یافتہ سٹاف

مرکز تحقیقاتِ اویسیہ کا قیام نیز تلاوت ونعت، تقریر ونقابت کی عملی ٹریننگ بھی شامل ہے

دارالافتاء کا قیام طلبہ کی روحانی تربیت کیلئے علم وعرفان اور تصوف وسلوک پر تربیتی نشستیں اور خصوصی لیکچرز

یکم نومبر سے یکم دسمبر تک نئے سال کا داخلہ جاری ہے

- تنظیم المدارس مکمل کورس (مساوی ایم اے اسلامیات وعربی)
- تجوید وقرأت
- حفظ وناظرۃ القرآن
- ترجمۃ القرآن اور حدیث اسلامی معلوماتی کورسز
- سکول تعلیم
- دورۂ حدیث شریف
- مڈل تا بی۔اے
- عنقریب آغاز گوہریہ بنات القرآن

مصنف تفسیر گوہر بیان

زیرِ سرپرستی علامہ شاہد جمیل اویسی گوہروی

ناظمِ تعلیمات وصدر مدرس

0333-3322022

سلام رضا

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

علوم دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے۔ حضرت رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ، بوصیریؔ اور امیر خسروؔ کے قافلہ عشق ومحبت کے حدی خوان حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ، بے مثال محدث، اسرار قرآن کے عارف، رموز دین کے شناسا، امت مسلمہ کے بہی خواہ مفکر اور بارگاہِ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز وگداز ہے، شوکت الفاظ اور شکوہ بیان ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصناف سخن میں سے محبوب کبریا، علیہ التحیۃ والثناء کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید وشاید، اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی کہ پاک وہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت وعقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بے ساختہ داد وتحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کیے جاتے ہیں:

☆ سب سے پہلے ایک ہندو صحافی مدیر ہفت روزہ بھجن (پٹنہ) کا تاثر ملاحظہ ہو:

"مجھے رام چندر کی قسم! گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں، میں نے دیوبندی حضرات کے فریق مخالف کے رہنما مولانا محمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران وششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا محمد رضا خان کو کافر کہتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے برعکس مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کا ایک ایک شعر علم وادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل

ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔"

(محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: افتتاحیہ، خیابان رضا، مطبوعہ عظیم پبلی کیشنز، لاہور ۹، ص ۲۳)

☆ جناب رئیس امروہوی لکھتے ہیں:

"ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف وسرور سے لبریز ہے۔ جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، وہ اک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے، ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، عہد آفریں بھی۔"

(محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا، ص ۶۵)

☆ حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

"ان کی گفتگو کا محور ان کے کلام کا رنگ، ان کی سوچ کا انداز، ان کے فکر کا مرکز عشق رسول ﷺ اور صرف عشق رسول ﷺ تھا، میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے پیکر پر عشق مصطفےٰ ﷺ کی قبا راس آئی۔"

☆ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنھوں نے اردو نظم ونثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی طبیعت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں، وہ عشق رسول ﷺ ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔"

(ایضا: ص ۷۷)

☆ حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغؔ، امیرؔ، حالیؔ، اکبرؔ اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان، سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔"

(محمد مرید احمد چشتی: جہان رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ص ۴۲)

☆ پروفیسر علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال

نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود وسلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جا سکتی۔ ان کا ایک ایک لفظ عشق رسول ﷺ میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل، عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حُسنِ بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔"

(ایضا: ص ۱۰۹)

☆ جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:

"بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے۔"

حُسنِ تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی

(ایضا: ص ۱۹۳)

"خصوصاً بارگاہِ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو وہ آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہو سکی، شاید ہی کیف محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہو گا جسے سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔"

☆ جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

"مولانا کا مشہور و مقبول سلام، مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہو گا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہند و پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ﷺ ایسا ہو گا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حُسن کاری اور والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔" (عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالات یوم رضا (دائرۃ المصنفین، لاہور) ج ا ص ۱۴۲)

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمان شہرت پر پہنچ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے، اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام وکلام خدا اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے، جل وعلی وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

Scanned with CamScanner

سلام رضا میں، پیکرِ حسن و جمال، محبوب رب ذوالجلال ﷺ کے اوصاف جمیلہ، شمائل حمیدہ، جود و عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا اور روح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمۂ مجتہدین اور اولیائے کاملین، خصوصاً سیدنا غوث اعظم کے دربار میں سلام نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بار الٰہا! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم ﷺ کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں، اسی طرح روز قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین!

آدابِ سلام:

محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں:

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے، عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہونا چاہئے۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو، حبیب خدا ﷺ خداداد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیہ صلوٰۃ و سلام بارگاہ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ سرے سے بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بہ طور دلیل آیت مبارکہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ''تم اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو'' ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لئے ہے جو سرکار دو عالم ﷺ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہے ہوں، یہ نعمت عظمیٰ ہم خستہ بختوں کو کہاں میسر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ نعت خواں حضرات کسی صاحب علم کو سنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور اولیاءؒ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اول آخر اور درمیان، جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ یہ بھی احتیاط کریں کہ امام احمد رضا بریلوی ہی کا کلام پڑھیں ایسا نہ ہو کہ درمیان میں غیر ذمہ دار شعرا کا کلام پڑھنا شروع کر دیں۔

۶۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۷۔ عربی میں لفظ صلوٰۃ، درود شریف کے معنے میں آتا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے۔ تاکہ صلوا علیه وسلموا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ مثلاً:

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۸۔ حدیث شریف میں امام کے لئے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں۔

حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری کی کتب کے نئے ایڈیشن
حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟
صفحات: ۳۰۴ قیمت -/۲۵۰ روپے
صحابہ کی وصیتیں
صفحات: ۲۰۷ قیمت -/۱۶۰ روپے
خوبصورت جدید انداز سے منظر عام پر آ گئے
شاندار جلد بندی، جاذب نظر سرورق، بہترین طباعت، عمدہ کاغذ
رابطہ کے لئے: علامہ صاحبزادہ محمد فاروق قادری 0300-4407048

سلام رضا...... چند تاثرات

سید محمد عبداللہ قادری ابن عبداللہ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" اعلیٰ حضرت بریلوی الشاہ مولانا احمد رضا خان (۱۹۲۱ء) کا سلامیہ قصیدہ ہے جو بڑا مقبول اور زبانِ زد عام ہے۔ اعلیٰ حضرت، نے سلام رضا، حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و عشق میں موجزن ہو کر لکھا ہے جس کے ہر ہر شعر، ہر ہر لفظ سے محبت مصطفیٰ ﷺ عیاں ہے۔ ایسا ہو بھی کیوں نہ۔ بقول حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳۸ء)۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است　　آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

ہماری عزت و ناموس صرف اور صرف نام مصطفیٰ ﷺ کے سبب سے ہی ہے۔

حب رسول اللہ ﷺ ہماری زندگیوں کا سرمایہ ہے۔ "صحیحین" میں حدیث شریف ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ　　تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اسے زیادہ پیارا ہو جاؤں اس کے والدین اور اولاد اور دیگر سب لوگوں سے۔

تعظیم مصطفیٰ ﷺ بھی حصہ ایمان ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ　　کسی شئے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ (مسند امام احمد)

سچی محبت کا معیار یہ ہے کہ دل اور دماغ محبوب کی عیب جوئی سے پاک ہو، محبوب کا...... حسن اور جمال و کمال ہی پیش نظر رہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب باتوں، حب مصطفیٰ ﷺ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کو مدنظر رکھتے ہوئے، عشق مصطفیٰ (ﷺ) میں ڈوب کر سلام رضا لکھا اور ماشاء اللہ بھی ادب و احترام کی حدود و قیود کے ساتھ سلام رضا ہر محفل ذکر و اذکار میں بڑی دل جمعی اور خوش الحانی

☆ حال مقیم واہ کینٹ 0301-5031096

سے پڑھا جاتا ہے۔ رہتی دنیا تک یوں ہی عقیدت و احترام سے پڑھا جائے گا میرے نزدیک "سلام رضا" بذات خود ایک وظیفہ ہے۔ ہر شخص کو جتنی محبت رسول اللہ ﷺ سے ہوتی ہے وہ اپنے دل کی گیرائی اور گہرائی سے ذکر مصطفیٰ ﷺ کرتا ہے جس سے اُس کی محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سلام رضا میں ایک ایسی چاشنی ہے کہ ہر ایک کے دل کو بھاتی ہے اور وہ سلام رضا کو بار بار پڑھتا ہے۔................ بقول شاعر:

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض　　شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی

سلام رضا پورے کا پورا ایسے ہی شعروں سے مزین ہے جنہیں جھوم کر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

محبوب خدا ﷺ کے خصائص پر مشتمل اردو زبان میں پہلی جامع کتاب

امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ

از......فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر

ترجمہ: محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

صفحات: ۲۲۴

قیمت -/۱۸۰ روپے

............رابطہ کے لئے............

علامہ صاحبزادہ محمد فاروق قادری 0300-4407048

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ایچی سن سوسائٹی (گلشن رحمان) رائیونڈ روڈ نزد ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

ہمارا مقصد حیات

معاشرے میں صحت مند اقدار کا فروغ

ہم صحت مند دینی علمی اور تحقیقی لٹریچر کے ذریعے ایسے رجال کار تیار کرنا چاہتے ہیں جو ملک وملت کے لیے مفید اثاثہ ثابت ہوں

ہم! اس دھرتی پر نفاذ نظام مصطفیٰ کے لیے مصروف عمل ہیں

آیئے! معاشرتی اصلاح وفلاح کے لیے ہمارا ساتھ دیں

زیر قیادت وسیادت

حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری

سجادہ نشین بہاری شریف۔ آزاد کشمیر

قائدین وکارکنان

انجمن محبان محمد

مرکزی دفتر خانقاہ عالیہ، بہاری شریف تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر

0300-5169745

عظمتِ ابرار نمبر

عملیات رضویہ

☆ دُعائے حیدری..............حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

(باجازت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دُعائے حیدری، حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین میراں محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اوراد و وظائف میں سے نہایت مجرب دُعا ہے جو وقت مقرر کر کے روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھی جاتی ہے یہ دشمن پر غلبہ حاصل کرنے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھی جاتی ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے ارشد خلیفہ حضرت استاذ العلماء مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے ورد کی اجازت عطا فرمائی جبکہ آپ کے خانقاہ نشین، شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور حضرت امام اہل سنت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے علامہ صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی (امیر، حزب الاحناف لاہور) نے سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کی اشاعتِ خاص "عظمتِ ابرار نمبر" کے قارئین کے لیے اجازت کے ساتھ مرحمت فرمائی۔ انہوں نے اس عظیم روحانی تحفہ کا قلمی نسخہ بھی عنایت کیا شائقین کو اللہ کی رضا کے حصول اور روحانی مدارج میں ترقی کے لئے یہ وظیفہ پڑھنے کی اجازت عام ہے...... پڑھیں، استفادہ کریں اور ہر دُعا میں صاحبزادہ سید مصطفےٰ اشرفی رضوی اور ناشر کو ضرور یاد رکھیں......(ادارہ)

دعا حیدری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی حَقِیْقَۃِ
رَبَّانِیْ وَلِیِّ اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ وَ
عَلٰی جَمِیْعِ الْمُطَاھَرَاتِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْ
حَمَ الرّٰحِمِیْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَقٌّ حَقٌّ حَقٌّ یَا اَللّٰہُ الْمَحْمُوْدُ فِیْ
کُلِّ فِعَالِہٖ یَا اَللّٰہُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی
عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وَصَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ
تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِی الصَّلٰوۃُ
عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الْجَلِیْلِ الْجَبَّارِ الْقَاھِرِ الْقَھَّارِ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْقَاھِرِیْنَ عَلٰی
اَعْدَآءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یَا حَیْدَرُ یَا حَیْدَرُ یَا اَبَا تُرَابٍ یَا عَلِیُّ
یَا اَسَدَ اللّٰہِ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ یَا رِجَالَ

اللّٰہِ یَامَقْبُوْلَ اللّٰہِ یَامَحْبُوْبَ اللّٰہِ
یَاظُہُوْرَ اللّٰہِ یَامَظْہَرَ الْعَجَائِبِ بِالْقَہْرِ
اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ یَاحَقُّ تَحَقَّقْتَ
بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ فِیْ حَقِّ حَقِّكَ یَاحَقُّ
یَافَتَّاحُ یَاقَادِرُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَااَللّٰہُ

یَااَللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ
وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ
یَاعَظِیْمُ تَعَظَّمْتَ بِالْعَظْمَۃِ وَالْعَظَمَۃُ
فِیْ عَظْمَتِ عَظْمَتِكَ یَاعَظِیْمُ یَارَبُّ
یَاقَدِیْرُ یَاخَالِقُ یَاکَرِیْمُ یَارَحِیْمُ

یَامُسَخِّرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَیْنَہُمَا یَاعَلِیْمُ یَامُحْیِیْ یَامُمِیْتُ
یَامُتَکَبِّرُ یَاجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ یَاضَارُّ
الْمُتَکَبِّرُ یَاجَلِیْلُ الْمُتَکَبِّرُ عَلٰی

کُلِّ شَیْءٍ فَالْعَدْلُ اَمْرُہٗ وَالصِّدْقُ
وَعْدُہٗ یَاجَلِیْلُ حُسُوْدِیْ مَقْہُوْرٌ
وَعَدُوِّیْ مَقْتُوْلٌ بِقَہْرِكَ یَاقَہَّارُ
تَقَہَّرْتَ بِالْقَہْرِ وَالْقَہْرُ فِیْ قَہْرِ قَہْرِكَ
یَاقَہَّارُ قَہْرَ اَعْدَائِیْ یَاجَبَّارُ
یَاقَہَّارُ یَامُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ

بِقَهْرِ عَزِيْزِ سُلْطَانِهٖ يَا مُذِلُّ

يَا نَقِيًّا مِنْ كُلِّ جَوْرٍ لَمْ يَرْضَهُ

وَلَمْ يُخَالِطْهُ فَعَالُهُ يَا نَقِيُّ

فَقَتَلْتَهُ بِسَيْفِ اللّٰهِ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ

اِيْلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

رَمٰى يَا قَوِيُّ يَا قَاهِرُ ذَا الْبَطْشِ

الشَّدِيْدِ اَنْتَ الَّذِيْ لَا يُطَاقُ

انْتِقَامُهُ يَا قَاهِرُ اِقْهَرْ وَادْفَعْ

اَعْدَائِيْ مِنْ قَهْرِكَ وَاَنْتَ اَشَدُّ

الْقَاهِرِيْنَ حَقٌّ حَقٌّ حَقٌّ

يَا حَمِيْدَ الْفَعَّالِ ذَا الْمَنِّ

عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِهٖ بِلُطْفِهٖ يَا حَمِيْدُ

يَا غِيَاثِيْ عِنْدَ كُلِّ كُرْبَةٍ وَّمَعَاذِيْ

عِنْدَ كُلِّ شِدَّةٍ وَّمُجِيْبِيْ عِنْدَ كُلِّ

دَعْوَةٍ وَّمُوْنِسِيْ عِنْدَ كُلِّ وَ

حْشَةٍ وَّرَجَائِيْ حِيْنَ تَنْقَطِعُ

حِيْلَتِيْ يَا غِيَاثِيْ نَادِ عَلِيًّا

مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ

فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ

بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ وَبِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ

يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

محبوب سبحان، شیخ الاسلام
حضرت اخوند زادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی مبارک دامت برکاتہم العالیہ

مخدوم اہلسنت شیخ العلماء
حضرت میاں محمد سیفی حنفی ماتریدی دامت برکاتہم العالیہ

ملحق: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

جامعہ محمدیہ سیفیہ (طلباء)

جی ٹی روڈ بالمقابل راوی ریان ملز حسین ٹاؤن راوی ریان شریف نزد کالا شاہ کاکو

مکمل درس نظامی بمعہ بی اے

آغاز داخلہ
10 شوال المکرم
بمطابق
یکم ستمبر 2012ء

شعبہ درس نظامی میں داخلہ جاری ہے

اہلیت داخلہ
مڈل، داخلہ بذریعہ ٹیسٹ

خصوصیات

☆ اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کی نگرانی ☆ رہائش اور کھانے کا بہترین انتظام
☆ بہترین تعلیمی وروحانی تربیت ☆ دینی علوم کے ساتھ عصری کمپیوٹر تعلیم کا اہتمام

الداعیان الی الخیر

مولانا صاحبزادہ میاں محمد آصف محمدی سیفی
(ناظم اعلیٰ) جامعہ
0333-4444987

علامہ عبدالحمید نقشبندی محمدی سیفی
(پرنسپل) جامعہ
0300-8878948

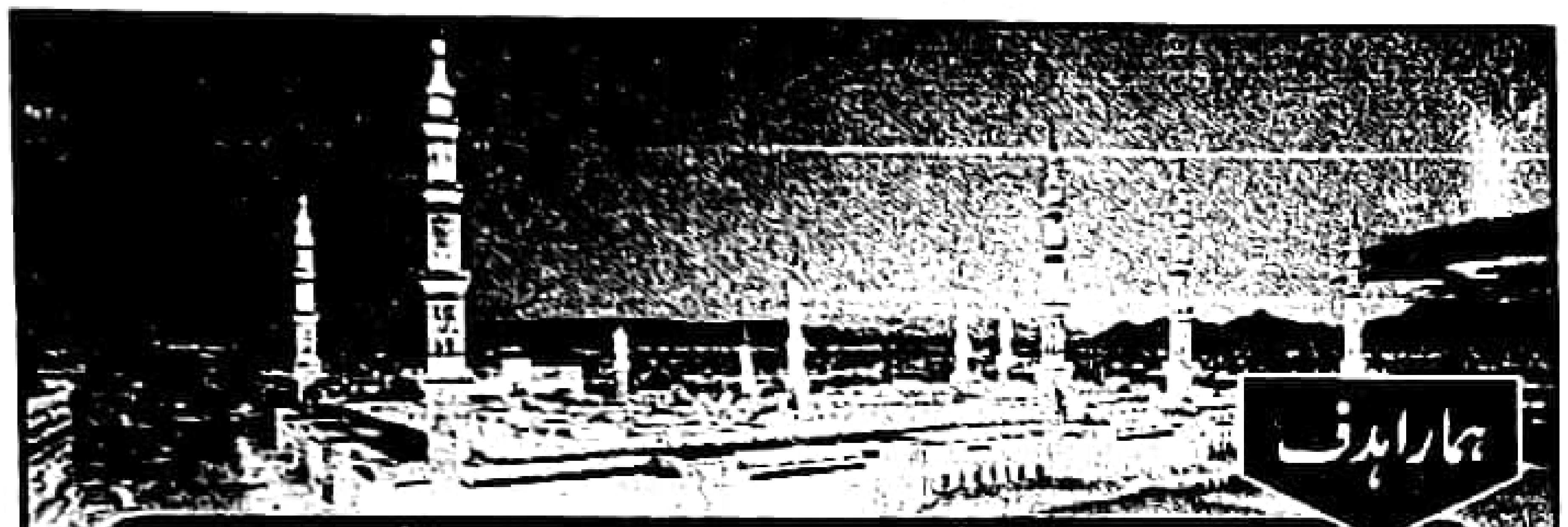

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

اہلسنت کا ووٹ صرف اہل سنت ہی کی امانت ہے

ووٹ بہت بڑی طاقت ہے اس کا درست استعمال آپ کی اجتماعی قوت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے

موجودہ ملکی حالات میں جس طرح اہل سنت کا مسلکی استحصال ہو رہا ہے سابقہ ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

سُنی بھائیو! وقت بہت ضائع ہو چکا ہے مزید ضائع نہ کریں اپنی سیاسی قوت کو اکٹھا کر کے ملک میں اپنی شناخت بنایئے۔

اپنے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجئے

تاکہ آپ کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ یقینی بن سکے

یاد رکھیئے! سیاسی استحکام کے بغیر آپ کے وقار کی بحالی ناممکن ہے۔

مولانا دلدار حسین رضوی (خطیب جامع بلال تحصیل بازار خوشاب)
0300-6077287 0454-711287

مدرسہ غوثیہ معینیہ برکات القرآن

میلاد نگر...... دھمیال ۔ چکسواری

شعبہ جات

ناظرہ حفظ قرآن پاک | تجوید وقرآت

ترجمہ قرآنِ پاک | درس نظامی

ہفتہ وار محفل میلاد النبی ﷺ | ماہانہ گیارہویں شریف

متبرک ایام کے موقع پر محافل کا انعقاد | کنزالایمان فری ٹیوشن

دارالمطالعہ جماعت اہل سنت

مولانا محمد محفوظ چشتی

میلاد نگر..... دھمیال چکسواری، ضلع میرپور آزاد کشمیر

0333-6403962

عظمتِ ابرار نمبر

انٹرویو

☆ پیر محمد افضل قادری سے ایک انٹرویو.........

(ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری)

Scanned with CamScanner

مفتی محمد خان قادری

امیر کاروان اسلام کی کتب

شاہکار ربوبیت ﷺ
ایمانِ والدین مصطفےٰ ﷺ
حضور ﷺ کا سفرِ حج
امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
درِ رسول ﷺ کی حاضری
ذخائرِ محمدیہ ﷺ
محفلِ میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
فضائل نعلین حضور ﷺ
شرح سلام رضا
نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
اسلام اور تحدید ازواج
اسلام میں نجومی کا تصور
مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
شبِ قدر اور اسکی فضیلت
صحابہ اور تصور رسول پاک ﷺ
مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
اسلام اور احترام والدین
والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
نسب نبوی ﷺ کا مقام

حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
صحابہ کی وصیتیں
رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
عورت کی امامت کا مسئلہ
عورت کی کتابت کا مسئلہ
منہاج النحو
منہاج المنطق
معارف الاحکام
ترجمہ فتاوی رضویہ جلد پنجم
ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ششم
ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ہفتم
ترجمہ فتاوی رضویہ جلد ہشتم
ترجمہ فتاوی رضویہ جلد دہم
ترجمہ فتاوی جلد پانزدہم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
صحابہ اور محافل نعت
صحابہ کے معمولات
خواب کی شرعی حیثیت
حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب

حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
مزاجِ نبوی ﷺ
تبسم نبوی ﷺ
علماء نجد کے نام اہم پیغام
اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
مقصد اعتکاف
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
نعل پاک حضور ﷺ
صحابہ اور علم نبوی ﷺ
روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
تفسیر سورۃ الکوثر
تفسیر سورۃ القدر

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور ☎:5300353-5300354

اہل سنت اصولوں پر متحد ہو جائیں

اختلاف رائے کا حق سلب نہیں کیا جا سکتا

جماعت اہل سنت نے صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی تعریف متعین کی

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے متفقہ تحریر پر دستخط کر دیئے تھے جو ریکارڈ کا حصہ ہے

میرے نزدیک ان کے لئے اب فتویٰ کفر کی کوئی گنجائش نہیں

پیر محمد افضل قادری سے ایک انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

عالمی تنظیم اہل سنت پاکستان کے بانی سربراہ اور خانقاہ عالیہ قادریہ مراڑیاں شریف گجرات کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد افضل قادری نے کہا ہے کہ جماعت اہل سنت پاکستان اپنے قیام سے لے کر اب تک اہل سنت کا دینی تبلیغی کام کر رہی ہے اس نے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں نہایت جاندار اور اہم کردار ادا کیا ہے پھر اختلافات کے سبب ہمیں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ وہ "انوار رضا" کے لئے ایک خصوصی نشست میں اظہار خیال کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ "۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں سابقین انجمن طلباء اسلام کی مساعی جمیلہ سے علماء و مشائخ اور دانشوران اہل سنت کا ایک ملک گیر اجتماع ہوا جس میں تمام گروپوں نے اپنا الگ تشخص ختم کر کے اتحاد کا تاریخی اعلان کیا اور اتفاق رائے سے ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی سرپرستی میں ایک اعلیٰ اختیاراتی ادارہ کی حیثیت سے "سنی سپریم کونسل" کا انتخاب عمل میں آیا جس کے اراکین کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

صاحبزادہ سید محمد مظہر سعید کاظمی...... علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی...... صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم مشہدی...... شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی...... صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن فیض پوری...... مولانا غلام محمد سیالوی...... پیر مختار احمد جان سرہندی...... صاحبزادہ پیر محمد افضل

قادری...... صاحبزادہ محمد اقبال اظہری...... علامہ پروفیسر سعید احمد اسعد...... علامہ محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ

اس نمائندہ اجلاس میں "سنی سپریم کونسل" کو جماعت اہل سنت کی ازسرِ نو تشکیل و تنظیم کے فرائض تفویض کیے گئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ جماعت اہل سنت کا اعلیٰ اختیاراتی ادارہ ہوگا جس کا ہر فیصلہ حتمی اور نافذ العمل ہوگا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کے صحیح وارث تھے

سنی سپریم کونسل کا اجلاس ۶ فروری ۱۹۹۴ء کو حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی صدارت میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں ہوا جس میں متفقہ دستور کی تدوین کا فیصلہ کیا گیا اور اس مقصد کے لئے ایک دستور ساز کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں سپریم کونسل کے ارکان پیر محمد افضل قادری، محمد اقبال اظہری اور محمد یعقوب قادری کے علاوہ پروفیسر محمد طفیل سالک اور میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ کو بھی شامل کیا گیا۔ دستور ساز کمیٹی نے مختلف اجلاسوں میں دستور مرتب کیا۔ جسے سنی سپریم کونسل نے ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ء کو جامعہ نظامیہ لاہور کے اجلاس میں منظور کیا۔" (منشور و دستور العمل جماعت اہل سنت پاکستان، صفحہ نمبر ۱،۲،۳)

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں منعقد ہونے والے اجلاس نے متفقہ طور پر "صحیح العقیدہ سنی مسلمان" کی تعریف یوں مرتب کی "صحیح العقیدہ سنی مسلمان سے ایسا شخص مراد ہے جو توحید باری تعالیٰ اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتا ہو، خلفائے راشدین، جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام، آئمہ مذاہب اربعہ خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور متاخرین میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ پر ہو۔"

(منشور و دستور العمل: جماعت اہل سنت پاکستان صفحہ ۸)

حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری نے کہا ہے کہ میرے پاس کچھ لوگ آئے کہ آپ پیر

محمد کرم شاہ ازہری کی تکفیر کریں میں نے جواب دیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت اہل سنت پاکستان کے فیصلے کے مطابق جو کچھ سامنے آیا اور پیر صاحب نے جماعت اہل سنت کی تحریر پر دستخط کر دیئے تو ہمارے نزدیک یہ تحریر ان کی طرف سے متنازعہ عبارات سے ازخود رجوع تھا اور مسلک امام احمد رضا کی مکمل تائید تھی۔ اب ہم اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں پیر محمد کرم شاہ الازہری پر فتویٰ کفر صادر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس تحریر کے بعد حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحبِ فراش رہے اور کوئی متنازعہ کتاب نہیں لکھی۔

اہل سنت یوم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ دھوم دھام اور پورے اہتمام سے منائیں

حضرت پیر محمد افضل قادری نے کہا ہے کہ میری تجویز یہ ہے کہ اہل سنت اپنی مرکزیت کو قائم رکھنے کے لئے غور و فکر سے کام لیں اس سے پہلے بہت نقصان ہو چکا اور مزید نقصان کی گنجائش نہیں۔ اہل سنت اصولوں پر متحد ہو جائیں اختلاف رائے کا حق سلب کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی البتہ اصول و ضوابط کی بالادستی کو ہمہ وقت قائم رکھنا اجتماعی حیات کے لیے جزو لاینفک ہے انہوں نے کہا کہ سہ ماہی "انوارِ رضا" نے ہر موقع پر بہترین انداز سے اہل سنت کی نظریاتی اور اعتقادی محافظت کا فریضہ سرانجام دیا ہے حضرت پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی کے حوالے سے غلط فہمیوں کو دور کرنے میں "انوارِ رضا" نے جو کردار ادا کیا ہے وہ اہل سنت کے لیے بہت مفید اور دیگر رسائل و جرائد کے لئے قابل تقلید روش ہے میں آپ کی سعی و جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھے انہوں نے امت مسلمہ کو گمراہ ہونے سے بچایا اور اسلامیانِ ہند کی اعتقادی حوالے سے رہنمائی کی وہ اسلام کے حقیقی ترجمان اور رسول اللہ ﷺ کے صحیح وارث تھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسول ﷺ کے فروغ کے لئے جو جان دار کردار ادا کیا ہے اس سرزمین پر اُس کی کوئی مثال نہیں ملتی ضروری ہے کہ اہل سنت یوم امام احمد رضا دھوم دھام سے اور پورے اہتمام سے منائیں بلاشبہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس خطے کے تمام مسلمانوں کے لیے محسن کبیر کا درجہ رکھتی ہے اُن کی کتابیں اور تخلیقی لٹریچر برصغیر کی تاریخ میں اُن کی ذات کو اسلامیانِ ہند میں ممتاز اور ممیز مقام عطا کرتا ہے۔

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے آپ بھی اطمینان قلب کے لیے ذکر الٰہی کی طرف رجوع کریں

بفیضانِ نظر

امیر شریعت و طریقت قیوم زماں محبوب سبحاں امام خراساں

حضرت اخوندزادہ پیر سیف الرحمٰن مبارک پیر ارچی و خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ کرم

غوث جہاں قطب دوراں شیخ العلماء

حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی دامت برکاتہم العالیہ

زیرِ صدارت

مبلغ اسلام پیر طریقت حضرت علامہ مولانا پیر سید عبدالقادر شاہ ترمذی مدظلہ

ہفتہ وار محفلِ ذکر: ہر اتوار......نماز عصر تا عشاء

ماہانہ محفلِ ذکر: ہر انگریزی مہینہ کا پہلا اتوار......نماز عصر تا عشاء

خواتین کے لیے محفلِ ذکر: ہر اتوار صبح دس بجے تا 3 بجے (ظہر)

ادارہ العرفان......اہل سنت وجماعت حنفی (ٹرسٹ)

چوک غوثیہ محمود پارک (نزد ٹبہ قاضی)

بیرون مجید پارک شاہدرہ ٹاؤن لاہور 0300-4669895

سیرِ گلشن

خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین حضرت شیخ طریقت

علامہ صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی مدظلہ العالی

کا دورۂ پاکستان تفصیلی رپورٹ

راوی ریان شریف میں حضرت توصیف ملت کی آمد پر

سلسلہ عالیہ محمدیہ سیفیہ کے سربراہ حضرت شیخ العماء میاں محمد حنفی سیفی محوِ گفتگو

عظمتِ ابرار نمبر

حصہ دوم

سیر گلشن

☆ خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین حضرت شیخ طریقت علامہ صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی مدظلہ العالی کا دورۂ پاکستان...... تفصیلی روئیداد......

(پیر سید ابو العطاء محمد عبدالقادر شاہ ترمذی محمدی سیفی)

☆ جناب محمد عثمان رضوی مکمل روداد بیان کرتے ہیں..................

(ملک محبوب الرسول قادری)

☆ حضرت طارق سلطانپوری کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف میں ایوارڈ

حضرت پیر طریقت
ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

حضرت پیر طریقت صاحبزادہ
سیّد محمد افضال حسین شاہ محمدی سیفی

واہ کینٹ کے سنگم میں اسلامی وعصری علوم کی معیاری درسگاہ

جامعہ رضویہ انوار العلوم

24 کنال اراضی پر مشتمل 1973ء سے قائم اس عظیم مادر علمی میں اس وقت 325 طلبہ زیر تعلیم ہیں

17 تجربہ کار، محنتی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کرام تدریسی فرائض نہایت جانفشانی سے ادا کر رہے ہیں

3 کنال اراضی پر مشتمل عالی شان مسجد جامعہ رضویہ انوار العلوم کے وقار و تقدس میں اضافہ کا باعث ہے

جامعہ میں طلباء کو **حفظ و تجوید**، **درس نظامی** اور **دورہ حدیث** تک تعلیم دی جاتی ہے۔ شعبہ حفظ میں دوران حفظ چھٹی، ساتویں جماعت اور حفظ کی تکمیل کے بعد ایک سال میں مڈل کا امتحان دلوایا جاتا ہے جس میں دیگر مدارس سے حفظ کرنے والے طلباء بھی داخلہ لے سکتے ہیں جامعہ کا یہ امتیاز ہے کہ درس نظامی کے ساتھ **مڈل** پاس طلباء کو آٹھ سال اور **میٹرک** پاس طلباء کو سات سال میں **ایف اے**، **بی اے** اور **ایم اے** کے امتحانات بورڈ/یونیورسٹی سے دلوائے جاتے ہیں۔

اہل خیر سے بھرپور مالی تعاون کی درد مندانہ اپیل ہے

پرنسپل

علامہ پیر عبد القادر

جامعہ رضویہ انوار العلوم

H-24..... لالہ رخ..... واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

0300-9506753, 051-4511844

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ

حضرت صاحبزادہ توصیف رضا بریلوی کی تشریف آمدی

رپورٹ: پیر سید ابو العطاء محمد عبد القادر شاہ ترمذی محمدی سیفی ☆

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف پر جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کی علمی، دینی "گولڈن جوبلی تقریبات" کا دعوت نامہ اور اشتہار موصول ہوا۔ جس میں دیگر مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے ساتھ ساتھ مہمانانِ ذی وقار نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت توصیف ملت مقبولِ عرب وعجم، مبلغ عرب وعجم تاج السنہ حضرت علامہ محمد توصیف رضا خان صاحب قادری رضوی بریلوی زید مجدہٗ نائب سجادہ نشین درگاہ معلّٰی اعلیٰ حضرت بریلی شریف اور غازی ملت، مبلغ عرب وعجم تاج العلماء حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں صاحب کچھوچھہ شریف اور مجاہد ملت حضرت علامہ محمد کلیم رضا شیخ صاحب آف ممبئی خلیفہ مجاز درگاہ اعلیٰ حضرت کی آمد اور خطبات مبارک کا پروگرام کی تفصیلات درج تھیں۔

پیر و مرشد سرکار مبارک مدظلہ اور اس فقیر کی پہلے سے ترتیب شدہ پروگرام کی معروفیات کے باعث ان تقریبات میں شرکت کا موقع نہ مل سکا۔ تاہم نمائندگی و اظہار یکجہتی کے لیے راولپنڈی کے خلفائے کرام اور سالکینِ سلسلۂ عالیہ نے شرکت فرمائی۔ اور گولڈن جوبلی تقریبات کی داد و تحسین پیش کی۔

اسی دوران یہ فقیر اپنے آباؤ اجداد کے سالانہ عرسِ مقدس منعقدہ ہفتہ-اتوار ۱۴-۱۵ مارچ ۲۰۱۲ء اپنے آبائی گاؤں آستانہ عالیہ سیّد آباد شریف دوبندی تحصیل و ضلع ہری پور (صوبہ سرحد/ہزارہ) حاضر ہوا۔ تو وہاں پر اپنے آستانہ عالیہ کے قریب ہی موضع نیگر میں دار العلوم عباسیہ ضیائیہ میں _____ نبیرۂ اعلیٰ حضرت توصیفِ ملت، غازیٔ ملت حضرت قبلہ ہاشمی میاں صاحب اور مجاہدِ ملت حضرت علامہ محمد کلیم رضا شیخ صاحب کی آمد اور خطبات کے اشتہار و بینرز ملاحظہ کیے۔ بعد ازاں عرسِ مبارک کی آخری دعائیہ نشست میں دار العلوم عباسیہ

☆ ناظمِ دعوت حلقۂ محمدیہ سیفیہ، خطیب جامع مسجد انوار مدینہ آستانہ مبارک راوی رایان

ضیائیہ کے ناظمِ اعلیٰ مبلغ یورپ حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالخبیر صاحب نے بھی اس پروگرام کا اعلان کیا اور دعوت دی۔

چنانچہ اس فقیر نے اپنے آئیندہ کے ۳ روزہ پروگرام معطّل کر کے اور داعیانِ محافل سے معذرت و اجازت حاصل کر کے نبیرۂ اعلیٰ حضرت توصیف ملت کے پروگرام میں شرکت اور آپ کی زیارت و ملاقات کا پروگرام بنایا کہ چلو اپنے گاؤں کے قریب ہی تو آئے ہوئے ہیں۔ زیارت و ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ اگلے دن ۱۶/مارچ ۲۰۱۲ء بروز پیر بعد نماز عصر مذکورہ پروگرام میں شرکت کے لیے آستانہ عالیہ سے قافلہ زیرِ سرپرستی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید صابر حسین شاہ صاحب، ترمذی نقشبندی سجادہ نشین دربار عالیہ اکبریہ محمدیہ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ حضرت پیر سید مسعود علی شاہ کاظمی محمدی سیفی کا قافلہ بھی ہمراہ تھا۔ پروگرام شروع تھا اور مہمانانِ ذی وقار اسٹیج پر جلوہ گر تھے۔ اور اعلان ہوا کہ غازی ملت حضرت قبلہ ہاشمی میاں صاحب کے قریبی عزیز کی اطلاع مرگ آنے پر وہ آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف واپس چلے گئے ہیں۔ ان کی جگہ حضرت علامہ مولانا مجاہدِ اہلسنت حنیف قریشی صاحب کا خطاب ہوگا۔ اُن کے خطاب کے بعد مجاہدِ ملت اور درگاہ اعلیٰ حضرت کے خلیفۂ مجاز جناب حضرت علامہ محمد کلیم رضا شیخ صاحب کا عالمانہ، محققانہ اور عقائید و نظریاتِ اہلسنت کے تحفظ و تحقق میں دلائل و براہین سے مزین خطاب ہوا اور معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی رضوی کچھار کا شیر ہے۔

بعدازاں حضرت توصیفِ ملت، تاج السنہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت کے خطاب کا اعلان ہوا۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت کرسیِ صدارت سے خطاب کے لیے عوام الناس کے جم غفیر سے مخاطب ہوئے۔ شخصیت تو پہلے ہی دلکش تھی۔ پر رونق چہرہ، پرانوار ریش مبارک، قدرآور سراپا، سر پر سفید دستار اور عالمانہ شان والا خوبصورت جبہ زیب تن کیے ہوئے جب رضوی خانوادہ نے خطبہ شروع کیا تو آواز دل گداز سے اعلیٰ حضرت کی مکمل جھلک معلوم ہونے لگی۔ آپ نے "روح اور روحانیت" پر بہت پُرلطف و کیف اور عقائید و نظریات اہلسنت و جماعت کی تائید و توثیق میں دلائل و براہین سے آراستہ خطاب کیا۔ وقت کی قلت کا گِلہ بھی کیا اور اسی کے پیشِ نظر کہ وقت عصر تنگ ہو رہا تھا۔ خطاب ختم کر کے

الوداع ہو گئے اور ہماری ملاقات کی تمنا تشنہ رہ گئی۔ وہاں دارالعلوم کی انتظامیہ سے معلوم کیا کہ حضرت کا قیام کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں ہے۔ چنانچہ یہ فقیر پیر سید بشارت حسین شاہ ترمذی محمدی سیفی کے ہمراہ وہیں سے سیدھا راولپنڈی روانہ ہوا۔ اور نماز فجر جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کی جامع مسجد میں ادا کی۔ اور حضرت کی ملاقات کے لیے معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ آپ رات گئے تک پروگرام میں معروف رہے ہیں۔ نماز ادا کر کے آرام فرما ہیں۔ دن ۱۲ بجے کے بعد ملاقات ہو گی۔ اسی دوران فقیر نے حضرت علامہ مولانا شاہ رحمٰن سعیدی محمدی سیفی، حضرت پیر ریاض محمدی سیفی اور حاجی محمد عثمان محمدی سیفی کو اطلاع دی تو وہ بھی تشریف لے آئے اور ہم سب مل کر حُسنِ ملت حضرت پیر علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب زید مجدہٗ ناظمِ اعلیٰ جامعہ ہٰذا کے دفتر میں گئے اور اُن کو جامعہ کی "گولڈن جوبلی تقریبات" کی کامیابی و کامرانی اور مہمانانِ ذی وقار کو پاکستان مدعو کرنے اور اہلِ پاکستان کو فیض یاب کرنے پر مبارک باد و داد و تحسین پیش کی اور تا قیامت ترقی و کمال کی دعائیں دیں۔ آپ بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا۔ آپ نے کمال فیاضیِ طبع سے فرمایا کہ معزز مہمانوں کو بلانے کا مقصد یہی ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کے ادارے و خانقاہیں اِن سے متعارف ہوں اور وہ اِن سے فیض و برکت حاصل کریں۔

اس فقیر نے بھی دعوت و ملاقات کا اظہار کیا تو فراخدلی و خندہ پیشانی سے فرمایا بہت خوب ہے۔ آپ توصیفِ ملت سے مل کر خود پروگرام طے کریں اور ملاقات کے لیے طالب علم کی ڈیوٹی لگا دی کہ جونہی حضرت بیدار ہوں ملاقات کروائی جائے۔

چنانچہ یہ فقیر اپنے احباب کے ہمراہ جامعہ کے لان میں انتظار کرتا رہا مسلسل ۳ روز کے پروگرام و سفر کی تھکاوٹ کے باوجود آرام نہیں کیا کہ اگر سو گئے تو ملاقات سے رہ نہ جائیں۔ البتہ جامعہ کے اساتذہ کرام و طلباء نے بہت عزت افزائی کی الگ کمرہ آرام کے لیے دیا اور مہمان نوازی بھی کی۔ جزاھم اللہ خیرا لیکن فقیر تاج السنہ کے کمرۂ قیام و آرام کے سامنے لان میں بیٹھ گیا۔ اسی دوران مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد حنیف قریشی صاحب کلاس پڑھا کر آ گئے وہ بھی ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ اور مختلف مسائل و معاملات پر

گفتگو ہوتی رہی اور تبادلۂ خیالات جو کہ باعثِ ازالۂ اختلافات و توہمات ہوا۔ اور آپ ہی کے توسل و کاوش سے ہمیں توصیفِ ملت سے ملاقات کا شرف تقریباً (۹ گھنٹے بعد) دن ۳۰-۱ بجے حاصل ہوا۔

ہم کمرۂ ملاقات میں بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت توصیفِ ملت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت اپنے حجرۂ قیام سے تشریف لائے تو واقعی ایک عظیم ہستی کے چشم و چراغ اور شہزادہ لگ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ جناب حضرت علامہ محمد کلیم رضا صاحب بھی تھے۔ حضرت توصیفِ ملت کی خندہ پیشانی، خوش مزاجی اور حلیمی طبع نے ہمیں بہت متاثر کیا۔

فقیر نے مع جملہ احباب و سالکین آپ کی پاکستان تشریف آوری اور اہلِ پاکستان کو فیض رسانی پر شکریہ ادا کیا۔ اور اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجددِ دین ملت، نابغہ روزگار عاشقِ محبوب پروردگار امام احمد رضا خان قادری بریلوی، قدس السرہ کی محبتِ رسول و آلِ رسول اور ان کے ناموس و مقام و مرتبہ کی پاسداری و تحفظ پر سلامِ عقیدت و محبت برائے شکریہ و قدردانی پیش کیا۔ جس پر آپ بہت خوش ہوئے اور ساتھ ہی دو کتابیں برائے مطالبہ و اظہار رائے دربارۂ "مولود کعبہ مولا علی علیہ السلام ہیں" کی تحقیق کی عرض سے ایک استفتاء پیش کیا۔ تو آپ نے اُن دونوں کتب "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" اور "سیرت مصطفیٰ جان رحمت" کا سرسری جائزہ لیا اور میرا استفتاء دیکھا اور فرمایا یہ چھوڑ جائیں میں فارغ وقت میں تفصیل سے مطالعہ کر کے تحقیقی اظہار رائے کروں گا۔ واقعی محقق و مدبر علما کی یہی شان ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ

بعدازاں فقیر نے عرض کیا کہ حضور آپ کی مصروفیات تو بے شمار ہیں مگر ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ ہمارے پیر و مرشد کے آستانہ مبارک پر قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمات دینی و مذہبی مسلکی و ہمہ جہتی پر خراجِ تحسین آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے کہ آپ اُن کے نبیرۂ مبارک ہیں جس کو آپ نے بخوشی و رضا قبول فرمایا اور اپنا نمبر مجھے عنایت کیا اور میرا نمبر اپنے موبائل میں خود Save کیا۔ اور فرمایا کہ لاہور کا پروگرام میرے علم میں نہیں ہے بعدازاں آپ سے رابطہ کر کے طے کیا جائے گا۔ یوں لاہور کی دعوت سب سے پہلے اس فقیر نے پیش کی تھی۔

اس کے بعد فقیر نے حسبِ تربیت علما و مشائخ کی خدمت کے طور پر کچھ نذرانہ محبت اور عطر پیش کیا اور جملہ احباب نے بھی جسے آپ نے سنتِ نبوی کے مطابق قبول فرمایا۔ اجازت لی اور واپس آئے۔ اِس دوران آپ سے مکمل رابطہ رہا۔

اسی دوران ہمارے ایک محترم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب زادہ آصف ہزاروی صاحب شہزادہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے بھی اِس فقیر کی وساطت سے اپنے ادارے وزیرآباد میں حضرت توصیف ملت سے وقت لے کر جلسہ کروایا جو کہ بہت خوب ہوا۔

اسی دوران حضرت قبلہ سے رابطہ پر پتہ چلا کہ آپ نے غالباً ۱۸ مارچ ۲۰۱۲ء کو گوجرہ آنا ہے اور اگلا پروگرام جناب محترم اشفاق صاحب کے زیرِ نگرانی ہے اور حضرت قبلہ نے اِس فقیر کو محمد اشفاق گوجروی کا نمبر دیا۔ اور فرمایا کہ اِن سے اپنا پروگرام طے کر لیں۔ آپ کی دعوت قبول ہے۔ (یاد رہے کہ یہ پروگرام جلسہ کا تھا مگر.....)

جب اِس فقیر نے اشفاق صاحب سے رابطہ کیا اور مکمل تفصیلاتِ مذکورہ سابقہ عرض کیں اور ٹائم کا کہا تو فرمایا کہ مشورہ کر کے بتاتے ہیں۔ پھر رابطہ کیا تو فرمایا کہ ہم آپ کو جانتے نہیں حضرت کی سیکورٹی کا مسئلہ ہے۔ کوئی گارنٹی فقیر نے عرض کیا کہ پورے پاکستان میں جس کی گارنٹی آپ کو قبول ہے فقیر اُن سے آپ کو فون پر یا لکھوا کر دینے کو تیار ہے۔ تو اِس پر کہا کہ اچھا دیکھتے ہیں حضرت کا شیڈول بہت ٹائیٹ ہے مشکل لگتا ہے۔ حالانکہ لاہور کی دعوت سب سے پہلے فقیر نے دی تھی جو کہ قبول بھی ہوئی۔ خیر اِس فقیر نے بلا مبالغہ کوئی ۱۵۰ عدد سے اوپر کالز کیں مگر کوئی جواب نہیں بلکہ فون Recieve کرنا بھی چھوڑ دیا۔ جب سب حیلے وسیلے نہ چلے تو فقیر نے اپنے سیّد آلِ رسول، حضور غوث الورٰی کی اولاد میں سے ہونے کا اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا محبّ ہونے کا وسیلہ ڈالا مگر اِن عاشقِ رسول و آلِ رسول اور پروانہ غوث الورٰی کی طبع بے نیازی میں بے اثر رہا۔ اور فقیر کو محروم کر دیا۔ اور آلِ رسول و غوث الاعظم اور اعلیٰ حضرت سے عشق و محبت کی انوکھی مثال قائم کی.. کہ جن کے بارے میں فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور جن کے خانوادہ عظیم کے ایک فرد کے لیے (پالکی کے مزدور سید زادہ والا واقعہ

از زلف و زنجیر) بطور معذرت اپنی دستار ان کے قدموں میں رکھ دی تھی اور ان کو سوار کر کے اپنے کندھوں پر اٹھایا۔

واہ کیا بات ہے رضا تیرے عشق رسول و آلِ رسول کی
نہ پا سکا تیرے بغیر کوئی اس کی دھول بھی

عاجزؔ

قارئین کرام! آپ حیران و پریشان ہوں گے کہ آخر مجھے وقت کیوں نہیں مل رہا تھا۔ اور میری کیوں ایک نہیں سُنی جا رہی تھی اور ایسا کون سا جرم تھا میرا وہ جرم فقط اور فقط سیفی ہونا اور سلسلہ عالیہ کی ایک خانقاہ عالیہ محمدیہ سیفیہ پر حضرت کو مدعو کرنا تھا۔ اگر یہ فقیر طمع کاری کرتا اور اپنا مکمل تعارف و مکمل پتہ و پروگرام نہ بتاتا اور کوئی حیلہ کر کے ٹائم لے لیتا تو وقت مل جاتا۔ مگر سانچ کو آنچ نہیں کے تحت فقیر نے کوئی بات ابہام میں نہ رکھی اور محمد اشفاق صاحب کو ہر بات کھل کر بتائی اور اُن کو بہت زیادہ خدشہ حضرت کی "سیکورٹی" "تحفظ اور عزت افزائی میں فرق آنے" کا تھا۔ جس کی اس عاجزؔ نے ہر طرح کی ضمانت و یقین دہانی کرائی۔ مگر "مزاجِ یار میں کوئی بات نہ آئی"۔ اور حضرت کو فقط سلسلہ عالیہ کے مشائخ و علمائے کرام اور خلفائے کرام سے دور رکھنا مقصود تھا۔ اور غلط فہمیاں جو تھیں ان کو ختم نہ کرنا اور مزید پیدا کرنے کی سعی نامسعود کرنا تھی اور یہ ان کے نزدیک مسلک و مذہب کی سب سے بڑی خدمت تھی۔

یہاں ضمناً یہ عرض کرتا چلوں کہ پہلا موقع نہ تھا بلکہ اس سے قبل بھی جب شہزادۂ اعلیٰ حضرت محترم و مکرم حضرت علامہ مولانا مفتی اسلام تاج الشریعہ الحاج اختر رضا خان قادری رضوی بریلوی سلمہ الرحمن پاکستان تشریف لائے تھے۔ ان "خدام" نے اس فقیر کو ملنے تک نہیں دیا گیا کہ ہم رضوی بریلوی نہیں کہلاتے۔ بلکہ مجھے بڑے بڑے مستند جید رضوی علمائے کرام نے بتایا کہ انھیں بھی قریب نہیں آنے دیا گیا۔

ان کوتاہ بینوں اور کم نظروں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ہمہ جہت عبقری شخصیت کو فقط اور فقط اپنی ہی عقیدت کے خول میں بند کر کے محدود کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ اعلیٰ حضرت کے فیض سے محروم ہیں۔ فقیر کے پاس بہت سی مثالیں موجود

ہیں۔ مگر اس کا موقع نہیں۔ صرف عرض کرنا یہ مقصود ہے کہ ہمارے مرکز اہلسنت دربار گہر بار اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے آنے والے ہر خانوادۂ ذی مرتبت و عزت کو پاکستان میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ کے چاہنے والوں اور ماننے والوں سے دور رکھا گیا ہے بس اس طرح کا معاملہ کچھ اس بار بھی تھا۔

مگر....

مدعی لاکھ بُرا ہو چاہے کیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

یہ فقیر بھی دُھن کا پکا تھا۔ حضرت توصیف ملت سے مکمل رابطہ میں تھا تا آنکہ مجھے معلوم ہوا کہ ۱۹ رمارچ کو بعد نماز عشاء شیخوپورہ میں حضرت علامہ مفتی جمیل احمد رضوی کے ہاں "تاجدار بریلی کانفرس" ہے اور وہاں حضرت کا خطاب ہے۔ چنانچہ یہ فقیر بھی علما و خلفائے کرام و سالکین کے قافلہ جن میں حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ حیات محمدی سیفی اور حضرت علامہ قاری علاؤ الدین مدنی محمدی سیفی (مفتی اسلام، مبلغ دین، پاسبانِ مسلکِ رضا مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی زید مجدہٗ کے نواسے) اور خلیفہ حاجی نثار محمدی سیفی، خلیفہ محمد یوسف محمدی سیفی اور خلیفہ حاجی تنویر خان صاحب، صوفی گلفام محمدی سیفی وغیرھم کے ہمراہ جلسہ گاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں پر بھی بہت خوب پروگرام ہوا اور حضرت توصیف ملت کا ولولہ انگیز خطاب فیض یاب ہوا۔ اور مجاہد اہلسنت حضرت مفتی کلیم رضا قادری رضوی صاحب نے بھی علم و عقائد کے گہر لٹائے۔ اختتام پروگرام پر جناب مفتی جمیل احمد رضوی صاحب کے جامعہ بریلی شریف شیخوپورہ کے ایک کمرہ میں ہی حضرت کا قیام تھا۔

اعلیٰ حضرت کے پروانے کمرہ کے باہر حضرت توصیف ملت کی ایک جھلک دیکھنے اور مصافحہ کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ اور انھی میں یہ فقیر اور احباب بھی شامل تھے۔ مگر حضرت کی سیکورٹی والے اور خدّام کسی سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے تھے جس سے حضرت کی ذات کو بھی ٹھیس لگ رہی تھی۔ اگرچہ اِن تمام روّیوں سے حضرت بالکل بے خبر تھے۔ ہم نے بھی ملاقات کے لیے وقت مانگا۔

الغرض وہاں ہم تقریباً ۲ گھنٹے دروازہ کے باہر ملاقات کے لیے منتظر رہے۔ اور کئی بار مفتی جمیل صاحب سے بھی کہا کہ آپ کا ادارہ ہے آپ کے ہاں حضرت آپ کے مہمان

Scanned with CamScanner

ہیں۔ ہمیں چند لمحات کی ملاقات کروا دیں۔ وہ فرمانے لگے کہ حضرت کی "سیکورٹی" والے بڑے سخت ہیں۔ آج میں بھی بے بس ہوں۔ اور واقعی وہ قدرے بے بس بھی نظر آ رہے تھے اور ہم بھی حیران و پریشان تھے کہ ٹھیک ہے تحفظ و عزت افزائی کے پیش نظر حفاظتی اقدام کرنا مہمانانِ گرامی کے لیے از حد ضروری ہے مگر سیکورٹی کی آڑ میں آنے والے اور ملاقات کا شوق و ذوق اور مسائل پر تبادلہ خیال کرنے والے علما و مشائخ عظام اور محبانِ اعلیٰ حضرت کے ساتھ اس قدر بے مروّتی العیاذ باللہ العظیم۔

"انتظار پُر وقار" کہ جس میں پانی تک اور بیٹھنے تک کسی بھی نہیں "فرمایا" جب کہ اس پروگرام میں "دامے، درمے، سخنے، قدمے" معقول تعاونِ خیر سلسلہ عالیہ محمدیہ سیفیہ کے خلفائے کرام شیخوپورہ والوں کا بھی تھا۔ خیر خدا خدا کر کے ہم نے ملاقات کا موقع حاصل کر ہی لیا۔ وہ بھی صرف پانچ منٹ کا۔ جب کمرہ میں ملاقات کے لیے گئے۔ دعا و سلام، خیر و عافیت کے بعد فقیر نے حسب وعدہ حضرت توصیفِ ملّت کو لاہور آستانہ عالیہ راوی ریان شریف کے پروگرام کی دعوت یاد دلائی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں بالکل سب سے پہلی دعوت آپ کی تھی اور مجھے قبول ہے میں جاؤں گا۔

اس وقت دوران اِس عاجز نے محمد اشفاق صاحب گوجروی کے روّیے کی روداد بھی سنائی اور بتایا کہ سلسلہ عالیہ کے ساتھ بغض و عناد محض غلط فہمیوں کی بنا پر یہ آپ کو وہاں جانے سے روک رہے ہیں۔ جس پر آپ نے اُن تمام "خدامِ خاص" اور "سیکورٹی" والوں سے پوچھا تو انھوں نے کئی طرح کے اعتراضات کیئے۔ جس کے فقیر نے اور حضرت علامہ غلام مرتضی صاحب نے مسکت و مدلل جواب دیے جس پر حضرت کے ساتھ تشریف لاتے ہوئے خادمِ خاص مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی کلیم رضا صاحب نے فرمایا کہ اس قدر صاف گوئی اور صفائی کے بعد ہمیں جانا چاہیے اور جا کر خود مشاہدہ کرنا چاہیے۔ اس سے قبل حضرت قبلہ کلیم رضا صاحب سے فقیر کا تفصیلی رابطہ نہ تھا۔ فقط حضرت توصیفِ ملت سے بھی تھا۔ مگر شیخوپورہ کی قدرے مناظرانہ گفتگو میں انھوں نے حق ہماری طرف دیکھ کر حق کا ساتھ دیا اور حضرت توصیف ملت کو آستانہ عالیہ جانے پر مزید اصرار کیا۔ اگر چہ آپ پہلے سے بھی مکمل وثوق سے تیار تھے۔ صرف رکاوٹیں ڈالنے والے "خدام و سیکورٹی" کے ہاتھوں پریشان تھے۔ واقعی

حضرت مفتی کلیم رضا صاحب ایک بالغ نظر اور قوتِ فیصلہ اور معاملہ فہم، حلیم الطبع اور دیگر اوصافِ حمیدہ کے مالک فرد ہیں۔ کاش اُن سے پہلے رابطہ ہوتا۔

الغرض وہاں ۵ منٹ کی ملاقات تقریباً ۳ گھنٹے کی مناظرانہ گفتگو میں بدل گئی جس سیدنا و مرشدنا "قیوم زمان" مجدد دوراں پیر کامل و اکمل حضرت فقیر اخند زادہ سیف الرحمن پیر ارچی مبارک صاحب مجاز ہر چہار سلاسل رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کی کتاب "ہدایت السالکین" و دیگر تمام اختلافی بوجہ غلط فہمی امور پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اور اِسی دوران "ماہنامہ السیف الصارم" جو کہ سلسلہ عالیہ کا ترجمان ہے۔ وہیں سرھانے سے مل گیا۔ کہ جس میں اعلیٰ حضرت کا مضمون "ندائے یا رسول اللہ" شائع تھا اور اندرونی ٹائیٹل پر جملہ مشائخ کبار کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی "ممیزیانِ نظر" کے عنوان سے لکھا ہوا۔ مشاہدہ کیا گیا تو حضرت توصیفِ ملّت صاحب نے برملا فرمایا کہ جب یہ سیفی حضرات اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی سے اسقدر عقیدت و احترام رکھتے ہیں اگر بریلوی نہیں بھی کہلواتے تو کیا سُنّی نہیں ہیں۔

اِس پر خلیفہ محمد یوسف محمدی سیفی (سابقہ دیو بندی) نے کہا کہ جب میں دیو بندی تھا تو کسی عالمِ دین نے مجھے تبلیغ نہیں کی تھی۔ اور آج جب میں پیر و مرشد سرکار میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ کی نظرِ کرم سے سیفی ہو کر سُنی حنفی ہوں اور اعلیٰ حضرت کا محبّ ہوں تو سب مجھے اِن سے دور کرنے کے لیے قائل کرتے رہے۔ اِس پر بھی حضرت بہت متاثر ہوئے۔ بالآخر اِس پر بھی "خدام و سیکورٹی" والے حضرت کا ٹائم ہونے نہیں دے رہے اور خواہ مخواہ کے عذر لنگ پیش کر رہے تھے۔ تو فقیر نے اپنا وہ SMS یاد دلایا جو محمد اشفاق صاحب گوجروی کو بھیج کر بطورِ تمام حجت حضرت توصیفِ ملّت کو بھی Send کیا گیا تھا۔ اور ان کے پاس محفوظ بھی تھا۔ وہ یہ "کہ اگر اِس فقیر سید زادے کی دعوت قبول نہ کی گئی اور ہمارے ہاں تشریف نہ لائے تو بروزِ محشر بارگاہِ رسالت مآب، مولا علی المرتضیٰ، حضور غوث الوریٰ اور اعلیٰ حضرت میں شکایت کروں گا اور مولیٰ عزوجل کے حضور سب سے پہلے محمد اشفاق صاحب کا اور پھر حضرت توصیفِ ملّت کا اپنی حق تلفی کا گلہ کروں گا" والسلام

اِس پر بھی بہت لے دے ہوئی مگر آخر کار حضرت توصیفِ ملّت نے اپنے جدّ اعلیٰ

Scanned with CamScanner

فاضل بریلوی کی روح پر فتوح کو خوش رکھتے ہوئے آلِ رسول سے محبت کا دم بھرتے ہوئے اگلے دن نمازِ جمعہ منڈی وار برٹن پڑھانے کے بعد لاہور جاتے ہوئے نمازِ عصر و مغرب کے درمیان دعائے خیر سے نوازنے کے لیے چائے کی دعوت قبول فرمالی اور اسی پر سب کی آمین ہوگئی (اگرچہ پروگرام جلسہ کا تھا پہلی دعوت میں)

الغرض یہ فقیر اپنے احباب کے ہمراہ حضرت کا اور جملہ احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جمعۃ المبارک کی صبح تو ہو ہی چکی تھی۔ فوراً آستانہ عالیہ راوی ریان اطلاع کی گئی کہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت بصد کمال شفقت و محبت قدم رنجہ فرمائیں گے۔ مختصر سے وقت میں تمام اطراف و اکناف میں بذریعہ فون و میسج اطلاع کر دی گئی کہ اعلیٰ حضرت کے پڑپوتے کی زیارت اور ملاقات سے شرف حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق آستانہ عالیہ تشریف لائیں۔ چنانچہ سلسلۂ عالیہ کے علمائے کرام قرب و جوار اور دور دراز والے بھی جمعہ پڑھا کر یا اپنی جگہ انتظام کر کے آستانہ عالیہ پر پہنچ گئے اور خلفائے کرام اور سالکین کی ایک کثیر تعداد (بلا مبالغہ تقریباً دو سے ڈھائی ہزار افراد) میں جمع ہوگئے عظیم الشان استقبال کی تیاریاں ہوئیں۔ حضرت کی آستانہ عالیہ آمد پر دیدۂ و دل فرش راہ" کرتے ہیں۔ "چشم ما روشن دل ما شاد" اھلاً و سھلاً مرحبا "جی آیاں نوں" ست بسم اللہ" کے جذبات محبت درج تھے اور اعلیٰ حضرت کو بھی خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے داد و تحسین سے بھرپور کلمات و جذبات والے بینرز اعلیٰ حضرت کے کلام پُر فیضان و انعام کے اشعار والے بینرز اور کتبے تیار کر کے مسجد کے ہال، پنڈال اور المبارک ہال اور پورے آستانے کے در و دیوار کو سجایا گیا۔ اور امامِ احمد رضا تاجدارِ بریلی کے خانوادے کی آمد پر ایک "جشن" کا سماں تھا اور ہر سالک امامِ اہلسنت کے خانوادے کے دیدار و ملاقات کے لیے بے تاب بے قرار تھا کہ جس نے عشقِ رسول کی شمع جلائی اور عقائدِ اہلسنت کا تحفظ کیا۔

اور حضور پیر و مرشد سرکار مبارک صاحب مدظلہ العالی تمام سالکین سمیت بعد از نماز جمعہ منتظر تھے اور استقبال کے لیے تیار تھے اور مقامی علمائے کرام کی بھی اکثریت موجود تھی۔ مگر آگے آگے سنیے ہوا ہے کہا.... قارئین کرام خدام و سیکورٹی والوں نے کیا کیا.... چنانچہ فقیر نے شیخوپورہ کے خلفائے کرام کی ڈیوٹی لگا دی کہ آپ نے جمعۃ المبارک حضرت توصیفِ ملت کی

اقتداء میں ادا کرنا ہے اور عزت و احترام کے ساتھ لے کر آنا ہے۔ اور حضرت علامہ غلام مرتضیٰ حیات بھی فیصل آباد جمعہ پڑھا کر شیخوپورہ راستے میں مل گئے تھے۔

جب یہ خلفائے کرام منڈی وار برٹن کی جامع مسجد جہاں حضرت توصیفِ ملت کا خطاب و خطبہ جمعہ تھا وہاں پہنچے تو سیکورٹی والوں نے کہا کہ ہم حضرت کو وہاں نہیں جانے دیں گے۔ خیر انھوں نے فقیر سے رابطہ کیا عاجز نے کہا کہ آپ نماز جمعہ ادھر ہی ادا کریں اور حضرت سے خود ملیں۔ جب وہ حضرت سے ملے تو وہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ مگر ..... مگر.... وفاداروں نے جان بوجھ کر تاخیر کرنا شروع کر دی تا کہ عصر ادھر ہی ہو جائے۔ خیر وہاں سے چلے تو ہمیں اطلاع دی گئی تو ہم نے استقبالیہ قافلہ تقریباً ۷۵ موٹر سائیکل سوار مع جھنڈے موٹروے کالاشاہ کاکو ٹول پلازہ پر روانہ کر دیا۔ حضرت کا قافلہ جب موٹروے پر نمازِ عصر ادا کرنے کے لیے رکا تو مجھے احباب نے بتایا پہلے جناب کلیم رضا صاحب ہمارے ساتھ تھے۔ اب خدام حضرت کو زبردستی اپنی گاڑی میں بٹھا کر چل پڑے ہیں اور لگتا ہے کہ خدام ان کو آستانہ راوی ریان شریف نہیں لائیں گے۔ مگر جب میں نے حضرت توصیفِ ملت سے رابطہ کیا کہ حضور آپ تشریف لا رہے ہیں نا۔ ہم منتظر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے احباب ہمارے ساتھ ہیں ہم آپ کے ہاں ہی آ رہے ہیں۔ مگر جب گاڑی کالاشاہ کاکو سے راوی ریان شریف کی طرف نہ مڑی تو احباب نے فون پر بتایا کہ "خدام" حضرت کو لاہور کی طرف لے گئے ہیں۔ میں نے پھر فون کیا۔ حضرت نے بتایا کہ مجھے نہیں معلوم یہ کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے تو آپ کے ہاں جانے کا بولا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ اور میرے ساتھ بھی ایسا برتاؤ میری سمجھ سے باہر ہے اور ساتھ ہی فون ڈرائیور کو دیا کہ اس سے بات کریں کہ کیا معاملہ ہے۔ ڈرائیور سے بات ہوئی تو کہنے لگا کہ ہم پہلے سے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔ ہمدرد ہال لاہور حضرت کا خطاب ہے۔ اور انتظامیہ ہمیں بھی "خدام" کو بوجہ تاخیر کوس رہی ہے۔

واضح ہو کہ یہ پروگرام رات نو بجے شروع ہوا۔

بہرحال "خدام" لوگ حضرت کو لے کر لاہور چل دیے اور ہمارا استقبالیہ قافلہ محروم واپس لوٹا اور وہ لوگ جو دن ۱۱ بجے سے تیاریاں اور انتظاریاں کر رہے تھے۔ "خدام" کی

مہربانی سے حضرت کے دیدار و ملاقات سے محروم رہے اور ایک غلط تاثر کہ ''وعدہ خلافی اور ناانصافی'' کا پیدا ہوا۔ جس میں حضرت توصیف ملت کا کوئی حصہ نہیں بلکہ یہ ''خدام'' تھے جو ایسی اعلیٰ ''خدمات'' سرانجام دے رہے تھے۔ شاید ایسے ہی مواقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ ''بیوقوف دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔''

حضرت توصیف ملت کا قافلہ جب زبردستی لاہور کی طرف بڑھایا گیا تو فقیر سے احباب نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے تو فقیر نے پیر و مرشد کی اجازت سے عرض کی کہ آپ لوگ ہمدرد ہال لاہور چلے جائیں ہم بھی آ رہے ہیں اور حضرت سے بات کرتے ہیں۔ ادھر تمام سالک مایوس ہو گئے اور دن بھر کے انتظار و انتظامات کر کر کے تھک چکے تھے۔ نمازِ مغرب کا وقت ہوا نماز کے بعد فقیر نے اجتماع سالکین اور علما و خلفائے کرام کا اتنے مختصر وقت میں دعوت دینے پر تشریف لانے کا اور جملہ انتظامات کرنے کا شکریہ ادا کیا اور حضرت توصیف ملت کے نہ آ سکنے کی وجوہات بتائیں اور ساتھ ہی بتایا کہ ہم لاہور ہمدرد ہال جا کر حضرت سے عرض کرتے ہیں امید ہے کہ وہ ضرور تشریف لائیں گے۔ جو احباب انتظار کر سکتے ہیں وہ رک جائیں اور جنھیں جلدی یا مجبوری ہو وہ جا سکتے ہیں۔ اس طرح تقریباً آدھا اجتماع باہر مجبوری چلا گیا۔ اور یاد آیا کہ آستانہ عالیہ روای ریان شریف پر حضرت توصیفِ ملت دیدار و ملاقات کے لیے صحافی اہلسنت جناب ملک محبوب رسول قادری بھی تشریف فرما تھے۔ وہ بھی ہمارے ہمنوا ہوئے اور ہمارا ساتھ دیا کہ چلو ہمدرد ہال سے جا کر حضرت کو لاتے ہیں۔

چنانچہ یہ فقیر راوی ریان شریف کے قافلے اور شیخوپورہ والے قافلے سمیت ہمدرد ہال کے استقبالیہ میں کھڑے ہو گئے کہ توصیفِ ملت کا استقبال کریں گے۔ اور عرض گزار بھی ہوں گے آخری بار..... پھر میدانِ حشر میں ہی.....

اچھا مجھے ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا یہ ہمدرد ہال والا پروگرام کون کروا رہا ہے۔ جب توصیف ملت ہمدرد ہال جلوہ افروز ہوئے تو اُن کے ہمراہ صاحبزادہ والا شان محترم مکرم جناب عثمان رضوی صاحب مالک دارالعلم کتب خانہ بھی ہیں۔ اسٹیج پر پہنچے۔ ہال میں داخل ہوتے ہی حضرت نے مجھے دیکھ کر حسبِ وعدہ نہ آ سکنے پر رنج کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ رکیے اس پرگروام کے بعد آپ کے ساتھ جانا ہے۔ اور حضرت مفتی محمد کلیم رضا قادری مدظلہ

گرج دار آواز میں طائفہ باطلہ ضالہ مضلہ کو للکار رہے تھے اور اہلسنت و جماعت کو خبردار و ہشیار کر رہے تھے۔ اِسی دوران صاحبزادہ صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ پروگرام وہی اور حاجی محمد یونس صاحب کروا رہے ہیں اور ایک دن کے قلیل وقت میں اتنے بڑے اور اتنے عظیم الشان پروگرام کا انعقاد یقیناً قابلِ داد و ستائش ہے۔ معذرت! یہاں ''خدام'' نے ایک ہی دن میں ٹائم دے دیا۔ اور مجھے ایک ماہ سے ....

ع ہے یہ سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

اس فقیر سے اُن کے مراسم کتب کی خریداری اور مذہبی مسلکی اور سادات کی محبت میں قائم تھے۔ اس عاجز نے مختصراً اپنی تمام سابقہ روئیداد سنائی اور تعاون کا عرض کیا۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اِس پروگرام کے بعد یہیں سے سیدھا آپ کے ہاں چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ پھر مشکل ہے کہ ہمارے ہاں رات کا کھانا اور بعدازاں شاد باغ کا پروگرام ہے۔ فقیر یہ راہ ہموار کرتا رہا اور دوسری طرف صحافی اہلسنت حق گو جناب ملک محبوب رسول قادری صاحب اور الحاج صوفی غلام مرتضیٰ محمدی سیفی نے اسٹیج پر جناب توصیف ملت کے ساتھ گفت و شنید اور تبادلۂ خیال کیا اور اپنی کتب و رسائل حضرت کو پیش کیے۔ اور ساتھ ساتھ بانی سلسلہ عالیہ سیفیہ حضرت سیدنا مجدد دوراں قیومِ زماں اخند زادہ سیف الرحمن پیر ارچی مبارک علیہ الرحمۃ کی سیرت و سوانح افکار و نظریات، معمولات و ملفوظات اور ان کے بارے میں نامی گرامی، مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام اہلسنت و جماعت کی تائید و آراء کا چیدہ چیدہ مطالعہ کرواتے رہے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے والوں کی طرف سے پیدا شدہ فضائے مکدّر کو صاف کرتے رہے۔ یہ اُن کا بانیٔ سلسلہ اور سرکار پیر و مرشد کے ساتھ قلبی اخلاص بعد از مشاہدہ و مباحثہ ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔

محترم جناب مجاہد ملت حضرت مفتی کلیم رضا قادری صاحب نے وہاں اسٹیج پر ہی کئی کتب کے صفحات پڑھ ڈالے اور تبصرہ کرتے رہے اور حضرت توصیف ملت کو غلط فہمیاں پیدا کرنے والوں کی طرف سے پیدا شدہ ہیجان کو دور کیا۔ اور کہا کہ ہمیں ضرور جا کر خود دیکھنا چاہیے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے جس پر حضرت توصیفِ ملت نے قلبی اطمینان کا اظہار کیا۔ اور پروگرام کے بعد ہمارے ساتھ جانے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔ پروگرام ختم ہوا تو

Scanned with CamScanner

فقیر نے فوراً ڈرائیور سرکار مبارک جناب معراج دین صاحب جو کہ حضرت توصیفِ ملت کے لیے سرکار پیر و مرشد کی گاڑی لائے تھے گاڑی کو دروازے کے پاس لانے کو کہا گاڑی دروازے کے پاس آ گئی دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرت ہال سے باہر آئے ہماری گاڑی میں تشریف فرما ہونے لگے۔ حضرت کو سرکار کی بھیجی ہوئی گاڑی میں نہ بیٹھنے دیا بلکہ "خدام" نے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا اور جناب مفتی کلیم رضا صاحب ہمارے ساتھ سوار ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب اور حاجی محمد یونس صاحب آرگنائزر کانفرس ہمدرد ہال بھی ہمارے ساتھ ساتھ اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے۔

قافلہ حضرت کے امر و ارشاد کے مطابق آستانہ عالیہ راوی ریان شریف کی طرف چلا اور اِس فقیر نے راوی ریان شریف اطلاع کر دی کہ حضرت نبیرۂ اعلیٰ حضرت کی جلوہ گری ہونے والی ہے۔ چنانچہ فوراً ہی حسبِ سابق کمانڈر شفیق صاحب محمدی سیفی تقریباً ۶۰ موٹر سائیکل سوار اور ۳ کاریں لے کر جھنڈوں اور بینروں کے ساتھ موٹروے کالا شاہ کاکو ٹول پلازہ کے پاس مہمانانِ گرامی کا استقبال کرنے پہنچ گئے۔

اب وہ گھڑی آ گئی جس کے لیئے میں نے اتنے پاپڑ بیلے اور اتنے مراحل جھیلے اور میرے رفقائے کار نے بھی جن کا ذکر اجمالاً کیا گیا ہے۔ قافلۂ نبیرۂ اعلیٰ حضرت اور مہمانانِ گرامی رواں دواں ہے۔ لیجیے جی.... قافلہ موٹروے سے اترا ٹول پلازہ کراس ہوا۔ تو محبانِ اعلیٰ حضرت کا نورانی قافلہ سفید لباس سفید عمامے اور ہاتھوں میں سفید جھنڈے جن پر سبز سبز گنبدِ انور تھا ئے دیدہ و دل فرشِ راہ کیے منتظر تھے۔ جو کہ عصر کے وقت نامراد لوٹ چکے تھے۔ مگر اب مراد بر آئی تو نبیرہ اعلیٰ حضرت کی گاڑی کو دیکھتے ہی فضا نعرۂ تکبیر و رسالت، اللہ ھو اللہ ھو سے گونج اٹھی اور یوں یہ قافلہ اپنے مہمانانِ ذیشان کو لے کر اللہ ھو اللہ ھو کا ذکر کرتا ہوا آستانہ عالیہ راوی ریان شریف کی طرف رواں دواں ہوا۔ راستے میں جدھر، جدھر سے قافلہ گزر رہا تھا فضا اللہ کے ذکر سے گونج رہی تھی اور راہگیر و مسافر رک رک کر دیکھ رہے تھے اور سوالیہ نظروں سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کون سی محترم ہستی ہے کہ جس کا یہ پروٹوکول جو کسی وزیر کا امیر کا نہیں ہو سکتا اور واقعی نہیں ہو سکتا یہ صرف اور صرف ___ زلفِ سرکار کے اسیر کا ہو سکتا ہے کیونکہ نبی کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے۔ اور خود بھی تاج الشریعہ حیران ہوں گے کہ

حضرت توصیفِ ملت حلقۂ سیفیہ سے مخاطب ہیں جبکہ صوفی غلام مرتضیٰ سیفی، علامہ محمد عثمان رضوی، علامہ سعیدی اور دیگر علماء نمایاں ہیں

حلقۂ محمدیہ سیفیہ کے سربراہ حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی، پیر آف بریلی شریف کو آستانہ عالیہ راوی ریان شریف میں خوش آمدید کہہ رہے ہیں

علامہ محمد عثمان رضوی کے اہتمام سے 'یوم رضا' کے جلسہ منعقدہ ہمدرد سنٹر میں حضرت توصیف ملت پیر توصیف رضا بریلوی خطاب فرما رہے ہیں

پیر طریقت حضرت میاں محمد حنفی سیفی اور حضرت توصیف ملت باہم محو گفتگو ہیں دیگر مشائخ سیفیہ بھی موجود ہیں

ہمدرد سنٹر لاہور میں حضرت توصیف ملت کے ہمراہ اسٹیج پر محمد عثمان رضوی، پیر سید انعام الحسنین کاظمی پیر سید عبدالقادر شاہ اور دیگر علماء و مشائخ تشریف فرما ہیں

ہمدرد سنٹر لاہور میں حضرت توصیف ملت کے ہمراہ اسٹیج پر ملک محبوب الرسول قادری صاحبزادہ سید انعام الحسنین شاہ کاظمی پیر سید عبدالقادر شاہ ترمذی بیٹھے ہیں

رات کے تقریباً ۱۱ بجے اور اتنا عظیم الشان فقید المثال والہانہ استقبال شاید ہی دورۂ پاکستان کے دوران کہیں ہوا ہو۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشآء۔ اور اس کی گواہی تو ساتھ آنے والے ایک "خادم" نے بھی دی۔ کہنے لگا۔ واقعی استقبال اس کو کہتے ہیں اور سیفیو! تسان نے میلہ لٹ لیا اے" اور کیا خوب کہا ہے کہ کسی نے کہ "الفضل شهدت به الاعداء" فضیلت وہی ہوتی ہے جس کا اظہار و اقرار دشمن وغیر بھی کریں۔ البتہ اس "خادم" نے اپنا نظریہ و لہجہ استقبال ہی دیکھ کر تبدیل کر لیا تھا۔ یہ لیجیے قافلہ جی۔ ٹی روڈ سے آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ مرشد آباد شریف کی سڑک کی طرف مڑا... جہاں اسی سنت نبوی کے رنگ میں رنگے ہوئے علمائے کرام اور خلفائے عظام دو رویہ قطار بنا کر اور ان سے قبل جامعہ محمدیہ سیفیہ کے طلبہ قطار در قطار ہاتھوں پھول کی چیاں لیے مہمانانِ ذی وقار کے دیدار و خوش آمدید کے چشم ماروشن دل ما شاد کا منظر پیش کر رہے تھے۔ جوں ہی قافلہ آستانہ عالیہ کے صدر دروازہ کے سامنے پہنچا تو گاڑی پر پھول نچھاور کیے گئے فضا نعرۂ تکبیر و رسالت اللہ ہو اللہ ہو سے گونج اٹھی اور عشق و محبت اعلیٰ حضرت کے فلک شگاف نعرے اور رات کا سناٹا فضا میں عجیب سماں تھا۔ سبحان اللہ! مہمانِ مکرم حضرت توصیف ملت کی گاڑی صدر دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ واضح ہو کہ اُس وقت مہمان مکرم کی آمد اور استقبالیہ منظر کی بطور یادگار ویڈیو بنائی جا رہی تھی کہ ایک "خادم" نے پھر "خدمت" کی کہ حضرت نے ویڈیو بنانے سے منع کیا ہے اور آپ سے معاہدہ ہوا تھا کہ ویڈیو نہیں بنائیں گے حالانکہ ایسی کوئی بات بالکل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت بھی گاڑی کے اندر پریشان ہو گئے اور فرمایا کہ یہ شخص کون ہے۔ اسے میں آج دیکھ رہا ہوں اور یہ کیا فتنہ کر رہا ہے۔

خیر صدر دروازہ کے سامنے جہاں مرشد ذی وقار شیخ العلماء، مخدوم اہلسنت، قدر دانِ علما بنفسِ نفیس ہار لیے، گلدستہ لیے علمائے کرام سلسلہ عالیہ و خلفائے کرام کے ہمراہ اھلا و سھلا مرحبا کہنے کے لیے قیام فرما تھے۔

جوں ہی مہمان محترم حضرت توصیف نبیرۂ اعلیٰ حضرت کی گاڑی آستانہ عالیہ کے پنڈال میں آ کر رکی تو حضرت باہر تشریف لائے تو پیر و مرشد نے بڑھ کر خیر مقدم کیا۔ دونوں مہمانوں کو ہار پہنچائے دست بوسی کی۔ اور اللہ ھو اللہ ھو کی پُر وجد و کیف صداؤں میں قافلہ

Scanned with CamScanner

جامع مسجد انوار مدینہ کے ہال میں داخل ہوا جہاں جامعہ محمدیہ سیفیہ کے طلبا یہ استقبالیہ ترانہ پڑھ کر مہمانانِ ذی وقار کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

اھلاً و سھلاً مرحبا　اھلاً و سھلاً مرحبا　چشم ماروشن دل ماشاد
ست بسم اللہ جی آیاں نوں　ست بسم اللہ جی آیاں نوں
اَج اللہ نے کِنا کرم کمایا　ویکھو تاج الشریعہ آیا
اعلیٰ حضرت زندہ باد اعلیٰ حضرت زندہ باد　تاج السنہ زندہ باد، تاج الشریعہ زندہ باد
عشق و محبت عشق و محبت　اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت..... الخ

جس سے ایک عجیب پُر لطف منظر تھا اور ہر ایک شخص اُس اعلیٰ حضرت امام اہلسنت عاشقِ ماہِ رسالت محافظ ناموسِ رسالت و آل و اصحابِ مبارک و عقائدِ اہلسنت علامہ مولانا حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی قدس السرہ کے جن کا کلام سُنیوں کی جان ہے اور اس آستانے پر صبح شام بلکہ ہر گام پڑھا اور سنا، سنایا جاتا ہے۔ کی ایک جھلک دیکھنے اور نورانی کلمات سننے اور ملاقات کے لیے بے تاب تھے۔

بالآخر استقبالیہ ہجوم میں سے ہوتے ہوئے حضرت توصیف ملت اسٹیج پر جلوہ فگن ہوئے تو مسجد ہال ماشاء اللہ سبحان اللہ سے گونج اٹھا۔ مسجد میں اُس وقت بھی ۱۵۰۰ کے قریب افراد موجود تھے جو کہ دن ۱۱ بجے کے آئے ہوئے منتظر تھے اور کئی احباب بامر مجبوری جا چکے تھے۔ اور جو چیدہ چیدہ علمائے کرام موجود تھے ان میں سے سٹیج پر حضرت توصیفِ ملت کے ساتھ آنے والے علمائے کرام اور "خدّام" کے علاوہ سلسلہ عالیہ سیفیہ کے جید اور نامور علمائے کرام، قرآء، حفاظ اور خلفائے کرام جلوہ گر تھے۔ جن میں سر فہرست حضرت صاحبزادہ والا شان حاجی نجیب اللہ سیفی فرزند حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ بانی سلسلہ عالیہ سیفیہ جو حضرت سے اور حضرت اُن سے بڑے پرتپاک انداز سے ملے اور حضرت علاّمہ مولانا مفتی محمد اقبال محمدی سیفی شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا صاحب جو کہ حضرت توصیف ملت کے استاد محترم حضرت سید افضل حسین شاہ صاحب بحرالعلوم کے داماد تھے۔ تو حضرت توصیف ملت ان کو کھڑے ہو کر اور بڑی عقیدت و احترام سے ملے اور یہ بھی بہت خندہ پیشانی اور عقیدت سے ملے۔ ان کے علاوہ استاذ العلماء مفتی اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی، علامہ شاہ رحمٰن سعیدی

محمدی سیفی، حضرت علامہ سید محمد علی شاہ صاحب محمدیدی سیفی، حضرت علامہ مولانا سید سرور شاہ صاحب محمدی سیفی، حضرت علامہ عبدالخالق صاحب محمدی سیفی، حضرت علامہ مولانا محمد رمضان گلز سیفی اور حضرت مولانا غلام یاسین محمدی سیفی، وغیرھم تشریف فرما تھے۔

حضرت توصیف ملت نے تشریف فرما ہوتے ہی مجھے قریب بلا کر فرمایا کہ "شاہ صاحب مجھے سب سے پہلے یہاں آنا چاہیے تھا" سبحان اللہ۔

چونکہ کوئی جلسہ یا باقاعدہ خطاب کا پروگرام تو ہمیں دیا گیا ہی نہیں تھا۔ اگرچہ فقیر کا ارادہ یہی تھا کہ تصوف و روحانیت کانفرنس" ہوتی اور "روح و روحانیت" والا بیان یہاں مفصل ہوتا۔ مگر..... مذکورہ بالا صورت حال کے پیشِ نظر صرف دعا و برکت کے لیے آپ کو قدم رنجہ فرما ہونے کی التجا کی تھی۔ یہ بھی غنیمت پر عزیمت تھی للہٰذا فقیر نے حضرت توصیف ملت کا تعارف کروایا اور آپ کے قدم رنجہ فرما ہونے پر آپ کا اپنی طرف سے اور حضور پیر و مرشد سرکار مبارک مدظلہ العالی کی طرف سے شکریہ و سپاسِ عقیدت پیش کیا اور آپ ہی کا ایک حوالہ کہ ذات کو نہ دیکھو ذات میں دیکھو۔ دے کر کہا کہ آج ہم نبیرہ اعلیٰ حضرت کو نہیں بلکہ نبیرہ اعلیٰ حضرت توصیف ملت میں دیکھ رہے ہیں اور ہمیں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی ہی کی ذات کی جھلک نظر آرہی ہے جس سے ہال نعروں سے گونج اٹھا۔

بعدازاں حضرت پیر سید افضال حسین شاہ صاحب محمدی سیفی نے بھی مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کیا اور اعلیٰ حضرت کا جو مسلمانانِ پاک و ہند پر احسان ہے۔ اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہماری نسلوں پر بھی اعلیٰ حضرت کا احسان ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو نہیں مانتے وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔

اور یہ بات ہمارے دادا پیر و مرشد اخند زادہ پیر سیف الرحمٰن پیر ارچی مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اُس فرمان حسن ترجمان سے بھی ظاہر تھی جو کہ سامنے لگے ہوئے بینر پر تحریر تھا وہ یہ تھا "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی قدس سرہ کے متعلق حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن پیر ارچی مبارک کا فرمان میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کو اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ اس خطے میں نہ ہوتے تو یہ خطہ وہابیت سے بھر جاتا۔" اور یہ بینر حضرت توصیف ملت بار بار پڑھ رہے تھے اور احباب کو بتا رہے تھے اور مجھے فرمایا کہ اِس کی ویڈیو بناؤ اور مجھے بھی

Scanned with CamScanner

دینا اور اِس سارے پروگرام کی ویڈیو بناؤ اور مجھ بھی دینا۔

اس کے بعد حضرت کے ساتھ تشریف لاتے ہوئے مہمانِ مکرم مجاہدِ ملت حضرت مفتی کلیم رضا خان رضوی آف ممبئی کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ آپ ڈائس پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ جو بات نرمی سے حل ہو سکتی ہے وہ سختی سے حل نہیں ہوتی بلکہ اور بگڑتی ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا ایک واقعہ سنایا جو کہ بعد میں تفصیلاً لکھا جائے گا۔ سی۔ڈی بھی موجود ہے اور آپس میں جو غلط فہمیاں ہیں انھیں دور کر کے متحد ہو کر دین و مسلک کا کام کرنا چاہیے۔ بہت مختصر مگر جامع گفتگو کے بعد ______

سیدنا و مرشدنا حضور سرکار میاں محمد حنفی سیفی زید مجدہٗ نے اپنی سادہ زبان میں گریہ کناں ہوتے ہوئے مہمانِ مکرم کی آمد اور وعدہ وفائی کا شکریہ ادا کیا اور اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا کہ ہم تو ان کا احسان و شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اور ہم تو بچپن ہی سے ان کے شیدائی ہیں اور میرے پہلے پیر و مرشد بھی مولانا سردار احمد صاحب محدثِ پاکستان کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ ہمیں تو سنیت و رضویت گھٹی میں ملی ہے اور فرمایا کہ ہم نبیرۂ اعلیٰ حضرت کے شایانِ شان پروگرام و خدمت نہ کر سکے جس پر ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہمیں وقت ہی نہیں دیا گیا اور خواہ مخواہ مخالفت برائے مخالفت کرنے والوں نے ہمیں دور کر کے دین و مسلک کا نقصان کیا ہے۔ یہ ساری گفتگو حضرت توصیفِ ملت محو ہو کر سن رہے تھے اور آبدیدہ ہو رہے تھے۔ حاضرین نے پوچھا کہ حضرت آپ کو پنجابی سرائیکی سمجھ آ رہی ہے تو مسکرا کر فرمایا بالکل ٹھیک ہے میں سب سمجھ رہا ہوں اور زبانِ حال سے مرشدِ گرامی کے متعلق یوں گویا تھے۔ کہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے ۔۔۔ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

بعدازاں حضرت سے دعائیہ کلمات کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ گریہ کناں لہجہ میں یوں گویا ہوئے کہ میں یہاں ایک سیّد زادے کی دعوت پر آیا ہوں کہ جس نے مجھے رسول پاک، مولا علی اور غوث پاک کا واسطہ دیا تھا۔ اور جو کچھ مجھے بتایا، سنایا جاتا رہا میں اُس کے بالکل برعکس دیکھ رہا ہوں، مشاہدہ کر رہا ہوں اور جو کچھ حق ہے میں وہی کچھ کہوں گا کہ یہ روشن، چمکتے نورانی چہرے جھوٹوں، بے ادبوں، بدعقیدہ لوگوں کے نہیں ہو سکتے۔ یاد آیا کہ اس

سے قبل فقیر دورانِ سپاس گزاری چند ایسے احباب کو محفل میں سے کھڑا کر کے تعارف کروا چکا تھا جو کہ پہلے اہلحدیث، دیوبندی، شیعہ تھے اور اب وہ پکے سنی حنفی اور بریلوی مسلک کے مؤید و متبع ہیں اور ان کے آگے مرید بھی ہیں۔ اس پر بھی حضرت بہت خوش اور متاثر ہوئے کہ کم فہم سنی لوگوں نے کیا اودھم مچا رکھا ہے کہ یہاں سنیت و رضویت ہی نظر آ رہی ہے۔ اور انھیں اس صف سے خارج کیا جا رہا ہے۔ اس کا اظہار انھوں نے حضرت علامہ قاضی مظفر اقبال رضوی ہزاروی زید مجدہٗ سے دورۂ راوی ریان شریف کے بعد فون پر کیا کہ مجھے تو راوی ریان کے آستانہ پر جیسی پختہ اور مصلب سنیت و رضویت نظر آئی ہے۔ ایسی کہیں اور نظر نہیں آئی۔ الحمدللہ علی ذالک۔ ظہر الحق، بالحق ۔ مع الحق۔ یہاں واضح ہو کہ یہ حضرت علامہ مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی ہزاروی وہ بزرگ عالمِ دین ہیں جو اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے خلیفہ و شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا قاضی غلام جان رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ کے لختِ جگر و نورِ نظر ہیں اور مصلب حنفی رضوی بریلوی عالم اور قائدِ علماء و عوامِ اہلسنت ہیں۔

حضرت توصیف ملت بہت خوبصورت اور تعریفی کلمات ادا فرمائے۔ فرمایا کہ بنیادی عقاید میں اختلاف نہیں ہے تو فروعی مسائل میں افہام و تفہیم سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اور خوابوں کی بنیاد پر کسی کو کافر یا گمراہ کہنا درست نہیں۔ اور مونچھیں منڈوانے سے بھی سنیت سے خارج نہیں ہو جاتا، بطور مثال فرمایا کہ حضرت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ بھی تو مونچھیں منڈواتے تھے۔ کیا وہ سنی نہ تھے...؟ اور بھی بہت سی اصلاحی باتیں ارشاد فرمائیں۔ اور بعدہٗ دعائے خیر و برکت کے ساتھ یہ مختصر سا پروگرام انجام پذیر ہوا۔ اور المبارک ہال کی طرف برائے طعام ماحضر کے لیئے روانہ ہوا۔ پھر اُسی طرح ذکر اللہ ھو کی پُر کیف صدائیں اور محبانِ تاج السنہ کا ہجوم المبارک ہال کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ہال میں پہلے سے ہی سامانِ خورد و نوش خدامِ آستانہ عالیہ نے لگا رکھا تھا۔ حضرت نے اور دیگر مہمانانِ ذی وقار نے محبت و خندہ پیشانی سے قبول فرمایا۔

یہاں واضح ہو کہ آستانہ عالیہ پر حسبِ وعدہ عصر اور مغرب کے درمیان صرف چائے کا پروگرام تھا۔ حسبِ وعدہ جس کا انتظام کیا گیا تھا اور کھانے کا انتظام تقریباً ۱۵۰ علمائے کرام و مہمانانِ گرامی سمیت حضرت صاحبزادہ عثمان رضوی صاحب کے گھر ہمدرد ہال کے

پروگرام کے بعد تھا۔ اس دعوت پر تکلف کی انہوں نے ایک سید زادے کی خاطر قربانی دی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ و رسولہ خیرا فی الدارین اور یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ حضرت توصیف ملت اور دیگر مہمانوں کو آستانہ عالیہ راوی ریان شریف لانے میں حضرت صاحبزادہ عثمان رضوی صاحب نے خصوصی دلچسپی اور قربانی و ایثار کا مظاہرہ اس لیے بھی کیا سیفی حضرات بھی سُنی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے موید و مبلغ ہیں اور یہ رضوی، بریلوی حضرات کے درمیان خلیج و خلاء ہے۔ اسے ختم ہونا چاہیے اور مرکزِ بریلی شریف کے چشم و چراغ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کانوں سے سن کر جو مشاہدہ کریں گے اور جو رائے دیں وہ سب کو قبول ہوگی اور یہ مکدّر فضا منور ہو گی اور سنیت کا کام اعلیٰ طور پر ہوگا۔ بلاشبہ فراخ دل، مسلک کا صحیح درد رکھنے والے اہلِ حق کا یہی شیوہ ہے۔

المبارک ہال میں مختصر سے عشایئے کے بعد سرکار پیر و مرشد نے مہمانانِ ذی وقار کی مزید عزت افزائی فرماتے ہوئے شانِ عالمانہ والا جبہ زیبِ تن کروایا اور جائے نماز، عصاء، عطر اور کتب سلسلہ عالیہ اور ہدیہ خدمت پیش کیا۔ دعائے خیر ہوئی اور الوداعی دعا و سلام ہوا۔ یاد آیا کہ ہال میں جاتے ہی ہال کا انتظام شجرۂ طریقت نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ اور اعلیٰ حضرت کے اشعار والے بینرز دیکھ کر اور جملہ پروگرام مشاہدہ فرمانے کے بعد حضرت توصیف ملت نے فرمایا شاہ صاحب اتنا حق و سچ پر ہونے کے باوجود ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کمیونیکیشن گیپ (رابطہ و تعلقات کا فاصلہ) کیوں....؟ فقیر نے عرض کیا کہ حضور آپ نے خود مشاہدہ فرما ہی لیا ہے کہ ہمیں یہ مختصر سا وقت بھی لینے میں کس قدر مراحل سے دوچار ہونا پڑا۔

خیر بہرحال حضرت توصیف ملت دعائیں دیتے ہوئے اور رابطے کو مزید پختہ کرنے کی ہدایات دیتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ سرکار پیر و مرشد پاک کی ذاتی گاڑی لینڈ کروزر حاضر تھی۔ سرکار مبارک نے خود تشریف رکھنے کی درخواست کی آپ حضرت توصیف ملت اور جناب حضرت کلیم رضا قادری رضوی اور فقیر چند دیگر خدام گاڑی میں سوار ہوئے۔ اور گاڑی میں بھی سرکار توصیف ملت صاحب دعائیں دیتے رہے اور شفقتاً بہت سے کلمات خیر سے نوازتے رہے۔ محبانِ رضا و توصیف ملت کا جم غفیر گاڑی کے آگے وجد و حال میں نعرے لگا لگا کر عشق و محبت، عشق محبت، اعلیٰ حجرت اعلیٰ حضرت نبیرۂ اعلیٰ حضرت، تاج

الشریعہ توصیف ملت

اپنے معزز و مکرم مہمانانِ گرامی کو الوداع کر رہے تھے کہ گاڑی کا چلنا دشوار تھا۔ گاڑی صدر دروازے سے نکلی تب بھی دور تک عاشق وجد و حال میں مچل مچل کر شکریہ و الوداع کہہ رہے تھے اور دور تک گاڑی کے ساتھ دوڑتے رہے۔ آخر کار یہ قافلۂ توصیف ملت عزت و افزائی کے ساتھ جی ٹی روڈ پر آیا اور شاد باغ لاہور کے پروگرام کے لیے روانہ ہوا۔

گاڑی میں توصیفِ ملت کی گفتگو اور تبصرہ

جناب مفتی کلیم رضا صاحب کو مخاطب کر کے فرمانے لگے بڑے عجیب قسم کے یہ لوگ تھے جو ایسے عاشقوں، پکے حنفی سُنی اور محبان، اعلیٰ حضرت کے ہاں آنے سے روک رہے تھے اور طرح طرح کے روڑے اٹکا رہے تھے۔ جناب کلیم رضا صاحب نے فرمایا کہ حضرت اسی لیے میں کہتا تھا اور اصرار کرتا تھا کہ خود جا کر اصل صورتِ حال ملاحظہ کرنی چاہیے۔ سو الحمد للہ ہم خود آئے اور حق واضح ہوگیا۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات تو ختم ہو ہی جائیں گے اور پھر ایک موقع پر فرمایا کہ ضروری نہیں ہے کہ سُنی ہونے کے بریلوی کہلوایا جائے۔ کیونکہ بہت سارے علماء و مشائخ بریلوی نہیں کہلواتے مثلاً کچھوچھہ شریف والے، شاہ احمد نورانی صاحب اور اعلیٰ حضرت کا مرشد خانہ مارہرہ شریف تو کیا سنی نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے محبت کرتے ہوئے ان کے مسلکِ عشق و محبت اور حسام الحرمین کا موید ہو تو کافی ہے۔ واضح ہو کہ ہمارے سلسلہ عالیہ کے تمام علماء و مشائخ عظائم اس بات کے مؤید و مصدّق ہیں۔ اس پر ملک محبوب رسول قادری صاحب نے حضرت پیر ارچی مبارک رضی اللہ عنہ سے تفصیلی انٹرویو بھی کیا ہے۔ جو کہ "انوار رضا" میں موجود ہے۔

جناب مفتی کلیم رضا فرمانے لگے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو افغانستان میں صحیح متعارف کروانے والے ہی دراصل سیفی حضرات ہیں۔ اور اگر ہم یہاں نہ آتے تو ان سنیوں عاشقوں کے ساتھ بڑی زیادتی اور ہمارے درمیان یہ خلا کبھی نہ پُر ہوتا۔

اس دوران فقیر نے پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اگر آپ کو خطاب

کا موقع ملتا اور روح و روحانیت پر خطاب ہوتا تو غوث الورٰی کے پروانوں کا فیض غوث مآب سے مرغ بسمل اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنا پھڑکنا دیکھتے کہ جس فیض سے لوگ شہید ہو جاتے تھے۔ اس پھر آپ نے خوش طبعی کے انداز میں فرمایا کہ شاہ جی آج ہم خود شہید ہو گئے ہیں۔ پتہ نہیں کیا تھا۔ ہاں! یہ وہی فیضانِ رسالت مآب تھا جسے توصیف ملت کی بصارت و بصیرت نے ملاحظہ فرما لیا تھا۔ اور بغیر لومۃ لائم حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق کا اظہار فرما دیا تھا اور کیوں نہ کرتے کہ

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس فقیر نے آپ کے اس قول حق نما سے یہ مراد لی ہے کہ "میں خود شہید ہو گیا ہوں" یعنی سلسلہ عالیہ کی صداقت و حق پر ہونے کا گواہ ہو گیا ہوں۔ الحمد للہ، جزاہم اللہ خیراً جمیلا۔

گفتگو ہو رہی تھی قافلہ رواں دواں تھا۔ اور شاد باغ والے پروگرام میں جانے کے لیے ہمیں صاجزادہ عثمان رضوی صاحب نے گائیڈ کیا اور ہم شاد باغ والے پروگرام میں پہنچ گئے جہاں حضرت توصیف ملت کا خطاب تھا اور انتظار ہو رہی تھی۔ جاتے ہی اسٹیج پر گئے۔ اور آپ کا خطاب فیض یاب ہوا اور سلام و دعا اور ملاقات کے بعد اجازت ہوئی۔

حضرت توصیفِ ملت باہر تشریف لائے اور صاجزادہ عثمان رضوی صاحب کے ہاں جانے کے لیئے رخصت ہوئے جہاں جمعۃ المبارک بعد نماز عشا کا طعام بروز ہفتہ بوقتِ سحر تناول کرنا تھا۔ (بوجہ ایثار و قربانی)

خیر وہاں سے لنگر کر کے باہر نکلے صاجزادہ صاحب نے بادلِ نخواستہ مہمانِ مکرم کو الوداع کہا اور ہم ساتھ ہی جناب شہزاد محمدی سیفی کی رہائش گاہ پر دعا کے لیے چلے گئے۔ جہاں حضرت نے چند لمحات جلوہ گری فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔ جناب خلیفہ شہزاد محمدی سیفی نے کتب اور ہدیہ خدمت مہمانانِ گرامی کی خدمت میں پیش کر کے دعا و برکت حاصل کی اور ہم حضرت کو لے کر ایک عقیدت مند کے ہاں چھوڑنے گئے جہاں نمازِ فجر ادا کی گئی اور ہم حضرت کی بخوشی اجازت سے الوداع ہوئے۔ اور سیدھا آستانہ عالیہ راوی ریان شریف پہنچے جہاں سرکار پیر و مرشد جلوہ فرما تھے اور انتظار فرما رہے تھے کہ حضرت کی خیریت سے منزل

رسیدگی کی اطلاع ملے۔

ہم نے ساری روئیداد سفر و پروگرام سنائی۔ بہت خوش ہوئے اور حضرت کو حق گوئی پر دعائیں دیں۔ محفل برخاست ہوئی تو فقیر نے عرض کیا کہ ہمیں اجازت ہو تو ہم حضرت کی خدمت کے لیے جائیں ان کو ائیر پورٹ چھوڑ کر آئیں آپ نے بخوشی امر فرما اور ساتھ ہی حضرت کے لیے مزید تحائف مٹھائی، کھجوریں عطا کی اور آستانہ عالیہ کی گاڑی بھی دی۔

چنانچہ فقیر اور محمد شفیق کمانڈر، ڈاکٹر محمد شعیب صادق محمدی سیفی اور سید بشارت شاہ ترمذی محمدی سیفی (غالباً) اور ڈرائیور معراج دین حضرت کی قیام گاہ عسکری ولاز نزد ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ تحائف پیش کیے اور خدمت گزاری کے لیے حاضر ہونے کا بتایا۔ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

۲۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو تاج الشریعہ نبیرہ اعلیٰ حضرت اور حضرت مفتی کلیم رضا قادری رضوی مہمانانِ گرامی کے دورۂ پاکستان کا آخر دن تھا۔ آپ کی فلائٹ لاہور تا دہلی دوپہر ۲ بجے تھی جو کہ تاخیر کے باعث شام ۶ بجے کی ہو گئی ہم مکمل رابطے میں تھے۔ اسی دوران حضرت کے اور مفتی کلیم رضا صاحب کے ضروری کوائف و کاغذات جناب ڈاکٹر محمد شعیب صادق محمدی سیفی نے مکمل کر لیے تاکہ ائیر پورٹ پر حضرت کو زحمت و رکاوٹ نہ ہو اور حضرت کے حکم پر شام ۴ بجے ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے اور ساتھ اور احباب و اہل محبت بھی تھے۔

ایئر پورٹ پہنچے تو وہاں پہلے سے ہی اطلاع کرنے پر پروٹوکول کے لیے آستانہ عالیہ روای ریان شریف کے مخلص خادم و خلیفہ محمد ہارون محمدی سیفی علیہ الرحمہ کے صاجزادے صابر ہارون ایئر پورٹ آفیسر اور فقیر کے ایک محبت و مخلص دوست ماجد لطیف بٹ صاحب کے حکم پر CAA کا ملازم موجود تھا۔ جنھوں نے حضرت کا سامان ٹرالی پر رکھا اور ہم نے دل گرفتہ... پرنم آنکھوں... اور الوداع نہ کہہ سکنے کے جذبات میں اس عظیم مہمانِ گرامی نبیرہ اعلیٰ حضرت، توصیف ملت اور ان کے ساتھ مہمانِ کرم جناب کلیم رضا صاحب کو الوداع کہا۔ اللہ حافظ... فی امان اللہ کہا اور ایئر پورٹ کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اور یوں الوداع کیا کہ

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ اپنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

فقیر نے دونوں آفیسرز صاحبان کو تاکید کی یہ انتہائی قابل قدر و عزت مہمان ہیں ان کی ہر ممکن خدمت و تعاون کیا جائے۔ چنانچہ سامان بھی بغیر اضافی کرائے کے کلیر ہوا اور ویزہ خروج، بورڈنگ کارڈ تمام مراحل ان آفیسرز صاحبان نے خود نمٹائے اور مہمانانِ ذی وقار کی خدمت میں جہاز پر سوار ہونے تک رہے اور جہاز پر سوار کروا کر فون پر ہماری بات کروا کر پھر اجازت لی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کا انھیں اجرِ عظیم و سعادتِ دارین عطا فرمائے۔ آمین۔ اور حضرت باعافیت درگاہِ معلّٰی بریلی شریف جلوہ فرما ہوئے۔ تو فقیر نے رابطہ کر کے سفر کی بخیر و عافیت اور منزل پذیر ہونے کی ہر دو صاحبانِ مکرم سے فون پر خبر حاصل کی بحمدہٖ تعالیٰ تمام بخیر و خوبی ہوا۔

اور یوں آستانہ عالیہ راوی ریان شریف کے روحِ رواح، سالار سالکاں لجپال مرشد مبارک نے اپنے لجپال مہمانِ مکرم و محترم کے ساتھ پاکستان میں راوی ریان شریف آستانہ مبارک پر تشریف لانے کے بعد سے لے کر خانقاہ بریلی شریف پر قیام پذیر ہونے تک لجپالی کی اور ساتھ نبھایا ____ اور نبھاتے رہیں گے ____ کیونکہ ہم توڑ ____ والے ہیں ____ موڑ والے نہیں ____

کوئی چھلکے وصلاں دے
توڑ نبھا جاندے بندے چنگی نسلاں دے
شالا ایسے مہمان رحتاں دے نشان
سدا آوندے رہن

اللہ کریم ہمیں حق کا ساتھ دیتے ہوئے دین و مذہب اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترقی و اشاعت عروج و کمال کے لیے مل کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین بجاہ سید المرسلین

نوٹ اس پروگرام کی مکمل CD حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیں۔

۱) مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف فون نمبر، 0321-8401546

۲) مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ مبارک دارالعرفان محمدیہ سیفیہ شاہدرہ ٹاؤن، لاہور۔
فون نمبر 0321-4802737

۳) مکتبہ وکاروان محمدیہ سیفیہ بالمقابل عثمان پلازہ رحمان شہید روڈ گجرات۔
فون نمبر: 0321-6202022

☆......☆......☆

انظہارِ تشکر:

یہ پروگرام اُس وقت بھی نیٹ پر لائیو نشر کیا گیا تھا۔ اور "سیفی یوٹیوب" میں موجود بھی ہے۔

CD بنانے اور نشر کرنے میں جناب خلیفہ عبدالمجید صاحب محمدی سیفی، جناب خلیفہ صوفی حامد شاہ صاحب محمدی سیفی، جناب الحاج صوفی غلام مرتضیٰ صاحب محمدی سیفی اور بالخصوص جناب خرم صاحب "خرم نیٹ کیفے" والوں کا تعاونِ خیر شامل ہے۔ جزاھم اللہ خیرا۔

حدائقِ بخشش......نعتِ حبیب کا مشرق

"آپ کا مجموعہ "حدائق بخشش" نہ صرف عشق حبیب کی شعری تصویر ہے بلکہ نعت حبیب کا وہ مشرق ہے جس سے آفتاب عرب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں جو آنکھوں کے راستے دل میں اتر کر کائناتِ حیات کو منور کر دیتی ہیں۔ سوز و درد اور جذب و اثر نے الفاظ کو گویا زبان دے دی ہے اور وہ کوئے حبیب کی حدیثِ عشق سنا رہے ہیں۔ یہ خصوصیت، یہ انداز بیان یہ سلیقہ نعت آپ کے علاوہ اور کسی کے ہاں نظر نہیں آتا۔ آپ نے الفاظ میں عشق حبیب کا وہ طلسم پھونک دیا ہے کہ مفاہیم کی پرت پرت کھولتے چلے جایئے مگر شاعر کے جذبے کی گہرائی ہاتھ میں نہیں آنے پائی۔"

(اختر الحامدی: معارف رضا، سالنامہ ۱۹۸۶ء ص ۱۶۷)

توصیفِ ملت نبیرۂ اعلیٰ حضرت، نائب سجادہ نشین بریلی شریف

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد توصیف رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے

دورۂ پاکستان کے حوالے سے لاہور میں آپ کے میزبان

جناب محمد عثمان رضوی

مکمل روداد بیان کرتے ہیں

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

یکم اپریل ۲۰۱۲ء میرے شیخ طریقت حضرت مولانا سبحان رضا خان کے والد گرامی حضرت مولانا ریحان رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق برادرم محمد یونس قادری کا فون آیا کہ عثمان بھائی آپ کے علم میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی مدظلہ پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں ۲۰ اپریل کو وہ لاہور تشریف لائیں گے اور میں نے حضرت سے وقت لے لیا ہے...... آپ کی رائے کیا ہے کہ اگر ہم بسطامی روڈ سمن آباد پر حضرت مدظلہ کا جلسہ منعقد کرائیں...... میں نے رائے دی کہ لاہور جیسے تاریخی شہر میں کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے جو ان کے شایان شان ہو اور عزت و وقار اور سیکورٹی کے نقطہ نظر سے محفوظ جگہ ہو۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں مل بیٹھ کر مشاورت کے ساتھ پروگرام تشکیل دے لیتے ہیں۔ چنانچہ برادرم محمد یونس قادری صاحب چند لمحوں کے بعد میرے گھر تشریف لے آئے۔ ہم نے بڑے غور وفکر اور بحث و تمحیص کے بعد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں جلسہ کا ذہن بنایا اور مزید قائل کرنے کے لئے ہم نے اگلے روز حضرت استاذ العلماء مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی مدظلہ کے ہاں اکٹھے ہونے کا فیصلہ کیا جہاں ہم دونوں کے علاوہ مولانا حکیم خرم ریاض شاہ صاحب بھی مشاورت کے لئے جمع ہوئے۔ سب نے دربار حضرت داتا صاحب جلسہ منعقد کرنے پر اتفاق کیا۔ چنانچہ اگلے روز میں انجمن تاجران و ان دربار مارکیٹ لاہور کے صدر محترم محمد احسان الحق صدیقی اور برادرم یونس قادری ساتھ ایوان اوقاف گیا اور الگ الگ اوقات میں مولانا انتخاب احمد نوری (کو

آرڈینیٹر، وزیر اعلیٰ پنجاب) مولانا محمد رمضان سیالوی (خطیب داتا دربار) اور ڈائریکٹر جنرل محکمہ اوقاف حکومت پنجاب طارق محمود پاشا سے ملاقاتیں کیں۔ اول الذکر دونوں حضرات نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا اور کوئی خاص دلچسپی نہ لی جبکہ ڈائریکٹر جنرل صاحب نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ "حکومت پنجاب نے داتا دربار یا مسجد میں جلسہ منعقد کرنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔" یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ صرف اس سے ایک روز قبل سنی تحریک نے اسی جگہ پر جلسہ منعقد کیا تھا۔ یہی بات یہ ہے کہ یہ بات ہمارے لئے خاصی مایوسی کا باعث بنی سو ہم نے ہمت نہ ہاری اور ہم وہاں سے سیدھے الحمرا ہال پہنچے کہ اس کی بکنگ کروا لی جائے۔ وہ بھی ایڈوانس بک ہو چکا تھا سو ہم دل برداشتہ ہو کر واپس اپنے مرکز دارالعلم پہنچے۔

(۲)

۴ اپریل کو اپنے بزرگ دوست جناب برکات احمد نیاز سیالوی کو ان کے "پیر بھائی" کی کارروائی سے آگاہ کیا۔ وہ بڑے باکمال آدمی ہیں انہوں نے بڑی حوصلہ افزائی کی اور اپنے ہمراہ ہمدرد سنٹر کا وزٹ کرایا۔ انہوں نے کہا کہ محترم سید علی بخاری (ڈائریکٹر) ہمارے دوست ہیں آپ کو ہمدرد سنٹر پسند آ جائے تو ہم یہ ہال بک کروا لیتے ہیں۔ بس ہم نے فوراً اس کو پسند کیا اور 20 اپریل کے لئے بکنگ کروا لی گئی۔

(۳)

خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اگلے ہی روز اپنے خاص زاویے سے تشہیری مہم کا آغاز کیا۔ اس مقصد کے لئے ہم نے بینرز، فلیکس، دعوت نامے پوسٹر وغیرہ شائع کر دیئے۔ اخبارات میں خبریں، اطلاعات وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہر طرح کے احباب سے رابطے اور ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ہم نے مدارس اہل سنت کا دورہ کیا تمام مدارس کے علما و مشائخ کو دعوتیں دیں جو انہوں نے قبول فرمائیں۔ مگر بہت زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ ان علماء میں سے نہ تو خود کسی کی تشریف آوری ہوئی اور نہ کسی کی نمائندگی ہوئی۔ الحمدللہ دینی درس گاہوں میں سے صرف ادارہ صراط مستقیم کے سربراہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور دارالعلوم قادریہ

Scanned with CamScanner

جیلانیہ (شاہدرہ ٹاؤن) لاہور کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سید انعام الحسنین شاہ کاظمی زنجانی دو حضرات تشریف لائے اور جلسہ کے اختتام تک موجود رہے۔

(۴)

۲۰ اپریل ۲۰۱۲ء جمعۃ المبارک سارا دن مہمانان گرامی کے لئے لنگر شریف کا شایان شان سلسلہ جاری رہا۔ نماز جمعۃ المبارک ادا کی گئی اور سارا دن حضرت صاحبزادہ پیر توصیف رضا بریلوی مدظلہ العالی کے خدام کرام سے رابطہ رہا۔ طے شدہ وقت کے مطابق حضرت کو ہمارے ہاں پہنچ جانا تھا۔ یعنی دو گھنٹے آرام، مغرب کے بعد کھانا اور پھر جلسہ گاہ (ہمدرد سنٹر) پہنچیں گے۔ ہم بابو صابو انٹرچینج پر منتظر رہے اور ہمارا کارواں پورے جوش و جذبے سے استقبال کو منتظر رہا سو آپ تشریف لائے اور میری اقامت گاہ (گلگشت کالونی۔ گلشن راوی) میں پہنچے تو شایان شان استقبال، گل پاشی اور استقبالیہ نعروں کی گونج میں تشریف فرما ہوئے نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلقت کا انبوہ کثیر بنتا گیا۔ ارادت مندوں کے وفود اور قافلے آنا شروع ہو گئے۔ ہمارے گھر کے سامنے باغ میں مشتاقان بریلی شریف جمع ہو رہے تھے۔ اہم شخصیات میں حضرت مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی، حضرت مولانا محمد شریف نوری اور دیگر علماء اہل سنت اپنے اپنے حلقہ احباب سمیت تشریف لا چکے تھے۔ تمام حضرات کی الگ الگ ملاقاتیں کروائی گئیں اور پھر ہم ہمدرد سنٹر (جلسہ گاہ) کے لئے روانہ ہو گئے اور پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کے حوالے سے عظیم الشان جلسہ میں آپ خود شریک تھے ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مقامی علماء کے علاوہ حضرت مولانا مفتی صوفی محمد کلیم رضوی اور پھر حضرت قبلہ پیر محمد توصیف رضا بریلوی مدظلہ العالی نے خطاب فرمایا۔ اس میں آپ بھی تھے ان کے علاوہ کسی وقت اس ساری مفصل روئیداد کو قلم و قرطاس کے ذریعے سے عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس سے ایسی اہم تقریب ویسے بھی تاریخ کا حصہ بن جائے گی۔ الحمد للہ رب العالمین ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم اپنے عظیم مرکز سے معزز مہمان کے اعزاز میں ایک اچھی اور باوقار نشست کا اہتمام کیا۔

حضرت طارق سلطانپوری کو غوث اعظم ایوارڈ عطا کیا گیا

صاحبزادہ مقصود احمد صابری کی تقریب میں حضرت توصیف ملت کے دست مبارک سے عظیم اعزاز

۲۱ مارچ ۲۱۰۲ء (بدھ وار) کو جامعہ اسلامیہ فیض القرآن (ر) صابری دربار جامع مسجد اکبری صابری موہرہ چھپر غوث اعظم روڈ راولپنڈی میں مرکزی بزم غلامانِ اولیاء کرام پاکستان کے زیر اہتمام چوتھے سالانہ ....جشن غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ............ کے موقع پر مہمان خصوصی نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ تاجدار بریلی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد توصیف رضا خان بریلوی مدظلہ العالی...... نے وطن عزیز پاکستان کے نامور محقق و نقاد، ادیب و ماہر علم الاعداد، مسلک صوفیاء و علماء اہل سنت کے ترجمان جناب محمد عبدالقیوم صاحب طارق رضا سلطان پوری مدظلہ العالی کو علم و ادب، شعر و نثر، حمد و نعت و استخراج مادہ ہائے تاریخ و قطعات و دیگر علوم کی خدمات کے اعتراف میں ایوارڈ عطا فرمایا جو حضرت طارق رضا سلطانپوری کے لئے بڑا اعزاز ہے ہم انہیں خراج تحسین اور تبریک پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت طارق رضا سلطانپوری کی سعی کو قبول فرما کر انہیں اس کی بہتر جزا عطا کرے اور ان کے فیض کو عام کرے۔ آمین۔ علم کی قدر افزائی کی اس مثال پر ہم صاحبزادہ مقصود احمد قادری اور ان کے ادارہ جامعہ اسلامیہ فیض القرآن اور بزم غلامانِ اولیاء کرام پاکستان کے اس بنیادی، اساسی، اہم اور ٹھوس اقدام کو بھی سراہتے ہوئے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ملت کو اپنی مٹی ہوئی قدروں کے احیاء کی توفیق بخشے آمین۔ دریں اثنا جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ کے مہتمم حضرت علامہ پیر عبدالقادر نے حضرت طارق رضا سلطانپوری کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اُن کے وجود کو ملت و امت کے لئے انتہائی قیمتی اساس قرار دیا۔

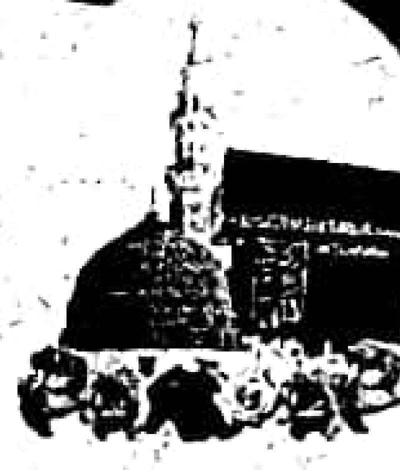

مرکزی محافل ذکر

محبوب سبحان، شیخ الاسلام
حضرت اخندزادہ سیف الرحمن پیر ارچی خراسانی مبارک
دامت برکاتہم العالیہ

ہفتہ وار محفل ذکر

بروز جمعرات بعد از نمازِ مغرب
تا بعد از نمازِ عشاء

ماہانہ محفل ذکر

ہر انگریزی مہینے کا پہلا ہفتہ
بروز ہفتہ بوقت نمازِ مغرب
تا بعد از نمازِ عشاء

بمقام
مرکزی آستانہ عالیہ
نقشبندیہ مجددیہ ہاشمیہ سیفیہ
فقیر آباد شریف نزد داروغہ والا
تسبی موڑ لکھوڈیر بند روڈ لاہور

مخدوم اہلسنت، شیخ العلماء
حضرت میاں محمد سیفی حنفی ماتریدی
دامت برکاتہم العالیہ

ہفتہ وار محفل ذکر

بروز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ
تا بعد از نمازِ عشاء

ماہانہ محفل ذکر

ہر چاند کا پہلا جمعہ بعد از نمازِ جمعہ
تا بعد از نمازِ عشاء

بمقام
آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
سیفیہ محمدیہ راوی ریان شریف
نزد کالا شاہ کاکو حسین ٹاؤن راوی
ریان شریف جی ٹی روڈ مریدکے لاہور

منجانب
مکتبہ محمدیہ سیفیہ
حسین ٹاؤن ..... راوی ریان شریف ضلع لاہور
خادمین سلسلہ عالیہ سیفیہ
صوفی غلام مرتضیٰ محمدی سیفی، صوفی ریاض احمد محمدی سیفی
0321-8401546 0321-6202022

روزنامہ پاکستان
THE DAILY PAKISTAN
LAHORE

اختلاف رائے کو ذاتیات کا مسئلہ بنانا غلط ہے، مفتی توصیف رضا

اہل سنت نے باہمی انتشار ختم نہ کیا تو مستقبل کا نقشہ بھیانک ہو جائے گا، اظہار خیال

جوہرآباد (نمائندہ پاکستان) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پڑپوتے خانقاہ قادریہ بریلی شریف (انڈیا) کے سجادہ نشین حضرت علامہ مفتی توصیف رضا خان بریلوی نے کہا ہے کہ اسلام نے اختلاف کا ادب آداب عطا کیا ہے اختلاف رائے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے اور اسے رحمت ہی سے حسن ملتا ہے اختلاف رائے کو ذاتیات کا مسئلہ بنانا بہت برا ہے ان خیالات کا اظہار انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ کے موسس اعلیٰ حضرت سیف الرحمن ارچی خراسانی کے خلیفہ ارشد حضرت میاں محمد حنیف سیفی اور ہیر سے خصوصی ملاقات میں کیا جس میں مفتی صوفی محمد کلیم رضوی مولانا ملک محبوب الرسول قادری، سید اقبال حسین شاہ، صاحبزادہ محمد عثمان رضوی، صوفی غلام مرتضیٰ محمدی سیفی، علامہ سید عبدالستار شاہ ترمذی اور مفتی غلام مرتضیٰ حیات بھی موجود تھے۔ آف بریلی شریف حضرت صاحبزادہ توصیف رضا خان قادری نے کہا کہ حدود نظریات میں یکجہتی ضروری اور فروع میں اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے خلیفہ سلسلہ عقائد و معمولات دلوں میں اکابر اہلسنت کے نقش قدم پر ہیں اور ہمیں اس حوالے سے مکمل اعتماد ہے انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا خان بریلوی نے حق و باطل میں حد امتیاز کھینچ کر اہل حق کا سر فخر سے بلند کر دیا وہ حقیقی معنوں میں "سفیر عشق رسول" تھے یہی وجہ ہے کہ آج بھی نسلی علاقائی لسانی اور زمانی اختلاف کے باوجود اہل حق ان سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اہل سنت نے باہمی طور پر انتشار و افتراق کی روش ترک نہ کی تو مستقبل کا نقشہ بڑا بھیانک ہو جائے گا۔

جوہرآباد، امام احمد رضا بریلوی کے سجادہ نشین حضرت علامہ توصیف رضا خان قادری، سلسلہ محمدیہ سیفیہ کے سربراہ پیر میاں محمد حنفی سیفی، ملک محبوب الرسول قادری، مفتی محمد کلیم رضوی، سید اقبال حسین شاہ، سید عبدالستار ترمذی، مفتی مرتضیٰ حیات خطاب کر رہے ہیں

THE DAILY JANG LAHORE
روزنامہ جنگ لاہور
www.jang.com.pk
باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت
ABC CERTIFIED
MONDAY APRIL 23, 2012
جلد 33 — نمبر 190

علم انسان کو دیگر مخلوقات میں افضل مقام دلاتا ہے: پیر توصیف رضا خان قادری

جوہرآباد (نمائندہ جنگ) امام احمد رضا خان بریلوی کے پڑپوتے علامہ پیر توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے آج ہم امت مسلمہ علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات پر اظہار خیال کرتے ہوئے کیا۔

جوہرآباد: علامہ توصیف رضا خان قادری ملک محبوب الرسول قادری کی کتب پر اظہار خیال کر رہے ہیں

Scanned with CamScanner

روزنامہ نوائے وقت لاہور (5) 24 اپریل 2012ء

نوائے وقت

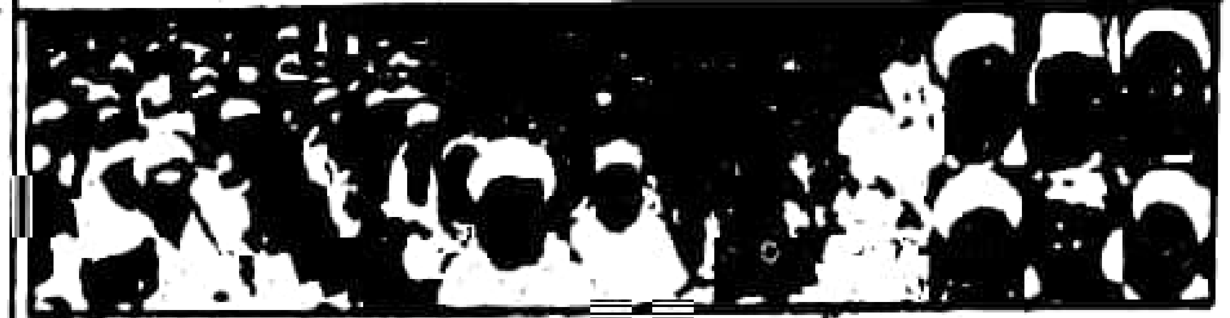

جوہرآباد: امام احمد رضا بریلوی کے سجادہ نشین علامہ توصیف رضا خان قادری، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سربراہ پیر میاں محمد حنیف سیفی، ملک محبوب الرسول قادری، مفتی محمد کلیم رضوی، پیر افضال حسین شاہ، سید عبدالقادر ترمذی، مفتی مرتضیٰ حیات خطاب کر رہے ہیں

اختلاف کو ذاتیات کا مسئلہ بنانا غلط ہے: مفتی توصیف رضا

خوشاب، جوہرآباد (نامہ نگار) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پڑپوتے خانقاہ قادریہ بریلی شریف (بھارت) کے سجادہ نشین علامہ مفتی توصیف رضا خان بریلوی نے کہا ہے کہ اختلاف برا نہیں بلکہ اس کو ذاتیات کا مسئلہ بنانا بہت برا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرکز پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی کے خلیفہ ارشد حضرت پیر میاں محمد حنیف سیفی ماتریدی سے خصوصی ملاقات میں کیا جس میں مفتی صوفی محمد کلیم رضوی، مولانا ملک محبوب الرسول قادری، پیر سید افضال حسین شاہ، صاحبزادہ محمد حسان رضوی، صوفی غلام مرتضیٰ محمدی سیفی، علامہ سید عبدالقادر شاہ ترمذی اور مفتی غلام مرتضیٰ حیات بھی موجود تھے۔ پیر آف بریلی شریف صاحبزادہ توصیف رضا خان قادری نے کہا کہ عقائد و نظریات میں یکجہتی ضروری اور فروع میں اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔ انھوں نے کہا کہ امام احمد رضا خان بریلوی نے حق و باطل میں حد امتیاز کھینچ کر اہل حق کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ اگر اہل سنت نے باہمی طور پر انتشار و افتراق کی روش ترک نہ کی تو مستقبل کا نقشہ بڑا بھیانک ہو جائے گا اس لئے تمام اہلسنت مسلک سے وابستہ باشعور طبقات باہمی یکجہتی اور وحدت کا مظاہرہ کریں۔ یہی اسلام کا حکم اور منشاء ہے۔ پیر توصیف رضا بریلوی نے کہا کہ آج بھی ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے مسلمانوں سے گہری محبت رکھتے ہیں۔ اس موقع پر وحدت اہلسنت اور عالم اسلام کی سربلندی و استحکام کیلئے خصوصی دعا کی گئی۔

روزنامہ خبریں

جوہرآباد، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پڑپوتے اور خانقاہ قادریہ بریلی شریف انڈیا کے سجادہ نشین علامہ توصیف رضا خان قادری ملک محبوب الرسول قادری کی کتب پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کے سجادہ نشین علامہ توصیف رضا خان قادری پیر میاں محمد حنیف سیفی، ملک محبوب الرسول قادری اور دیگر جوہرآباد میں خطاب کر رہے ہیں

www.express.com.pk

DAILY EXPRESS روزنامہ ایکسپریس

امت کو علم سے ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں: توصیف رضا

امام احمد رضا بریلویؒ نے جذبہ حب رسول کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا

گروٹ (نمائندہ ایکسپریس) انڈیا کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور امام احمد رضا خان بریلویؒ کے پڑپوتے توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت عطا کرتا ہے ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا کے بانی محبوب الرسول قادری سے ملاقات میں گفتگو کر رہے تھے۔ پیر توصیف رضا قادری نے کہا کہ امام احمد رضا بریلویؒ نے اسلامیان ہند پر بہت بڑا احسان کیا اور جذبہ حب رسولؐ کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

روزنامہ پاکستان لاہور (2) 23 اپریل 2012ء

علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے: پیر توصیف رضا

امام احمد رضا بریلوی نے حب رسول عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا، تقریب سے خطاب

جوہرآباد، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کے پڑپوتے اور خانقاہ قادریہ بریلی شریف انڈیا کے مسند نشین علامہ توصیف رضا خان قادری ملک محبوب الرسول قادری کی کتب پر اظہار خیال کر رہے ہیں

جوہرآباد (نمائندہ پاکستان) انڈیا کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کے پڑپوتے حضرت علامہ پیر توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے آج ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں ان خیالات کا اظہار انھوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات اور "انوار رضا" کی خصوصی اشاعتوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کیا حضرت پیر توصیف رضا قادری نے کہا کہ امام احمد رضا بریلویؒ نے اسلامیان ہند پر بہت بڑا احسان کیا کہ جذبہ حب رسول کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ ان کے خلفاء، مریدین اور تلامذہ نے اس جذبے کو ایک مشن کی طرح پھیلایا اور اس کا رنگ سارے عالم پر نمایاں نظر آتا ہے۔ انھوں نے انوار رضا کی اشاعتوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ اہل سنت کیلئے یہ لٹریچر نفع اور خیر کا باعث ہے۔ خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے فیض سے پاکستان میں انوار رضا کا لٹریچر عام ہو رہا ہے۔ اس موقع پر ملک محبوب الرسول قادری نے حضرت پیر توصیف رضا بریلوی کو اپنی کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔

EMAIL: tijarat01@yahoo.com
صفحات 8 قیمت 7 روپے
APNS — تصدیق شدہ اشاعت — ABC — آڈٹ بیورو آف سرکولیشن سے — CPNE
بانی: قاضی سراج الدین سرہندی مرحوم
روزنامہ تجارت
ایڈیٹر: جمیل اطہر
سرگودھا پاکستان
سرگودھا، لاہور، کراچی، گوجرانوالہ اور کوئٹہ سے بیک وقت شائع ہوتا ہے
جلد 24 | بدھ 3 جمادی الثانی 1433ھ 25 اپریل 2012ء 13 بیساکھ 2068 ب سی این آر نمبر 112 | شمارہ 99

نفسانی خواہشات اور ذاتی انا قربان کرنے سے ہی قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے

علامہ توصیف رضا

حلقہ سلطانیہ کی طرف سے ابلاغ دین کیلئے جدوجہد اور فکرِ آخرت اجاگر کرنے کیلئے معاشرتی اصلاح کی کوششیں لائق تحسین ہیں

تعلیمات نبویہ کی روشنی میں اسلام کے پیغام کو گہرائی تک سمجھنا اور اسے عام کرنا پوری امت کا فریضہ ہے

سرگودھا (سٹاف رپورٹر) حلقہ سلطانیہ کی طرف سے ابلاغ دین کیلئے جدوجہد فکرِ آخرت اجاگر کرنے کیلئے معاشرتی اصلاح کا کام اور تصوف کی حقیقی تعبیر کو واضح کرنے کیلئے کوششیں لائق تحسین اور قابل تعریف ہیں ان خیالات کا اظہار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی خانقاہ عالیہ قادریہ کے معروف شیخ (چیف ... نمبر 34) طریقت اور تصوف انتہائی ... سے ... صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی نے سلطانیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا جس کی صدارت سلسلہ ... کے سرپرست اعلیٰ ... سیف الرحمن دربی خراسانی کے خلیفہ مطلق ... حضرت ... میاں محمد حنفی سیفی نے کی جبکہ علامہ مفتی محمد کلیم رضوی ... افضال شاہ سیفی مولانا ملک محبوب الرسول قادری علامہ مفتی سید عبدالقادر شاہ سیفی ... طریقت سیفی ... مرتضیٰ سیفی صاحبزادہ ... رضوی ... طریقت سیفی ... سیف ... مرتضیٰ ... سمیت بڑی تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ علامہ توصیف رضا خان بریلوی نے کہا کہ تعلیمات نبویہ کی روشنی میں اسلام کے پیغام کو گہرائی تک سمجھنا اور اسے عام کرنا پوری امت کا فریضہ ہے ... کی اور رضائے الٰہی کے لئے نفسانی خواہشات کی قربانی ... قرب حاصل کرتا ہے ... پسند ... کو ... پیغام عظیم ہے ... کی تعلیم سے ... نے کہا کہ کتاب معاشرت کو ... ہے اس لئے ہر شخص کو کتاب سے اپنا تعلق مضبوط کرنا چاہیے علامہ توصیف رضا بریلوی نے کہا کہ حضرت ... سیف الرحمن دربی خراسانی اہلسنت کے عظیم ... ہیں ... نے انہیں ... کرامت سے نوازا آج سلسلہ سیفیہ کے وابستگان کی ... اور معمولات میں ... کے پہلو واضح ہیں ان کے شیخ کی ... کا اثر ہے اس موقع پر دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

روزنامہ جنگ 24 اپریل 2012ء

جوہر آباد: علامہ توصیف رضا خان قادری، پیر میاں محمد حنفی سیفی اور دیگر تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

اہلسنت کو متحد و منظم ہو کر معاشرے کی اصلاح کیلئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے

علامہ پیر توصیف خان بریلوی

علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام عطا کرتا ہے امام احمد رضا بریلویؒ نے اسلامیان ہند کی صحیح سمت میں راہنمائی کی

حضرت سیف الرحمن پیر ارچی خراسانی اور دنظریات میں اکابر کے تابع اہلسنت کے عظیم بزرگ تھے

'انوار رضا' کی اشاعتیں اور محبوب قادری کا لٹریچر اہلسنت کیلئے نفع اور خیر کا باعث ہے سنی مدارس نئی نسل کو اسلام کے فروغ کیلئے تیار کریں

روز حشر ہر شخص حبیب خدا کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگتا ہے اس لئے ان کی ذات سے وفا شعاری کو زندگی کا معمول بنایا جائے

سجادہ نشین بریلی شریف حضرت پیر توصیف رضا خان بریلوی کی مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات اور مفصل اظہار خیال

ملک محبوب الرسول قادری کی طرف سے پیر آف بریلی شریف کو کتابوں اور 'انوار رضا' کی خصوصی اشاعتوں کا سیٹ پیش کیا گیا

جوہر آباد (نمائندہ خصوصی) انڈیا کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کے پڑپوتے حضرت علامہ پیر توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے آج ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات اور "انوار رضا" کی خصوصی اشاعتوں پر اظہار خیال

بقیہ نمبر 1 پر ملاحظہ فرمائیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کے پڑپوتے اور خانقاہ قادریہ بریلی شریف انڈیا کے مسند نشین علامہ توصیف رضا خان قادری ملک محبوب الرسول قادری کی کتب پر اظہار خیال کر رہے ہیں۔

علامہ اقبال شاعر اسلام، شاعر آفاق اور مصور پاکستان تھے

علامہ اقبال کی فکر کو عام کر کے ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے

علامہ اقبال کو بارگاہِ غوثیت کی خاص توجہات حاصل تھیں

جوہر آباد (نمائندہ خصوصی) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علامہ اقبال مصور پاکستان ہی نہیں بلکہ شاعر اسلام اور شاعر آفاق ہیں ان کی فکر کو عام کر کے ہم وحدت امت کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر سکتے ہیں یوم اقبال کے موقع پر وہ حلقہ قادریہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کو بارگاہ غوثیہ کی خاص توجہات حاصل تھیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اسلامیان ہند کی خاص راہنمائی کیلئے منتخب کر لیا تھا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ بعض بونے لوگ اپنا قد بڑھانے کیلئے علامہ اقبال کے خلاف حق گفتگو کر کے دراصل اپنے لئے خسارے کا سامان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کا حق ہے کہ تعلیمی ادارے فلاحی تنظیمیں اور حکومتی ادارے فکر اقبال کو عام کرنے کے لئے مذاکرے، سیمینارز، جلسے، کانفرنسیں، تقریری اور تحریری مقابلے اور مشاعرے منعقد کرائیں۔

جوہر آباد۔ امام احمد رضا بریلویؒ کے سجادہ نشین حضرت علامہ توصیف رضا خان قادری، سلسلہ محمدیہ سیفیہ کے سربراہ پیر میاں محمد حنفی سیفی، ملک محبوب الرسول قادری، مفتی محمد کلیم رضوی، پیر افضال حسین شاہ، سید عبدالقادر ترمذی، مفتی مرتضیٰ حیات خطاب کر رہے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور
DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
جلد 72 — 101 — 12 — 32

علم سے امت مسلمہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں: پیر توصیف رضا

اہلسنت و جماعت کو متحد و منظم ہو کر معاشرے کی اصلاح کیلئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، باہمی اختلافات ختم کرنے ہوں گے

مدارس نئی نسل کو اسلام کے سرمدی اور دائمی پیغام کے مطابق تیار کریں: مولانا محبوب الرسول سے ملاقات

خوشاب، جوہرآباد (نامہ نگار) بھارت کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے پڑپوتے علامہ پیر توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے۔ آج ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات اور "انوار رضا" کی خصوصی اشاعتوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کیا۔ پیر توصیف رضا قادری نے کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے اسلامیان ہند پر بہت بڑا احسان کیا کہ جذبہ حب رسول کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اہلسنت کو متحد و منظم ہو کر معاشرے کی اصلاح کیلئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ آج سنی دنیا کو باہمی اختلاف ختم کر کے عوام کو شریعت و سنت کی بالادستی کیلئے تیار کرنا چاہیے۔ اہل سنت کے مدارس نئی نسل کو اسلام کے سرمدی اور دائمی پیغام کے مطابق تیار کریں۔ عوام اپنے مسائل کے حل کیلئے حضور کی سنت کی طرف رجوع کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کیلئے بارگاہ نبوی سے ہی اکتساب فیض کیا جائے۔ انہوں نے اسلامیان پاکستان کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ ہمیں ہمیشہ اللہ کے حبیب کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگنا ہے اس لئے اس ہستی پاک سے وفاشعاری کو معمول حیات بنایا جائے۔ اس موقع پر ملک محبوب الرسول قادری نے پیر توصیف رضا بریلوی کو اپنی کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔

اسلام میں اختلاف رائے کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، اہل سنت اور حلقہ سیفیہ کا طریقہ اسلام کی حقیقی تعبیر ہے

تصوف مزاج کیسا قدر بھی بدل کر رکھ دیتا ہے علامہ مفتی توصیف رضا خان بریلوی

حلقہ سیفیہ مکمل طور پر اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے حضرت پیر سید سیف الرحمن ارچی خراسانی اعتقادی حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کی فکر کے ترجمان اور تابع تھے

[illegible]

جمعہ 10 جمادی الثانی 1433ھ 2 مئی 2012ء 20 بیساکھ 2068 بکرمی (SR-63)
جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 246 قیمت 8 روپے فون: 3523256-3607598 فیکس 053-3609256

علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے: پیر توصیف رضا

امام احمد رضا بریلوی نے حب رسول عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا، تقریب سے خطاب

جوہرآباد: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پڑپوتے اور خانقاہ قادریہ بریلی شریف انڈیا کے مسند نشین علامہ توصیف رضا خان قادری ملک محبوب الرسول قادری کی کتب پر اظہار خیال کر رہے ہیں

جوہرآباد (نامہ نگار) بھارت کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے پڑپوتے حضرت علامہ توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے۔ آج ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات اور "انوار رضا" کی خصوصی اشاعتوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کیا۔ حضرت پیر توصیف رضا قادری نے کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے اسلامیان ہند پر بہت بڑا احسان کیا کہ جذبہ حب رسول کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ [illegible] اس موقع پر ملک محبوب الرسول قادری نے حضرت صاحبزادہ توصیف رضا بریلوی کو اپنی کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔

www.dailypak.com
روزنامہ پاکستان لاہور
THE DAILY PAKISTAN LAHORE
MONDAY APRIL 23, 2012

علم سے امت مسلمہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں: پیر توصیف رضا

مدارس نئی نسل کو اسلام کے سرمدی اور دائمی پیغام کے مطابق تیار کریں: مولانا محبوب الرسول سے ملاقات

خوشاب، جوہرآباد (نامہ نگار) بھارت کے معروف علمی و روحانی مرکز خانقاہ قادریہ بریلی شریف کے مسند نشین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے پڑپوتے علامہ پیر توصیف رضا خان قادری نے کہا ہے کہ علم انسان کو دیگر مخلوق میں افضل مقام دلاتا ہے اور انسان کو خدا کی معرفت کا نور عطا کرتا ہے۔ آج ہم امت مسلمہ کو علم ہی کی بنیاد پر ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر بزم انوار رضا پاکستان کے بانی صدر مولانا ملک محبوب الرسول قادری سے ملاقات کے دوران ان کی تصنیفات اور "انوار رضا" کی خصوصی اشاعتوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کیا۔ پیر توصیف رضا قادری نے کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے اسلامیان ہند پر بہت بڑا احسان کیا کہ جذبہ حب رسول کو عام کرنے کیلئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اہلسنت کو متحد و منظم ہو کر معاشرے کی اصلاح کیلئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ آج سنی دنیا کو باہمی اختلاف ختم کر کے عوام کو شریعت و سنت کی بالادستی کیلئے تیار کرنا چاہیے۔ اہل سنت کے مدارس نئی نسل کو اسلام کے سرمدی اور دائمی پیغام کے مطابق تیار کریں۔ عوام اپنے مسائل کے حل کیلئے حضور کی سنت کی طرف رجوع کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کیلئے بارگاہ نبوی سے ہی اکتساب فیض کیا جائے۔ انہوں نے اسلامیان پاکستان کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ ہمیں ہمیشہ اللہ کے حبیب کی بارگاہ سے شفاعت کی بھیک مانگنا ہے اس لئے اس ہستی پاک سے وفاشعاری کو معمول حیات بنایا جائے۔ اس موقع پر ملک محبوب الرسول قادری نے پیر توصیف رضا بریلوی کو اپنی کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور
DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
MONDAY, 23 APRIL 2012
جلد 72 — 101 — 12 — 32

"حلقہ سیفیہ کی ابلاغ دین کیلئے جدوجہد لائق تحسین ہے"

اسلام کے پیغام کو پھیلانا امت کا فریضہ ہے، صاحبزادہ توصیف رضا خان کا اجتماع سے خطاب

سرگودھا (خبرنگار) حلقہ سیفیہ کی طرف سے ابلاغ دین کیلئے جدوجہد لائق تحسین ہے۔ ان خیالات کا اظہار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی خانقاہ عالیہ قادریہ کے معروف شیخ طریقت اور نسبتی اعتبار سے ان کے پڑپوتے علامہ صاحبزادہ توصیف رضا خان بریلوی نے مشائخ سیفیہ کے نمائندہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا جس کی صدارت مسند سیفیہ کے سجادہ نشین سیف الرحمن ارچی خراسانی کے خلیفہ پیر میاں محمد حنفی سیفی نے کی جبکہ علامہ مفتی محمد کلیم رضوی، پیر سید محمد افضال شاہ سیفی، مولانا ملک محبوب الرسول قادری، علامہ مفتی سید عبدالقادر شاہ سیفی، پیر طریقت صوفی غلام مرتضیٰ سیفی، صاحبزادہ محمد حسان رضوی، پیر طریقت صوفی سیف اللہ سیفی، علامہ حافظ محمد طاہر محمدی، علامہ اللہ بخش سیالوی، مفتی مرتضیٰ حیات سمیت بڑی تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ علامہ توصیف رضا خان بریلوی نے ان خیالات کا اظہار آستانہ سیفیہ 49 ٹیل میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ تعلیمات نبویہ کی روشنی میں اسلام کے پیغام کو گہرائی تک سمجھنا اور پھر اسے پھیلانا امت کا فریضہ ہے۔

DAILY EXPRESS
روزنامہ ایکسپریس
DAILY EXPRESS SARGODHA - WEDNESDAY, APRIL 25, 2012

روزنامہ شانہ بشانہ — گجرات پاکستان
DAILY SHANA BASHANA
چیف ایڈیٹر وقار گیلانی

پیر سیف الرحمن (مدظلہ العالی) اعتقادی حوالے سے امام احمد رضا کے نمائندے ہیں : مفتی توصیف رضا

انکے حوالے سے غلط فہمیاں پیدا کرنیوالے نا سمجھ اور غلط ہیں وہ خود اپنا محاسبہ کریں، سیفیہ عملی طور پر اہلسنت کی ترجمانی کر رہا ہے

کانفرنس کی صدارت میاں محمد حنفی سیفی نے کی اس موقع پر پیر عبدالقادر شاہ، صوفی غلام مرتضیٰ سیفی، مفتی کلیم رضوی و دیگر موجود تھے

کھاریاں (نمائندہ خصوصی سے) حضرت پیر سیف الرحمن اریچی خراسانی اعتقادی حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی فکر کے ترجمان اور نمائندے تھے ان کے حوالے سے غلط فہمیاں پیدا کرنے والے نا سمجھ اور غلط ہیں وہ خود اپنا محاسبہ کریں عاشقانِ رسولؐ ان کی باتوں پر ہرگز دھیان نہ دیں حلقہ سیفیہ عملی طور پر اہلسنت کی ترجمانی کر رہا ہے ان خیالات کا اظہار ہندوستان کی معروف علمی و روحانی خانقاہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے سجادہ نشین اور امام احمد رضا خاں بریلوی کے پڑپوتے حضرت علامہ مولانا مفتی صاحبزادہ توصیف رضا خاں بریلوی نے گزشتہ روز حلقہ سیفیہ کے علماء و مشائخ کے ایک کانفرنس سے خطاب کے دوران کیا اس کانفرنس کی صدارت پیر میاں محمد حنفی سیفی مانچوی نے کی مفتی توصیف رضا خاں نے مزید کہا کر کے تصوف مزاج ہے اور فقہ پر بھی عمل کر کے دکھا رہا ہے اسلام ایک وسیع ترین مذاہب ہے جس میں اختلاف رائے کے اظہار کی مکمل اجازت دی گئی ہے مسلمان اس سلسلے میں خائف نہ ہوں اہل سنت اور حلقہ سیفیہ کا طریقہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے یہ سلسلہ ہی ہمیں آخرت میں سرخرو کرے گا اور نجات بھی دلائے گا اس موقع پر پیر سید عبدالقادر شاہ ترمذی مفتی محمد کلیم رضوی مولانا ملک محبوب الرسول قادری پیر سید افضال شاہ سیفی مفتی غلام مرتضیٰ حیات مولانا اللہ بخش سیالوی صوفی غلام مرتضیٰ سیفی ڈاکٹر محمد فیصل نواب محمدی سیفی کھاریاں اور کثیر تعداد میں علماء و مشائخ موجود تھے۔

روزنامہ شانہ بشانہ — گجرات پاکستان
DAILY SHANA BASHANA
چیف ایڈیٹر وقار گیلانی

علامہ مفتی توصیف رضا خان بریلوی کی آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف آمد

مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کے پڑپوتے مفتی توصیف رضا خاں کی راوی ریان شریف آمد پر پیر حضرت میاں محمد سیفی حنفی و دیگر مریدین نے انکا استقبال کیا

پورے پاکستان میں آستانہ عالیہ سیفیہ پر عشق [illegible]

گجرات (سٹاف رپورٹر) شہزادہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پڑپوتے سجادہ نشین آستانہ عالیہ بریلی شریف انڈیا حضرت علامہ مولانا مفتی توصیف رضا خان بریلوی کی آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف میں تشریف آوری تفصیلات کے مطابق شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی توصیف رضا خاں بریلوی کی راوی ریان شریف آمد پر سلسلہ عالیہ سیفیہ کے محسن مجدد ملت حضرت سیف الرحمن مبارک کے خلیفہ اعظم پیر طریقت شیخ العلماء حضرت میاں محمد سیفی حنفی نے انکا اپنے مریدین کے ہمراہ شاندار استقبال کیا صاحبزادہ حضرت مولانا توصیف رضا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پورے پاکستان میں اس آستانہ عالیہ سیفیہ پر عشق رسول ﷺ سے سرشار مریدین صالحین کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہے کہ یہی افراد دین اسلام کے مجاہد اور سچے عاشقان رسول ﷺ ہیں اور شیخ العلماء میاں محمد سیفی حنفی اہلسنت والجماعت کا عظیم سرمایہ ہیں آج کے جدید سائنسی دور میں حضرت میاں محمد سیفی حنفی دین اسلام کی اشاعت میں پیش پیش ہیں ایسی اللہ کی برگزیدہ شخصیات اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میاں محمد سیفی حنفی جیسے عظیم البرکت سچے عاشقان رسول ﷺ کا سایہ تادم اہلسنت والجماعت پر قائم و دائم رہے۔ اس موقع پر حضرت صاحبزادہ پیر سید عبدالقادر شاہ، حضرت پیر سید افضال حسین شاہ، حضرت علامہ اللہ بخش سیالوی، علامہ غلام مرتضیٰ حیات الحاج صوفی غلام مرتضیٰ حنفی سیفی و دیگر علماء مشائخ شامل تھے مولانا مفتی توصیف رضا خان بریلوی نے آستانہ عالیہ کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کیا اور دین اسلام کی تبلیغ کے حوالے سے آستانہ عالیہ کے اقدامات کو سراہا۔